دفترِ تواریخ



مولانا حامد حسن قادریؒ

دفتر تواریخ

۱۹۰۱

مصنفہ

حامد حسن قادری

نام کتاب : دفتر تواریخ
تصنیف : مولوی حامد حسن قادری
سال طباعت : ۲۰۰۲ء
بہ اہتمام : افضال الرحمٰن
مطبع : لبرٹی آرٹ پریس (مالک مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲
قیمت : -/150 روپے
تعداد : ۲۰۰

ملنے کے پتے :

1. Afzalur Rahman, 272, Jamia Nagar,
New Delhi-110025

2. M/S. Maktaba Jamia Ltd.
Jamia Nagar, New Delhi-110025

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
۷۸۶

+

نحمدہٗ تعالیٰ و نصلی علی رسولہ

۱۲۱۴

= ۲۰۰۰ء

والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد حامد حسن قادری نے اپنی حیات میں تاریخی قطعات کے چار مجموعے مرتب فرمائے تھے۔ وہ سب انھوں نے بہت خوش خط اور کئی رنگ کی روشنائیوں سے تحریر کیے تھے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ عکسی رنگین طباعت کے ساتھ اشاعت ہوتی مگر اس کی استطاعت نہ ہوسکی۔ یہ پہلا مجموعہ دفترِ تواریخ کے تاریخی نام کے ساتھ انھوں نے ۱۹۰۱ء میں شروع کیا تھا اور ۱۹۳۵ء تک کے قطعات اس میں درج فرمائے تھے۔ تاریخِ اختتام کتاب پر ایک تاریخ میں ان قطعات کی تاریخ بھی بتادی ہے۔

میزان کلّی سات سو ستّر
۱۳۵۵ھ

گویا یہ مجموعہ تقریباً نوے برس پہلے شروع کیا تھا۔ اب برادرِ عزیز جناب افضال الرحمان صاحب ایم۔اے۔ کی مساعی جمیلہ سے پیش کیا جاتا ہے۔

خالد حسن قادری

۱۴ / مارچ ۲۰۰۲ء

Nant Road,
London NW2
2AL-UK

دفتر تواریخ

میں ۱۸۹۷ء ۱۳۱۴ھ میں والدہ کے ساتھ بچھراؤں سے رامپور میں والد کے پاس آیا اور والد کے انتقال ۱۹۱۳ء ۱۳۳۱ھ تک ریاست رام پور ہی میں گھر بنا رہا۔ میری تعلیم و تربیت یہیں مدرسہ و اسکول میں ہوئی۔

شاعری سے دلچسپی شروع سے تھی۔ شعر کہنا بھی بہت چھوٹی عمر میں شروع کر دیا ہوگا۔ غزلوں کا ایک دیوان مرتب کرنا شروع کیا تھا جو اسی زمانے کا لکھا ہوا بجنسہ موجود ہے۔ اور اب مجھے خود پہچاننا مشکل ہے کہ یہ خط میرا ہی ہے۔ اس کے بعد کے چند منظوم لطیفے لکھے ہوئے باقی ہیں۔ جو نظم میں غزلوں سے کچھ بہتر ہیں۔

تاریخ گوئی کا شوق کیونکر پیدا ہوا، یہ اب مجھے بھی یاد نہیں آتا۔ شاعری کا شوق تو اکثر بچوں کو پیدا ہو جاتا ہے، اس لیے کہ ہر پڑھے لکھے گھر میں شعر خوانی یا شعر گوئی کا کچھ نہ کچھ اثر اور ذکر و فکر رہتا ہے۔ "موزونِ طبعی" کی دولت مبدء فیاض نے دل کھول کر لٹائی ہے اور عرب و ایران کی طرح ہندوستان نے، اور اس میں بھی مسلمانوں نے ہاتھوں ہاتھ لی ہے۔ لیکن تاریخ گوئی خاص چیز ہے۔ اس کو شاعری کی صنعت لزوم ما لا یلزم کہنا چاہیے تاریخ گوئی کو شاعری سے عام و خاص من وجہ کی نسبت ہے۔ شاعری کے لیے تاریخ گوئی کی ضرورت نہیں، اور نہ تو تاریخ گوئی کے لیے شاعر ہونا ضروری ہے۔ نثر کے فقروں اور لفظوں میں تاریخ نکال سکتا ہے۔ لیکن شاعر ہونا افضل و اولیٰ ہے۔

میرے شوق تاریخ گوئی کا طبعی و فطری سبب تو یہ ہو سکتا ہے کہ میں طبعاً عجائب پسند اور نوادر پرست ہوں۔ دنیا کی ہر عجیب چیز دلچسپ معلوم ہوتی ہے بشرطیکہ بدصورت اور کریہہ المنظر نہ ہو۔ فقدان حسن اور عدم موزونیت کو میری طبیعت برداشت نہیں کر سکتی۔ میں کسی اندھے کانے کی آنکھوں کو نہیں دیکھ سکتا۔ کسی بدہیئت کی طرف میری نظر نہیں اٹھتی بعض عجیب الخلقت انسان اور حیوان تماشے کے لیے لائے جاتے ہیں۔ کسی کا سر ضرورت سے زیادہ بڑا ہوتا ہے۔ کسی کے اور اعضا تعداد یا ساخت میں غیر معمولی ہوتے ہیں۔ میں ان کو دیکھنے تو کیا جاتا خود بخود سامنے آجاتے ہیں جب بھی نہیں دیکھتا

دفتر تواریخ

نہیں چاہتا غرض میری طبیعت عجیب پسند، جدید پسند، مشکل پسند ہے، چونکہ ہمیشہ سے لکھنے پڑھنے کا شوق رہا اس لیے علم و فن اور شعر و ادب کے ہی نوادر کا شوق رہا۔ منطق کے مغالطے، علم ہیئت کے عجائبات، فن بلاغت کے صنائع وبدائع، علم قیافہ، فال، قیافہ بد، قیافہ تحریر، معمے، پہلیاں وغیرہ عجائبات سے ہمیشہ دلچسپی رہی۔ انھی میں ایک عجیب ونادر فن تاریخ گوئی ہے۔ اس سے دلچسپی پیدا ہو جانا ظاہر ہے۔

تاریخ گوئی کی تحریک اس طرح ہوئی ہو گی کہ والد مرحوم کو تاریخ گوئی کا شوق تھا۔ ممکن ہے ان کی تاریخیں سنی ہوں اس کے علاوہ، چھوٹے چچا میاں مولوی محمد محسن صاحب فاروقی مرحوم کے پاس پیسہ اخبار آیا تھا۔ اس میں لوگوں کی تاریخیں بھی کبھی کبھی چھپتی تھیں، اور ہر سال نو کے آغاز میں تاریخی ناموں کی طویل فہرست شائع ہوا کرتی تھی۔ بہر حال تیرہ چودہ برس کی عمر سے مجھے تاریخ گوئی کا شوق پیدا ہوا۔

بیسویں صدی تمام عالم کے لیے دور انقلاب لے کر آئی تھی۔ تمام نظام عالم درہم وبرہم ہونے والا تھا۔ چنانچہ ایک چوتھائی حصہ گزرتے گزرتے ساری دنیا کی کایا پلٹ ہو گئی اس تہلکہ کا نمونہ صدی کے شروع ہوتے ہی یہ نظر آیا کہ ۱۹۰۱ء میں بہت سے بڑے اور مشہور آدمیوں کا انتقال ہوا، مثلاً ملکہ وکٹوریہ، امیر کابل، حکیم عبدالمجید خاں دہلوی، امیر مینائی، رستم ہند غلام پہلوان، ان کے علاوہ رامپور میں ایک ہر دل عزیز شخص فیروز شاہ خاں کا انتقال ہوا اور ہمارے گھر کی ہر دل عزیز ماما اشرف کا یکایک انتقال ہو گیا۔ میں ان سب کی وفات سے متاثر ہوا، اور سب کی تاریخیں لکھیں۔ یہ میری سب سے قدیم تاریخیں ہیں۔

اس وقت تک نہ شاعری کی مشق تھی نہ شہرت کا سلیقہ، اس لیے ان تاریخوں پر نہ مصرع لگائے نہ اشاعت دی۔ سب سے پہلی تاریخ جس سے میری تاریخ گوئی کی خاندان میں شہرت ہوئی، یہ تھی (انتقال نجو خالہ ہو گیا ۱۳۱۹) یہ مرحومہ ایک غریب بی بی تھیں جو عمر بھر سے صدیق چچا کے گھر بچھراؤں میں رہتی تھیں اور ان کی والدہ ان بیچاری کی خدمت کرتی تھیں۔ سب ان کو نجو بھابی کہا کرتے تھے۔ ان کا انتقال کسی خاص صدمہ کا باعث نہ تھا میں نے ان کو دیکھا بھی مشکل سے ہو گا۔ کوئی وجہ ان کی تاریخ کہنے کی نہ تھی۔ لیکن تاریخ گوئی کا شوق تھا میں اس وقت تک اسکول میں بھی داخل نہ ہوا تھا۔ شام کو ایک ماسٹر سے

انگریزی پڑھنے جایا کرتا تھا۔ خوب یاد ہے کہ ماسٹر کے پاس سوال نکالنے میں وہ مصرع ذہن میں آیا۔ سلیٹ پر لکھ کر عدد نکالے تو پورے ۱۳۱۹ھ نکلے۔ بڑی حیرت اور خوشی ہوئی۔ گھر آکر چھوٹے چچا میاں کو سنایا، ان کو بے حد پسند آیا اور انھوں نے اس کو ایک دلچسپ قطعے میں نظم کر دیا۔ اس دفترِ تواریخ کے صفحہ تین پر وہ تاریخ درج ہے۔ یہ مصرعے چچا میاں کے ہیں۔ قطعہ میں بڑی پُر لطف ظرافت تھی اس لیے سارے خاندان میں مشہور ہو گیا۔ سخن فہم بزرگوں مولوی بشیر احمد صاحب قبلہ مرحوم، منشی اشفاق علی صاحب قبلہ وغیرہ نے مصرع تاریخ کی بہت داد دی۔ اور قطعہ کا توان بزرگوں نے بھی مزہ لیا جن کا مذاق اُڑایا گیا تھا۔

سب سے پہلی تاریخ جو اخبار میں شائع ہوئی ایڈورڈ ہفتم کے جشن تخت نشینی کی تھی ۱۹۰۲ء میں رسالہ انتخاب لاجواب لاہور نے جشن کے متعلق خاص پرچہ شائع کیا تھا اس میں یہ تاریخ چھپی ہے۔ وہ پرچہ میرے پاس محفوظ ہے۔ اس کے بعد گوہر علی خاں رامپوری (سپاہی و کتب فروش) کی تصنیفات کی تاریخیں ان کی کتابوں میں چھپیں۔ یہ صاحب سپاہیوں میں نوکر تھے اور کتابوں کی دکان بھی رکھتے تھے۔ وقت پر "نوکری" بجاتے تھے" اور خالی وقت میں رامپوریوں کی طرح ڈنڈے بجانے کی جگہ کتابیں بیچتے تھے۔ ناول لکھتے تھے شاعری کرتے تھے۔ میری ان سے ملاقات ناول بینی کی مد میں ہوئی تھی۔ کرایہ پر ناول پڑھنے کے لیے دیتے تھے۔ سنا ہے اب تک زندہ ہیں اور وہی دونوں شغل جاری ہیں۔ اب تو صدہا کتابوں کے مصنف ہو گئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ خوش رکھے۔

تاریخ گوئی میں ایک یہ دلچسپ اتفاق بھی ہوتا ہے کہ اپنا یا کسی کا مصرع ذہن میں آئے اور وہ بجنسہٖ پورا مادۂ تاریخ نکل آئے۔ یہ بات شاذ و نادر پیش آتی ہے اور محض حسنِ اتفاق ہوتا ہے، لیکن تاریخ گو کے لیے نہایت مسرت و حیرت کا باعث ہوتا ہے مجھے بھی چند بار اس کا تجربہ ہوا ہے۔ ایک تو وہی نجو خالہ والی تاریخ۔ دوسرے امیر مینائی کی تاریخ وفات کے لیے یہ فارسی کا قدیم مشہور مصرع (آں قدح بشکست و آں ساقی نماند) تیسری بار مہو چھاونی کی ترکِ ملازمت کے وقت یہ مصرع زبان سے نکلا! (رخصت اے اہلِ ۱۹۱۲ء مہو جاتے ہیں ہم) اور بجنسہٖ مادۂ تاریخ ثابت ہوا۔ بعض اور تاریخیں بھی اسی طرح آورد و تصنع سے خالی ہیں اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مصرع کا مصرع ذہن میں آ گیا ہو گا، لیکن

ایسا نہیں ہوا۔ مثلا یہ مادہ تاریخ (شکر خدا کہ ہو گئے پاس امتحان میں ہم) بہت بیساختہ ہے۔ لیکن بہت الٹ پلٹ کے بعد بنا تھا۔ ۱۹۰۹ء

تاریخ گوئی کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ فی البدیہہ کہہ دی جائے۔ یعنی فرمایش سننے، یا خیال آنے کے بعد بغیر لکھے ذہن میں گردش دے کر چند منٹ میں مادہ نکل آئے۔ یہ بڑی قدرت و مہارت کی بات ہے، اور اگر تاریخ واقعی عمدہ ہو تو بیشک کمال ہے۔ میں اس کمال سے عاجز ہوں۔ چند بار ایسا اتفاق ہوا ہے کہ منٹوں میں تاریخ نکل آئی ہے لیکن وہ نوادر میں سے نہیں ہیں۔ مثلا لاہور میں شالامار باغ سے واپس آ رہا تھا۔ سواری میں اور احباب بھی ساتھ تھے۔ ان کی باتوں اور ہنسی مذاق کے دوران ہی میں یہ تاریخ ہو گئی (دیکھ کر آئے ہیں شالامار باغ) یا کانپور میں سید ابو محمد صاحب ثاقب کانپوری نے اپنے دیوان کی تاریخ کی فرمایش کی۔ وہیں بیٹھے بیٹھے ذرا سی دیر میں ان کو یہ مادہ پیش کر دیا (دیوان اشعار ابو محمد ثاقب)۔ ایک مرتبہ میں اور مولوی ولی محمد خاں صاحب کالج سے قریب کی مسجد میں ظہر کی نماز کے لیے گئے۔ وہاں کسی لڑکے نے کہا راشد الخیری کا انتقال ہو گیا۔ میں نے اس سے پہلے یہ خبر نہ سنی تھی۔ استنجے کے لیے غسل خانہ میں جا رہا تھا۔ چلا گیا۔ وہاں سے نکل کر یہ تاریخ سنائی

اگر وہ اور بھی دو سال جی گئے ہوتے تو ہوتی نام سے تاریخ راشد الخیری

راشد الخیری کے عدد (۱۳۵۶) ہیں۔ دو عدد کا تخرجہ کیا ہے۔ یہ تاریخ کچھ کمالات میں سے نہیں ہے۔ ہر تاریخ لکھنے والے نے اول راشد الخیری کے عدد نکالے ہوں گے۔ اکثر نے دو عدد زیادہ دیکھ کر چھوڑ دیا۔ بعض نے اس سے کام لیا اور تخرجہ کیا۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ اس سے زیادہ موزوں تخرجہ اور کسی کا دیکھنے میں نہیں آیا۔ مثال کے طور پر "عصمت" کے ماتمی نمبروں میں سے دو تاریخیں درج کرتا ہوں:

راشد الخیری سے نکال الف اور پھر لکھ دے۔ راشد الخیر

(از محمود اسرائیلی)

سرنگوں بام فلک نے دی ندا راشد الخیری ہے تاریخ وفات

(از سید راحت حسین بی اے بی ایل)

پہلی میں راشد الخیری کے دونوں الف نکالے ہیں۔ اور دوسری میں بام فلک کا سر

یعنی (ب) نگوں کیا ہے۔

بالکل اسی طرح کی بدیہہ گوئی کا ایک لطیفہ یہ ہے کہ ایک دن کالج سے گھر آیا ہی تھا۔ اچکن بھی نہ اتاری تھی کہ ڈاک ملی، اس میں اسلامیہ کالج پشاور سے پروفیسر حبیب کا خط ملا کہ ایک جواں مرگ شخص سید غلام الحسنین کی تاریخ مطلوب ہے۔ کھڑے کھڑے اس نام کے عدد نکالے تو پورا سال وفات۔ یہ دیکھتے ہی معاً دوسرا شعر موزوں ہو گیا۔ اور اچکن اتارتے اور لکھنے کے لیے بیٹھنے تک پہلا بھی۔ پندرہ بیس منٹ کے اندر خط ڈاک میں جانے کے لیے تیار تھا۔ تاریخ کا شعر یہ تھا:۔

مرنے کی یہ نام خود خبر دیتا تھا　　　تاریخ ہے "سید غلام الحسنین"

۱۳۵۴ھ

بعض اور مادّے بھی فی البدیہہ نکلے ہیں۔ صفحہ ۲۳۳ پر میری تاریخ گوئی کی دو تاریخیں درج ہیں۔ وہ بھی سونے کے ارادے سے پلنگ پر لیٹے لیٹے کہی تھیں۔ بعض تاریخیں صبح کی ہواخوری کے دوران میں نکلی ہیں۔ مثلاً آگرہ میں ایک شخص آیا تھا جو کئی دن تک شب و روز بائیسکل پر چکر لگاتا تھا۔ قلعہ کے نیچے یہ تماشا ہو رہا تھا اور میں صبح کو ٹہلتے میں اس کو دیکھ کر واپس آ رہا تھا۔ یہ مشہور مصرع ذہن میں آیا (آفریں باد بریں ہمت مردانۂ تو) سیکڑوں اور دہائیوں کے حروف پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ سنہ ہجری سے زیادہ اور سنہ عیسوی سے کم عدد نکلیں گے۔ چلتے ہی چلتے عدد نکالے تو آخری لفظ (تو) کو چھوڑ کر پورا سنہ ہجری نکل آیا۔ اور الفاظ کی ترتیب بدلنے سے پورا مصرع تاریخی بن گیا۔

(بریں مردانہ ہمت آفریں باد)　　　۱۳۵۵ھ

بعض تاریخیں عجیب نامساعد حالات میں نکالی ہیں۔ مثلاً میرے مخدوم و مکرم حکیم محمد حیات خان صاحب دہلوی طبیب آگرہ کے لڑکے اور لڑکی دونوں کی شادیاں ساتھ ساتھ ہونے والی تھیں۔ حکیم صاحب نے رقعہ شادی پر لکھوانے کے لیے دونوں کی مشترک تاریخ چاہی۔ اتفاق سے میں تعمیل ارشاد سے پہلے سخت بیمار ہو گیا۔ شدید جاڑا بخار آنے لگا۔ نہایت ضعف ہو گیا۔ اسی حالت میں ایک دن تاریخ کا خیال آ گیا۔ اور پلنگ پر پڑے پڑے ہی بڑا لمبا مادّہ نکال لیا:۔ (شادی نکاح صاحبزادہ و صاحبزادی حکیم محمد حیات دہلوی) = ۱۳۵۴ھ - ایک دن بھڑ نے کاٹ کھایا، بڑی تکلیف ہوئی۔ لیکن اسی تکلیف میں یہ

تاریخ بھی نکال لی:۔ (حامد تتنبۓ نے کاٹا)

۱۳۵۵ھ

ایک دفعہ ایسا بھی اتفاق پیش آیا کہ ایک کتاب چھپ رہی تھی۔ کاتب اس کی آخری کاپی لکھ کر مطبع سے گھر لایا۔ کاپی میں کچھ جگہ خالی تھی اس کے لیے مضمون کی ضرورت تھی۔ خیال آیا کہ طباعت کتاب کی تاریخیں لکھ دی جائیں۔ چنانچہ کاتب کو روک لیا، اور میں، عابد حسن، مولوی فیاض رامپوری (جو اس وقت مہمان تھے) تاریخیں نکالنے میں مصروف ہوگئے۔ حسن اور خالد بھی آگئے اور مادّے ڈھونڈنے لگے۔ لڑکوں کو تو عدد بھی یاد نہ تھے، عابد حسن کو بھی مشق نہ تھی، مولوی صاحب کو تاریخ گوئی کا بہت شوق تھا لیکن نہایت سست طبیعت تھی۔ بیشتر محنت میری ہی رہی خود بھی متعدد مادے نکالے اور قطعے لکھے اور دوسروں کے مادوں کو بھی نظم کیا۔ غرض تھوڑی دیر میں اتنی تاریخیں جمع ہوگئیں کہ کتاب کے خالی صفحے کے علاوہ جہاں چند سطروں کی جگہ ملی تاریخیں لکھوادیں۔ ان میں سے میرے حصے میں دو ایک تاریخیں آئی تھیں وہ صفحہ ۴۷ پر درج ہیں باقی چھ سات تاریخیں دوسروں کے نام پر چسپاں کی گئیں۔

بعض تاریخیں ظریفانہ رنگ کی ایسے لوگوں کے متعلق کہیں اور ان کو سنائیں کہ انھوں نے لطف حاصل کیا اور برا نہ مانا۔ لیکن اس طرح کی ایک تاریخ لکھ کر ایک صاحب تک پہنچائی تو انھوں نے بہت ناگواری کا اظہار کیا۔ مصرع تاریخ یہ تھا: (ریش دراز پر بھ عقیقہ نیا سچا) = ۱۳۴۹ھ اس طرح کی بعض تاریخیں غیبت کی حد میں داخل ہیں کہ وہ لوگ سن کر بُرا مانیں گے۔ ان میں سے بعض ہزل و فحش کی حد تک پہنچ گئی ہیں اور بعض شاید جرم قانونی کی حد میں بھی آجائیں۔ یعنی میرا یہ شوق خبط کی حد تک بڑھا ہوا ہے۔

آیات قرآن سے تاریخ نکالنا بھی ایک کمال ہے۔ اور یہ ذہن کی رسائی اور تلاش نہایت قابل تحسین اور موجب حیرت ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کی قرآنی تاریخیں نہایت عجیب و اعلا دیکھنے سننے میں آئیں ہیں۔ مثلاً سر سید احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دونوں تاریخیں نہایت عمدہ ہیں (انّ العاقبة للمتقين) اور (انی متوفيك ورافعك الیّ ومطهرك) خصوصاً دوسری بڑی عجیب و غریب ہے پہلی پر اہل فن کو یہ اعتراض ہے کہ عاقبۃ کی (ۃ) ت نہیں بلکہ ہ ہے، اس لیے ۴۰۰ کی جگہ پانچ عدد لیے جائیں گے اور یہاں

(ت) کے (۴۰۰) شمار کئے گئے ہیں۔ اور ۃ کو (ت) لکھنا املا ہے قرآن کے خلاف ہے۔ اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ کی عمارت کی تاریخ کسی نے آیت سے خوب نکالی ہے: (لِيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمَكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ) ۱۳۱۲ اگرچہ اس میں بھی حکمۃ میں (ت) کے (۴۰۰) عدد لیے گئے ہیں۔ جنگ عظیم یورپ کی تاریخ کسی نے الفاظ قرآن سے عجیب نکالی ہے (بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ) ۱۹۱۴

اس کمال میں میری شرکت ہے بھی، اور نہیں بھی ہے۔ یعنی ایسا شاذ و نادر ہوا ہے کہ کسی واقعہ کے وقت خاص طور پر اس کے لیے قرآن مجید سے تاریخ نکالی ہو۔ بلکہ اکثر و بیشتر یہ ہوا ہے کہ تلاوت کے وقت یا ویسے ہی کسی آیت میں مستقبل قریب کا کوئی سنہ نکل آیا اور اس تاریخ کو لکھ کر رکھ لیا۔ جب اس کے مناسب واقعہ پیش آیا وہ تاریخ چپکا دی۔ کمتر ایسا بھی ہوا ہے کہ سنہ ماضی نکل آیا، اور تاریخ برجستہ و موزوں ہوئی تو ڈھونڈ کر کسی گزشتہ واقعہ پر چسپاں کر دی۔ اس آخری قسم میں میری ایک عجیب تاریخ داخل ہے۔ یعنی ایک بار ایک آیہ کریمہ میں ۱۲۹۶ھ نکلے۔ یہ سنہ میری ولادت سے آٹھ سال پہلے کا ہے۔ لیکن تاریخ نہایت نفیس اعلا تھی۔ بیکار چھوڑنے کو جی نہ چاہا۔ اموات خاندان کا رجسٹر دیکھا۔ معلوم ہوا اس سال میں حضرت مولانا فضل عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا ہے۔ یہ میرے پردادا کے چھوٹے بھائی تھے، بڑے کامل درویش اور خاندان نیازیہ نظامیہ بریلی کے خلیفہ تھے۔ میری والدہ خالہ وغیرہ بہت سے افراد خاندان کے پیرومرشد تھے۔ تاریخ کے لیے بھی ایسا ہی باصفات آدمی درکار تھا۔ چنانچہ ان کی روح پاک کو اس کا ثواب پہنچا دیا۔ چونکہ اس دفتر تواریخ کے "دفتری" کے وجود بے جود سے بھی پہلے کی بات تھی اس لیے اس میں درج کرنے کی گنجائش کہاں تھی۔ اُسی رجسٹر پر لکھ دی اور اب یہاں حاضر ہے:۔ (عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا) ۱۲۹۶ھ ایسی پرانی اور خواہ مخواہ کی تاریخ اور نہیں ہے۔ لیکن اپنے زمانہ تاریخ گوئی کے اندر کی ایسی اور بھی تاریخیں ہیں جو واقعہ کے مدتوں بعد نکلی ہیں۔ ان میں ایک نہایت خوبصورت تاریخ میرے خالہ زاد بھائی محمد عظیم الحق جنیدی کی ولادت کی ہے، یعنی (وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا) ۱۳۲۹ھ یہ حضرت زکریا علیہ السلام کی اپنے فرزند حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے دعا ہے۔ اور ایک مولانا

حالی مرحوم کے لیے بھی سورۂ یٰسین کی آیت سے مختصر و موزوں، تاریخ خوب نکلی ہے۔ (فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ ۱۹۱۴) یہاں میں نے اساتذہ فن کے اصول پر دونوں لفظوں میں (ہ) اور (ۃ) کے یکساں عدد (پانچ) ہی لیے ہیں۔ لیکن ایک اور جگہ اس کے خلاف بھی کیا ہے اور سر سید وغیرہ کی تواریخ کے اتباع میں (وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۱۴۱۲) میں (ۃ) کے ۴۰۰ لیے ہیں یہ منشی اخلاق علی صاحب قبلہ میرٹھی کی اہلیہ کی تاریخ وفات ہے۔

ایک مرتبہ ۱۹۱۶ء میں تلاوت کرنے میں اسی آیت کریمہ پر نظر پڑی هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي ۱۹۱۸، عدد نکالے تو ۱۹۱۸ھ۔ اس وقت میرا پہلا بچہ کوئی سال بھر کا ہوگا لیکن خیال آیا کہ انشاء اللہ میرا ہی کوئی بچہ اس وقت تک اور ہو جائے گا اور اس کے لیے یہ تاریخ موزوں ہوگی۔ لکھ کر رکھ لی۔ اتفاق سے ۱۹۱۸ء میں لڑکی پیدا ہوئی۔ لیکن ھٰذا اسم اشارہ مذکر کے لیے تھا۔ برادر عزیز مولوی محمد طاہر فاروقی نے کہا یعنی ھٰذا الانعام۔ اس سے چار سال بعد تیسرا بچہ لڑکا ہوا تو اسی تاریخ کو یوں کر لیا (ھٰذہ من فضل ربی ۱۹۲۲) یہاں پھر الٹی بات ہو گئی یعنی مذکر کے لیے اشارہ مونث، تو اس کی تاویل کی گئی ھٰذا النعمۃ اسی طرح دوران تلاوت میں اس آیۂ مقدسہ سے تاریخ نکل آئی تھی: (لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ۱۹۳۶ء)، یہ راشد الخیری کی تاریخ وفات قرار دی گئی اور رسالہ عصمت دہلی کے ماتمی پرچہ میں چھپوا دی۔ میں کبھی کبھی ایک تاریخ ایک سے زیادہ آدمی کے حوالے کر دیتا ہوں خصوصاً جب دیکھتا ہوں کہ دوسرا مصرف پہلے سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ یہ راشد الخیری والی تاریخ مفتی الیاس حسین صاحب کرتپوری کی اہلیہ کی تاریخ وفات بھی کر دی۔ اور انھوں نے یہ کام لیا کہ اس کو بھی دوسرے قطعہ تاریخ کے ساتھ پتھر پر کندہ کرا لیا۔

اس آیت کی تاریخ کے سلسلے میں یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ قرآن مجید میں یہ آیت ضمیر غائب کے ساتھ بھی ہے اور بہت مشہور ہے۔ قدیم زمانے کے مختلف بزرگوں نے اس آیت کے مختلف حصوں سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے مختلف اولیاء اللہ کی تواریخ وفات نکالی ہیں جو اس قدر دلچسپ و موزوں ہیں کہ میں ان تاریخوں کو بھی ان بزرگوں کی کرامات سمجھتا ہوں، اس لیے درج کرتا ہوں:

دفتر تواریخ

واللّٰہ۔ اِنَّ اولیاءَ اللّٰہِ لا خوفٌ علیہِم ولا ھُم یحزنون سلسلہ کے کسی قدیم بزرگ کی تاریخ وفات

۱۰۸۵ھ	تاریخ وفات مولانا فخر الدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ
۱۱۹۹ھ	تاریخ وفات مولانا شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی رحمتہ اللہ علیہ
۱۲۵۰ھ	تاریخ وفات مولانا شاہ نظام الدین حسین صاحب بریلویؒ
۱۳۲۲ھ	

آخری تاریخ والد مرحوم کی نکالی ہوئی ہے۔ انھوں نے آیت پر (واللہ) کا اضافہ کیا ہے۔ اسی لیے میں نے لکھنے میں اس کو جدا کر دیا ہے۔ یہ اضافہ بھی خوب ہے۔ میری بعض اور بھی قرآنی تاریخیں دلچسپ ہیں۔ جنگ ترکی واٹلی واقع ۱۹۱۱ء ۱۳۲۹ھ کے متعلق کس قدر خوبصورت اور موزوں تاریخ نکلی ہے:

(اِنَّ الاَبرارَ لفِی نَعِیمٍ وَاِنَّ الفُجّارَ لَفِی جَحِیمٍ) ۔یا ہندو مسلم فساد میں ہندوؤں کی شکست کے متعلق: وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ۔ ۱۳۲۹ھ
۱۹۲۷ء

آیت قرآنی کے علاوہ اور عربی کی تاریخوں میں بہترین مادہ یہ ہے جو مسجد برلن (جرمنی) کی تعمیر کے لیے اذان کے الفاظ سے نکل آیا ہے: (حیَّ علی الصلوۃ حیَّ علی الصلوٰۃ حیَّ علی الفلاح حیَّ علی الفلاح)۔ یہ محض اتفاق تھا کہ ادھر ذہن منتقل ۱۹۲۶ء
ہو گیا۔ اسی طرح ایک دن کسی کتاب میں عربی کا ایک مصرع معنی خیز نظر آیا، سنہ نکالے تو ۱۹۰۴ء نکلے۔ اس کو شاہ نظام الدین حسین صاحب بریلویؒ کی تاریخ وفات بنا دیا۔ وہ مصرع یہ ہے: کَیفَ یَمُوتُ الَّذِی یَکُونُ تَقِیاً۔ میں عربی اتنی نہیں جانتا کہ اس زبان میں بے تکلف نظم لکھ سکوں۔ اس لیے ان چیزوں کے علاوہ عربی تاریخیں بس اس طرح کی ہیں جیسے والد مرحوم کی تاریخ وفات (برّد اللّٰہُ العلیّ مضجعَہٗ) یا حضرت مولنا شاہ محمد حسین صاحب قصوری نقشبندی جماعتی کی (رضی عنہ اللّٰہ الباقی)۔ ایک تاریخ البتہ ذرا دلچسپ نکل آئی ہے جو اگرچہ عربی کے مندرجہ بالا مصرع سے ماخوذ ہے لیکن نام آجانے کے سبب سے نہایت موزوں ہو گئی ہے۔ یعنی کورٹ انسپکٹر مولوی محمود الحسن صاحب مرحوم کی تاریخ وفات (ماتَ الّذِی کانَ مَحمُوداً) عربی تاریخوں کا ذکر ختم کرنے سے پہلے یہ بھی لکھ دوں کہ قرآن مجید سے نکلی ہوئی چند تاریخیں ایسی بھی رکھی ہیں جن میں سنین، ماضیہ یا آیہ نکلتے ہیں لیکن ان کو کہیں چھپایا نہ جا سکا یا چھپا نے کا بھی وقت نہیں آیا۔ مثلاً (حَسُنَتْ مُستَقرّاً) (حَسُنَتْ مُرتفقاً) (اُولٰئِکَ عَلَیھِم صَلَوٰتٌ
۱۳۱۹ء ۱۳۴۵ء

من ربهم ورحمة) (لذة للشربين ۱۳۵۷) (مفازا حدائق واعنابا وكواعب اترابآ وكا سادها قا) ۱۹۳۲ (الذين ير ثون الفردوس).(لا تقو لو المن يقتل في سبيل الله المواتٍ) اس میں (و) ۱۹۳۸ بھی شامل ہو جائے تو ۱۹۴۶ء میں کام آسکتی ہے۔ ۱۹۴۰ یہ اس لیے لکھ دی ہیں کہ نوشتہ بماند سیہ بر سفید / نویسندہ را نیست فردا امید / داشتہ آید بکار۔

فن تاریخ گوئی کے اساتذہ وماہرین نے معمولی قاعدہ کے علاوہ بعض دشوار التزامات قائم کر کے تاریخیں کہی ہیں ان میں سے ایک نہایت مشکل قاعدہ یہ ہے کہ ہر حرف کے نام ملفوظی کے عدد لیے جائیں۔ مثلاً لفظ (علم) کے عدد معمولی قاعدے سے اس طرح شمار کیے جاتے ہیں۔

(ع ل م

۷۰+۳۰+ ۴۰=۱۴۰)

اور اس کو حساب جمل یا قاعدہ زبر کہتے ہیں یہی عام طور پر رائج ہے۔ لیکن حروف علم کے اس اسماء ملفوظی یا حروف باطنی کے عدد اس طرح شمار کیے جائیں گے۔

(عین لام میم

۱۳۰+ ۷۱+ ۹۰=۲۹۱)

اس قاعدے کو زبر و بنیات کہتے ہیں۔ میں ان کمالات کا مرد میدان نہیں ہوں اس لیے ہمیشہ سادہ معمولی تاریخیں لکھیں، لیکن ایک مرتبہ رسالہ جامعہ، دہلی میں نگینہ کے کسی صاحب کمال کی ایک تاریخ اسی صنعت زبر و بنیات میں دیکھی۔ اس میں ایک یہ کمال اور تھا کہ مصرع تاریخ اور قطعہ کے مصرع سب غیر منقوط تھے۔ تاریخ اچھی تھی۔ مجھے اس صنعت میں کوشش کرنے کا خیال آگیا چونکہ اس کو جامعہ ہی میں شائع کرنے کا قصد تھا اس لیے تاریخ کے لیے کوئی ایسا واقعہ تلاش کیا جو دلچسپی کا باعث ہو۔ اس زمانے میں لوزان کانفرنس ہوئی تھی اور اس میں ترکوں کے قائد اعظم مصطفیٰ کمال پاشا کی صلح و کامیابی کی دہوم تھی۔ اسی کو ہدف تاریخ بنایا اور یہ تیر مارا:

صلح کردہ کمال کامل
حامد را کرد ملہم الہام
عادل، محمود عصر و ہمدرد
صلح حاصل مراد دل کرد

۱۳۴۱

مصرع تاریخی کے اعداد اس طرح لیے گیے ہیں:

(صاد لام حا۔ حا الف صاد لام۔ میم را الف دال۔ دال لام۔ کاف را دال)

۹۵+۵۱+۹+۹+۱۱۱+۹۵+۷۱+۹۰+۲۰۱+۱۱۱+۳۵+۳۵+۷۱+۱۰۱+۲۰۱+۳۵)۱۳۴۱

دفتر تواریخ

اس کے علاوہ اسی واقعہ کی ایک تاریخ غیر منقوط کی قید اٹھا کر زبر و بنیات میں کہی۔ اور ایک زبر و بنیات کی شرط چھوڑ کر غیر منقوط میں کہی۔ اسی زمانے میں رئیس الاحرار مولانا محمد علی مرحوم نظر بندی سے آزاد ہوئے تھے۔ ایک تاریخ ان کی زبر و بنیات میں بغیر شرط غیر منقوط کہی یہ سب تاریخیں صفحہ ۶۶ و ۶۷ پر درج ہیں۔

ایک صنعت یہ پیدا کی جاتی ہے کہ مادہ تاریخ کے الفاظ کے صرف ابتدائی حروف، یا درمیانی حروف یا آخری حروف کے اعداد لیتے ہیں، اور اس کی طرف کسی خوبصورت پرایہ میں اشارہ کر دیتے ہیں۔ یہ کاریگری بھی آسان نہیں ہے۔ اس صنعت کی سب سے اچھی، اور غالباً اردو میں سب سے پہلی تاریخ حکیم مومن خاں دہلوی نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ کی وفات پر کہی ہے۔ بہت مشہور ہے اور تاریخ و قطعہ دونوں سننے کے قابل ہیں، اس لیے یہاں نقل کرتا ہوں:۔

انتخاب نسخہ دیں مولوی عبدالعزیز ۔۔۔ بے نظیر و بے عدیل و بے مثال و بے مثل
جانب ملک عدم تشریف فرما کیوں ہوئے ۔۔۔ آ گیا تھا کیا لکھیں مردوں کے ایماں میں خلل
مجلس درد آفریں تعزیت میں میں بھی تھا ۔۔۔ جب پڑھی تاریخ مومن نے یہ آکر بے بدل
دست بیداد اجل سے بے سروپا ہو گئے ۔۔۔ فقر و دیں، فضل و ہنر، لطف و کرم، علم و عمل

ق ی ض ن ط ر ل م

۱۲۳۹ھ ۔۔۔ ۱۰۰+۱۰+۸۰۰+۵۰+۹+۲۰۰+۳۰+۴۰

میں نے بھی اس کی تقلید میں طبع آزمائی کی ہے۔ نتائج ملاحظ ہوں:۔

(۱) ۔ صرف شروع کے حروف سے، بلوۂ کانپور کی تاریخ:۔

۳۰۰ ۱۰۰۰ ۹ ۴۰

یہ تاریخ سنئے کہ کہتے ہیں کیا ۔۔۔ لب شورش و غدر و طغیان و مرگ

۱۳۴۹

۔ مولوی محسن کا کوروی' کی تاریخ ہے "روئیم نسود اندوہ و غم درد و الم، رنج و ستم"

ا غ و ا ر ں ۵۰ ۳

ھ ۱ ۲ ۶ ۶ = (۶ ۰ + ۲ ۰ ۰ + ۱ + ۴ ۱ ۰ ۰ ۰ + ۱

(۲) صرف درمیانی حروف سے، شاہ دلگیر اکبر آبادی کی تاریخ وفات:۔

۴ ۹۰ ۸۰ ۳۰۰ ۶۰۰ ۷۰ ۲۰۰ ۹

سب بے سر وپا ہو گئے دلگیر کے جاتیے اب لطف وکرم، شعر و سخن، عشق و وفا، وصل وادا

(۳) صرف آخری حروف سے، ایک مہمان نوازی کی تاریخ:۔

جو چاہو دیکھنا تاریخ اس مہماں نوازی کی تواضع فیض و لطف و مکرمت کی انتہا دیکھو

۴۰۰ ۸۰ ۸۰۰ ۷۰

۱۳۵۰

(۴) درمیانی حروف چھوڑ کر، شاہ دلگیر کی تاریخ وفات

۵۰۰+۶۰ ۲۰+۳۰۰+۱۰۰+۳۰۰+۱۰۰+۷۰۰+۳۰+۲۰ ۷+۵۰ ۱+۶

دلم بگفت کہ بے دل زمرگ او گشتہ وفا و ناز و کرم، ذوق و شوق و شعر و سخن

۱۳۵۳ھ

(۵) آخری حروف چھوڑ کر شاہ دلگیر کی تاریخ وفات

سال مرگش گفتہ ام حامد کہ اندر ہجر وے آہ وافسوس وملال وصدمہ و غم بیحد است

۱ ۱۴۷ ۷۱ ۱۳۴ ۱۰۰۰

۱۳۵۳

ان صنائع میں اور تاریخیں بھی کہی ہیں جو ۸۸ اور ۱۵۹ پر درج ہیں۔

ایک عجیب و غریب شاخسانہ یہ نکالا گیا ہے کہ مادۂ تاریخ کے لیے واقعہ کی مناسبت سے صرف ایک لفظ ایسا تلاش کرتے ہیں جس کے حروف کے اعداد برابر برابر لکھنے سے سنہ مطلوبہ پیدا ہو جائے۔ جیسا کہ کسی قدیم (ایک سو برس پرانے) جدت پسند تاریخ گو نے کسی باغ کی تاریخ لفظ طوبا سے یوں نکالی ہے ط و ب ا

۱ ۲ ۶ ۹

یہ صرف سوجھ جانے اور بن آنے کی بات ہے۔ نہ ہر سنہ کی اس طرح تاریخ نکل سکتی ہے نہ ایک لفظ ہر واقعہ کے لیے موزوں ہو سکتا ہے۔ بہر حال تاریخ گوئی کی کتابوں میں ایجادات کی مثال میں اس طوبا کا ذکر ضرور آتا ہے۔

[۱] اس صنف تاریخ گوئی پر میر تقی میر دہلوی کا یہ شعر خوب صادق آتا ہے:

مشک و سنبل کہاں وہ زلف کہاں شاعروں کے یہ شاخسانے ہیں

بہا گاؤں کا گاؤں طوفاں میں ایسا	کہ ممکن نہیں جس کی ہر گز تلافی
بچائیں تو اللہ والے بچائیں	وہ شیخ مجددؒ ہوں یا بشر حافیؒ
مثال اس کی ممکن نہیں پیش کردیں	بدایوںیؔ، قاسمؔ، ابوالفضلؔ، خافیؔ
یہ وہ درد ہے جس کا درماں ہے مشکل	ہو اللہ کافی، ہو اللہ شافی
مجھے اس سے عبرت دلانا ہے مقصد	نہ اظہار خوبی نظم و قوافی
زمیں جیسے بستی سے خالی ہوئی ہے	یونہی غیر حق سے رہے سینہ صافی
مجھے اک نئی بات سوجھی ہے، لیکن	خدا جانے اس میں نکل آئے کیا فی
غرض میں نے تاریخ کہہ دی کہ یہ جا	جو دیکھا کہ طوفاں نہ دے گا معافی

ب ہ ج ا

۱ ۳ ۵ ۲

عدد جمع کرنے کی حاجت نہیں ہے
برابر برابر ہے لکھنا ہی کافی

ایک اور جدت ناسخ لکھنوی کو سوجھی ہے۔ فرماتے ہیں:

از خانۂ حکیم ہشت برگیر   سہ مرتبہ نصف نصف کم کن

یعنی ۱۲۴۸۔ بیشک نئی بات ہے، لیکن صرف اسی سنہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ نہ پہلے تھی نہ صدیوں بعد تک ہو سکے گی۔ تمام اکائیوں میں صرف (۸) کے عدد سے یہ بات نکل سکتی ہے۔ البتہ اس میں ترمیم کر کے آئندہ سال (۱۳۵۷ھ) کے لیے یوں کہا جا سکتا ہے:۔

از زائے زمانہ ہفت گیرید   سہ مرتبہ کم کنید دو دو

یعنی ۱۳۵۷۔ اور یہ بات بھی اسی ایک سال میں ممکن ہے۔

ایک مشکل وجدید صورت یہ بھی اختیار کی جاتی ہے کہ مادہ تاریخ میں سنہ واقعہ لفظوں میں بیان کیا جاتا ہے اور اس کے اعداد سے بھی وہی سنہ نکلتا ہے۔ یادداشت کے لیے تو اس کی ضرورت نہیں اس لیے کہ جب لفظوں سے سنہ ظاہر ہو رہا ہے تو اعداد سے نکلے یا نہ نکلے۔ مقصد یاددہانی پورا ہو گیا۔ لیکن چونکہ لفظوں میں بیان کرنے میں چھ

بعد کو مولوی محسن کاکوروی کی یہ تاریخ اسی صنعت کی نظر آئی۔ منشی جمال الدین حسن [illegible] سے اضافہ دوم تنخواہ کی تاریخ ہے: از جیم جمال دیں سہ برگیر   دوبار اضافہ [illegible] (۱۲۹۳)

استادی نہ تھی، اس لیے یہ کمال دکھایا جاتا ہے۔ اساتذہ سلف کی کوئی مثال اس وقت نہ مل سکی کہ بطور نمونہ پیش کرتا۔ میں نے اس میں بھی کچھ وقت ضائع کیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے۔

(۱) بگو حامد، "ہزار و نہ صد و دو سال بگذشتہ" (۱۹۰۲)

(۲) ہے تاریخ الفاظ و اعداد میں کہ۔ "سن آج تیرہ سو بتیس ہیں"
۱۳۳۲

(۳) تیرہ سو اٹھارہ ہوئے آج یا تیرہ سے اٹھارہ ہوئے (بول چال میں سو کو سے بھی کہہ دیتے ہیں)
۱۳۱۸ ۱۳۱۸

(۴) اس صنعت میں میں نے یہ کاریگری بھی کی ہے کہ مادّہ تاریخ کے الفاظ میں سنہ ہجری بتائے ہیں اور ان کے اعداد سے سنہ عیسوی نکالے ہیں تاکہ واقعہ کے دونوں سنہ ساتھ ساتھ دریافت ہو سکیں۔

قطعہ

صدی بیسویں تھی کہ قہر الٰہی — جو آتے ہی کی اس نے برپا قیامت
ابھی سال پہلا ہی تھا اس صدی کا — مشاہیر عالم ہوئے کتنے رخصت
وہ وکٹوریہ، ملکہ برطانیہ کی — وہ کابل[1] کا والی، وہ فخر امارت
وہ رستم[2] کرے جس کی رستم غلامی — وہ عبد[3] المجید آفتاب حذاقت
جو پوچھے کوئی سال ان حادثوں کا — تو کہہ دو کہ۔ "تیرہ سو اٹھارہ ہجرت"
۱۹۰۱
ہے لفظوں میں ہجری، عدد عیسوی کے — نئی تاریخ گوئی کی صنعت

یہ تاریخ جب کی نہیں، اب کی لکھی ہوئی ہے۔ غرض تاریخ گوئی کے تھال میں اس طرح کے خدا جانے کتنے شگوفے پھوٹے ہیں۔

تاریخ گوئی کا ایک عارضہ لازمہ تعمیہ و تخرجہ ہے۔ کبھی مادّے میں چند اعداد کی کمی یا بیشی رہ جاتی ہے۔ اور مادہ کی خوبی کے سبب سے اس کو چھوڑا نہیں جا سکتا، اس لیے اس

---

[1] امیر عبدالرحمٰن خاں [2] رستم ہند غلام پہلوان [3] حکیم عبد المجید خاں دہلوی حاذق الملک

میں الگ سے کچھ بڑھا گھٹا کر پورا کر دیتے ہیں۔ اور اس جمع و فرق کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ یہ اصل میں ایک قسم کا عیب ہے لیکن بعض تاریخوں میں یہ عیب ہنر بن گیا ہے۔ مثلاً مرزا غالب دہلوی نے غدرِ ۱۸۵۷ء کی تاریخ (رستخیز بیجا) سے نکالی ہے۔ اس میں رستخیز کے (۱۲۷۷) میں سے (۴) عدد کم کیے جائیں گے۔ اس کی طرف لفظ (بے جا) سے اشارہ کیا ہے لیکن رستخیز بیجا (یعنی بے موقع قیامت) غدر کے لیے اس قدر موزوں ہے کہ یہ تاریخ غالب کی دوسری پوری تاریخ (غدرِ ہندی ۱۲۷۳) سے کم پُر لطف نہیں ہے۔

یا مثلاً ہمایوں بادشاہ کے زمانے میں کسی نے تعمیرِ حوض کی تاریخ کہی تھی (از "حوض لطیف" آب بردار) آب بردار کہہ کر کس قدر موزوں تخرجہ کیا ہے۔ ۹۴۳ − ۳ = ۹۴۶

اکبر بادشاہ کی تاریخ وفات مشہور ہے: (الف کشیدہ ملائک زفوت اکبر شاہ) ۱۰۱۵ − ۱ = ۱۰۱۴ھ

الف کشیدن (افسوس کرنا) محاورہ ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اور دلچسپ تخرجہ قابل ذکر ہے۔ کسی نے شہادت حضرت امام حسینؓ کی (واقعہ ۶۰ھ) کی تاریخ کہی ہے (آہ بیروں آمدہ از اسم ذات) اسم ذات (اللہ) کے (۶۶) عدد میں سے (آہ) کے (۶) نکالے ہیں۔ بات خوب سوجھی، لیکن پوری ادا نہ ہوئی۔ یعنی تاریخ تو نکل آئی، لیکن یہ بات نہ نکلی کہ "اللہ نے بھی آہ کی"۔ اسم ذات کہنے سے اسم ہی مراد ہوگا مسمّیٰ نہیں۔ یوں کہنا چاہیے تھا (آہ از اللہ بیروں آمدہ)

استادوں نے قاعدہ یہ رکھا ہے کہ ایک دو سے زیادہ عدد گھٹائے بڑھائے نہ جائیں۔ لیکن لوگوں نے زیادہ اعداد کے تعمیہ و تخرجہ میں بھی جدت پیدا کر کے حسن و لطافت کو بڑھایا ہے۔ حکیم مومن خاں دہلوی نے اسی قسم کی زور طبیعت اکثر دکھایا ہے۔ کسی کی شادی کی تاریخ لکھی ہے: (سما پر بہم زہرہ و مشتری) = ۱۲۶۸ھ (۹۵۰ + ۲۱۷ + ۱۰۱) اپنی لڑکی کی تاریخ ولادت نکالی ہے:

نالِ کٹنے کے ساتھ ہاتف نے کہی تاریخ "دختر مومن" ۱۲۴۰

ایک تاریخ اور قطعہ دونوں بہت دلچسپ کہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ ۸۱

۱۲۵۹ھ

شحنۂ دہلی خلق آزاد بچہ افغاں رشوت خوار
خوار ہوا بارے اس سال لوگوں کا تھا یہ اقبال

نام بتاؤں کیا اے یار ناموزوں ہوں گے اشعار
ہاں تو پوچھے گر تاریخ اس سے کیا بہتر تاریخ
سب نے کہا جب چھوٹا کام[۶۱] اُترا شحنہ مردک نام

۱۳۲۰-۶۱=۱۲۵۹ھ

۱۲ مولوی محسن کاکورویؒ نے تخرجہ کیا ہے:

لا جواب است مصرع تاریخ "چشمہ فیض از دم طالب"

۱۳۳۲-۱۲=۱۳۲۰ھ

میں نے بھی تعمیہ و تخرجہ سے بہت کام لیا ہے۔ از لبِ ہاتف، از دلِ شاد، از روے الہام تو معمولی ترکیبیں ہیں، سبھی کرتے آئے ہیں۔ میں نے اور صورتوں سے بھی کمی یا بیشی کی ہے، اگرچہ ان میں بھی مجھے دعواے انفرادیت و ایجاد نہیں ہے۔ چند مثالیں لکھتا ہوں:-

اُٹھ کر کہی ایکؔ نے یہ تاریخ کیا چاند غروب ہو گیا ہے

۱۳۵۴-۱=۱۳۵۳ھ

میاں سر فضل حسین کی تاریخ وفات:-

ذکر تھا تاریخ کا، یہ ایکؔ نے بڑھ کر کہا آہ اک ماتم ہے ملک و قوم کا ان کی وفات

۱۳۵۵=۱+

ایک جلسہ کے متعلق یہ تاریخ کہی تھی:-

کمی ہے ایکؔ کی، اور وہ سکریٹری کی کمی بڑی کمی ہے تو کیا بے سبب یہ ہے افسوس
کمی سے ایکؔ کی تاریخ ہو گئی پوری نہ آئے ناظم بزم ادب یہ ہے افسوس

۱۳۴۹=۱-

ایک اور تخرجہ ہے:-

کشیدم آہؔ و گفتم سال رحلت "نسیم خلد جاں افزا ہے تو باد"

۱۲ ۱۳۵۴=۶-

تاریخ مرگ سے بھی نکلتی ہے آہ آہ شاہد کے جسم پر یہ کفن وامصیبتا

۱۳۴۸=۱۲-

اس سے زیادہ کی کمی و بیشی میں نے صرف اس حالت میں جائز رکھی ہے جب کسی

مشہور مصرع یا مثل سے تاریخ نکلی ہے اور اس کے لیے ضرورت ہوئی ہے۔ اس میں بھی کوشش کی ہے کہ برجستہ و موزوں ہو۔ مثلاً

بے مثل برآمد سنہ ازیں مصرع مشہور ۔۔۔ ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد
۳۳۹ ۔۔۔ -۵۷۰ = ۱۹۱۲ء

دل پکار اٹھا جو ٹوٹا اس طرح جورِ فلک ۔۔۔ حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے
-۳۳۹ = ۱۹۲۶ء

فیض سے حافظ شیراز کے نکلی تاریخ ۔۔۔ گرچہ حاصل مجھے حافظ کا ہے کیا خاک انداز
ایں صدائیست کہ از حسنِ عروسی آمد ۔۔۔ خیزد در کاسۂ زر آب طربناک انداز
۳۱۱ ۔۔۔ +۴۶۴ = ۱۹۳۲ھ

جان مجروح سے نکلی تاریخ ۔۔۔ گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی
+۳۱۱ = ۱۹۳۶ھ

اس کے علاوہ لفظوں کے باہم جمع و تفریق سے بھی کام لیا ہے۔ مثلاً

(۱) شد در جوارِ رحمت داخل نصیر عالم
۸۵۸ + ۴۹۱ = ۱۳۴۹ھ

(۲) شاہ مجنوں ز تاج و تخت جدا
۴۵۵ - ۱۸۱۰ = ۱۳۵۵ھ

(۳) منزل جنت میں داخل راشد الخیری ہوئے
۵۸۰ + ۱۳۵۶ = ۱۹۳۶ء

(۴) رقم سال وفاتش کرد حامدؔ ۔۔۔ کہ نیر داخل فردوس شد
۲۶۰ + ۱۰۹۵ = ۱۳۵۵ھ

بعض مادہ تاریخ میں سنہ ہجری و عیسوی دونوں نکالے ہیں۔ مثلاً

حامدؔ لکھو سال عیسوی و ہجری ۔۔۔ بے مثل خزانۂ کلام شعرا
۵۸۲ + ۱۳۲۵ھ = ۱۹۰۷ء

سال دو عا بگو، کند حشر خلیلؔ با خلیلؔ
۵۸۲ + ۱۳۴۳ھ = ۱۹۲۵ء

ایک دلچسپ واقعہ کی تاریخ ۲۲۹ پر درج ہے۔ اس کا دوسرا شعر یہ ہے:

اگر لکھنا ہو حامد سال ہجری عیسوی یکجا کہو: اپریل کی ساعت شماری، یہ قیامت ہے

۱۳۵۵ + ۵۸۱

۱۹۳۶ء

بعض تاریخیں پورے شعر سے نکالی ہیں۔ یہ سب ایسی ہیں جن میں کسی مشہور مصرع سے تاریخ نکالنے کے لیے اپنا مصرع بڑھا دیا ہے اور دونوں مصرعوں میں تاریخ پوری کر دی ہے۔

نہ کافی بودہ آیا ایں کہ ناگاہ زفتنہ فتنۂ دیگر برآمد

۳۵۸ ۱۵۵۸ =۱۹۱۶

حامدؔ ہے یوں اب بھی شاکر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ

۶۷۵ ۱۲۴۱ =۱۹۱۶

ترکِ بقہ کا سوچ کیا فی الحال کچھ بڑی ایسی کائنات نہیں

۱۰۱۴ ۹۱۸ =۱۹۳۲ء

اس سے آگے اہل فن نے اور بھی بڑے بڑے کمالات دکھائے ہیں۔ یعنی قصیدے کے قصیدے کہے ہیں اور ان کے ہر مصرع میں تاریخ نکالی ہے۔ دو دو چار چار شعر کے ایسے قطعے تو مرزا داغ دہلوی وغیرہ نے بھی کہہ دیے ہیں اس صنعت کی ایک نظم حال میں شائع ہوئی ہے۔ سید مقبول حسین وصل بلگرامی نے بادشاہ جارج پنجم کے جشن جوبلی (منعقدہ ۱۹۳۵ء) کے متعلق ۲۵ شعر کی نظم لکھی ہے جس کے تمام پہلے مصرعوں میں ۱۳۵۴ھ اور سب دوسرے مصرعوں میں ۱۹۳۵ء نکالے ہیں۔ یہ کوشش ہر حال میں لائق تحسین ہے، لیکن اس میں یہ بھی خوبی ہے کہ اکثر مصرع اور شعر نظم کے لحاظ سے بھی نہایت دلکش و برجستہ ہیں، اس لیے یہ نظم تاریخی یادگار ہے۔ اس کے سب عنوانات اور سرخیاں بھی تاریخی ہیں مثلاً نغمہ بہاراں (تاریخ دلفریب جشن جبلی) چند اچھے شعر بطور نمونہ و یادگار نقل کرتا ہوں:۔ ۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء

ایسا ہے جشن اس کا رفعت پناہ جو ہے خورشید حلم جو ہے، شاہوں کا شاہ جو ہے

۱۳۵۴ ۱۹۳۵

13678

وہ شاہ جارج پنجم رشک جہاں و سلطاں	وہ تاجدار اعلیٰ، ماہ کمال و ذی شاں
۱۳۵۴	۱۹۳۵
وہ شاہد عنایت جس کا زمانہ شیدا	وہ مقصد شجاعت، جود و سخا کا دریا
۱۳۵۴	۱۹۳۵
کیا رعب، کیا ہے سطوت، کیا جود کیا ہے دولت	کس میں یہ شان و شوکت، اللہ ایسی طاقت!
۱۳۵۴	۱۹۳۵
صدقے شکوہ جس پر، اجلال ہو تو ایسا	عالم کو فخر جس پر، اقبال ہو تو ایسا
۱۳۵۴	۱۹۳۵
کس طور کس روش سے پچیس سال گزرے	دور حکومت ایسا، ہو خلق شاد جس سے
۱۳۵۴	۱۹۳۵
افزوں رہے برابر اقبال، اوج دولت	ہو شاہ کو مبارک یہ خاص روز بہجت
۱۳۵۴	۱۹۳۵
اے وصلؔ کچھ نہ پوچھو، دل خوب جانتا ہے	تاریخ کا یہ قطعہ جس فکر سے لکھا ہے
۱۳۵۴	۱۹۳۵
نقاد حال دیکھیں، صنعت کا ہے یہ گلشن	ہے شعر شعر یکسر ہجری و عیسوی سن
۱۳۵۴	۱۹۳۵

اس سے بڑھ کر کمال کی مثال کسی قدیم فارسی کا قصیدہ ہے جو شاہجہاں بادشاہ کے کسی جشن کے موقع پر لکھا گیا ہے۔ قصیدہ کے ۲۵ شعر ہیں، لیکن ان ۵۰ مصرعوں میں صدہا تاریخیں رکھ دی ہیں۔ یعنی ہر مصرع سے الگ الگ تاریخ نکلتی ہے۔ پھر منقوط و غیر منقوط حرفوں سے نکلتی ہے۔ ایک کے منقوط اور دوسرے کے غیر منقوط سے نکلتی ہے۔ مصرعوں کے پہلے حرفوں کو جمع کرنے سے نکلتی ہے۔ قافیہ کے سب آخری حرف (ن) جوڑنے سے نکلتی ہے۔ مصرعوں کے پہلے حروف سے ایک شعر بن جاتا ہے، اس میں بھی کئی تاریخیں ہیں۔ غرض عجیب و غریب کمال دکھایا ہے۔ میں نے اس قصیدہ کو نقل کر کے رکھ لیا تھا، لیکن اس وقت نہ ملا۔ اس لیے اس کا نمونہ درج نہ ہو سکا۔ میرے والد صاحب قبلہ نے عم مکرم مولوی حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ مرحوم کی مراجعت حجاز و شام و عراق

کی تہنیت میں ایک قصیدہ لکھا تھا اس کے ہر مصرعہ اولیٰ سے ۱۳۲۸ھ نکلتے ہیں اور دوسرے مصرعوں کے حروف اولیٰ سے بھی یہی سنہ نکلتا ہے۔ حاجی صاحب کا تاریخی خطاب (افتخار الحجاج) تجویز کیا ہے۔ اس قصیدہ کے بعض مصرع تاریخی یہ ہیں:۔

۱۳۲۸ء

(زائر روضۂ نبیؐ زکی) (حاجی عرش رتبۂ صالح) (ذائق راح مسجد اقصیٰ)

۱۳۲۸ ۱۳۲۸ ۱۳۲۸

(لیلیٰ آسا شتر سوارِ حجاز) (حاجی خانہ خدا آمد)

۱۳۲۸ ۱۳۲۸

بہر حال کثرت تواریخ کا ایک نمونہ ذیل کے شعر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جو کلیات نعت مولوی محسن مرتبۂ مولوی نور الحسن سے نقل کیا جاتا ہے۔ منشی عبدالحمید صاحب نے کسی بچہ کی ولادت کی تاریخ لکھی ہے:۔

شمع بزم آرائے عالم آمد فصل بہار ۔ طالع بیدار عزت نیر برج شرف

۱۲۶۵ھ ۔ ۱۸۴۹ء

(۱) پہلے مصرع سے ۱۲۶۵ھ نکلتے ہیں

(۲) دوسرے مصرع سے ۱۸۴۹ء نکلتے ہیں

(۳) پورے شعر کے حروف منقوطہ سے سنہ ہجری

(۴) پورے شعر کے حروف مہملہ (غیر منقوطہ) سے سنہ عیسوی

میرا کارنامہ اس صنعت میں بالکل صفر ہے۔ یہ کمالِ مہارت کا کام ہے۔ میرے پلے میں نہ مشق و مہارت، نہ ذوق و جودت، نہ زور و ہمت۔ اس لیے کبھی اس طرف توجہ اور کوشش ہی نہ کی۔ بعض واقعات کی متعدد تاریخیں لکھیں، لیکن سب الگ الگ وزن و قافیہ کی۔ ایسی نہیں جو یکجا ہو کر اس صنعت کا چھوٹا سا قطعہ بھی بنا دیں۔ کبھی اتفاق سے بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا ہے تو دو مادے ہموزن نکل آئے ہیں، اور بجائے الگ الگ نظم کرنے کے شعر بنا کر قطعہ کے آخر میں رکھ دیا ہے۔ یہ اتفاق بھی صرف دو بار پیش آیا ہے۔ وہ اہل کمال کے سامنے پیش کرنے کے لائق تو کیا ہیں لیکن اپنی اس تازہ تاریخ کے مطابق کہ "ملا شہیدوں میں کیا خوب کاٹ کر انگلی" ان میں سے ایک درج کرتا ہوں:۔

جنابِ راز چاندپوری کے مجموعہ نظم کی تاریخ کہی تھی۔

ترتیب کلام کے ہیں دو سال
جو نظم ہے مہر نامۂ شعر
۱۹۲۵ء

مصرع ہیں یہ دونوں زیور نظم
جو شعر ہے سلک گوہر نظم
۱۹۲۵ء

بس میری رسائی تو یہیں تک ہے کہ بات بات پر تاریخیں کہی ہیں۔ چنانچہ اس وقت مندرجہ بالا تاریخ نقل کرنے کے خیال کے ساتھ ذہن اس مثل کی طرف منتقل ہو گیا کہ ''انگلی کاٹ کر شہیدوں میں داخل''یا'' ہم بھی لہو لگا کے کہ شہیدوں میں مل گئے۔'' اور چند منٹ میں اسی مثل سے وہ تاریخ نکال لی جو اوپر کہی ہے۔ یا جیسے اس مضمون کے صفحہ اول کی تاریخیں، کہ عنوان سے آخر صفحہ تک اس طرح کہی ہیں کہ ایک آدھ سطر لکھ کر کاغذ ہاتھ سے رکھ دیا اور تاریخ نکالنے لگا پھر دو ایک سطریں لکھیں پھر تاریخ کہنے لگا۔ اسی طرح مادے نکالتا گیا اور لکھتا گیا۔ یہ تاریخ گوئی کا شوق کبھی کبھی خبط کی حد تک پہنچ جاتا ہے، تلاوت، نماز، مطالعہ کتب ہر حالت میں تاریخ ہی دماغ میں بسی رہتی ہے۔ جہاں کوئی موزوں لفظ یا فقرہ، مثل یا مصرع سنا یا دیکھا اور ذہن اس کے اعداد کی طرف متوجہ ہوا۔ جس زمانے میں تاریخ گوئی کا ذکر و فکر زیادہ رہتا ہے اور کتاب تاریخ گوئی کو بار بار دیکھنا پڑتا ہے اس وقت کتنے مادے لفظوں کی مختلف ترتیب سے بے وجہ وضرورت پیدا کر دیتا ہوں اور ان کو کتاب کے حاشیہ پر اور بین السطور میں لکھ دیتا ہوں اور جب وہاں جگہ نہیں رہتی تو علیحدہ ورق چپکا لیتا ہوں اور اپنے مادوں کو لکھتا رہتا ہوں۔ اس کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ مثلاً ۱۳۵۵ھ کے مادے صاحب کتاب نے (۳۱) درج کئے ہیں، اور میں نے (۵۷) کا ان پر اضافہ کر دیا ہے۔ اسی طرح ۱۹۳۶ء کے (۱۵) مادے کتاب میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور میں نے (۵۳) مادے اپنے قلم سے لکھ دئے ہیں۔ اسی حساب سے سنین ہجری وعیسوی کے دس دس سال گزشتہ کے تین سو سے زیادہ مادے میں نے نئے بڑھا دئے ہیں۔ ان میں سے بعض میں نے استعمال کئے اور اس دفتر تواریخ میں لکھے ہیں۔ لیکن اکثر ایسے ہیں جن سے میں نے کام نہیں لیا یا ضرورت پیش نہیں آئی۔

میں نے اپنی کثرت تاریخ گوئی کا ''مظاہرہ'' ایک اس طرح بھی اکثر کیا ہے کہ کتابوں کے پورے سرورق (ٹائٹل پیج) تاریخوں سے تیار کر دئے ہیں۔ اپنی تمام تصنیفات شاعری (جو سب کی سب قلمی وغیر مطبوعہ ہیں) کے سرورقوں پر اوپر نام کتاب بلکہ اس

سے اوپر کی بسم اللہ یا آیات سے لے کر نیچے اپنے نام تک تاریخیں ہی تاریخیں مرتب کردی ہیں۔ مجموعہ نعت، دیوان غزلیات، مجموعہ منظومات، رباعیات سب میں یہی کاریگری کی ہے۔ بجز صرف اس دفتر تواریخ کے کہ اس کو سادہ رکھا ہے اس کا نام (دفتر تواریخ) تو بہت پرانا اور تاریخی ہے۔ کتاب کے اور اپنے نام کے سوا سرورق پر اور کچھ نہیں لکھا۔ سب سے زیادہ تاریخیں اسی میں ہونی چاہیے تھیں۔ لیکن میں نے اس سادگی میں بھی ایک جدت سمجھی ہے اسی طرح بعض دوسرے لوگوں کی کتابوں کے ٹائٹل پیج بھی تاریخی مرتب کردئے ہیں۔ اسی ترتیب میں بعض دلچسپ و عجیب مادے نکل آئے ہیں۔ یعنی کتاب یا شاعر و مصنف کا نام و تعریف، تاریخی ہونا کوئی نئی بات اور دشوار بات نہیں۔ لیکن دو ایک بار شخص کا پتہ اور نشان بھی نہایت بے تکلف، مادہ تاریخ بن گیا ہے۔ مثلاً اپنی ایک کتاب پر اپنا پتہ اور عہدہ اس طرح درج کیا ہے ء۔ (لکچرار فارسی و اردو سینٹ جانس کالج آگرہ) یا حال ہی میں (یعنی ۳۱ رمارچ ۱۹۳۷ء) کو جناب محمد مرتضیٰ صاحب صدیقی انکم ٹیکس آفسر نے دیوان حضرت آسیؔ ہدیۃً عنایت کیا ہے۔ کتاب پر سرورق اور اس کا نام نشان پہلے ہی سے کچھ نہیں ہے۔ یعنی کتاب ناتمام ہے۔ لیکن اب کہیں دستیاب نہیں ہوسکتی اس لیے نادر و قیمتی ہے، میں نے دیوان کا نام اور پورا ٹائیل پیج تاریخی تجویز کردیا۔ اس میں نیچے اس ہدیہ کا ذکر اس طرح کیا ہے:۔

ہدیہ جناب محمد مرتضیٰ صاحب صدیقی ۱۹۳۷ — انکم ٹیکس آفسر بہ مقام آگرہ ۱۳۵۶

اسی طرح کی نمایش تاریخ گوئی یوں ہی عمل میں لائی گئی ہے کہ بعض مواقع پر احباب کو قطعات تہنیت خوش خط لکھ کر اور فریم کرا کے پیش کئے ہیں۔ ان میں بھی اوپر سے نیچے تک، عنوان سے اپنے نام تک تاریخیں بھر دی ہیں۔ اس کا ایک نمونہ اس دفتر بے معنی کے صفحہ ۱۸۶ پر درج ہے۔ دوسرا اس کے دوسرے حصے میں لکھا جائے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ!

اسی طرح تقریباً بیس برس ہوئے ہوں گے وطن میں اپنے قدیم و جدید کتب خانہ کو مرتب کرنے اور فہرست بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ مختلف السنہ و علوم و فنون کی کتابیں الماری کے الگ الگ خانوں میں رکھنا تھا۔ اس کے لیے تفسیر، حدیث، فقہ، قواعد، سیرت، تاریخ،

شاعری وغیرہ موضوعات کی الگ الگ تاریخیں نکالیں کہ پرچوں پر لکھ کر الماریوں کے خانوں پر چپکا دیے جائیں اور فہرست میں تاریخی عنوانات درج کیے جایں۔ وہ ترتیب اور تحریر اور وطن کا قیام سب ناتمام ختم ہو گیا، اور اب وہ تاریخیں بھی ختم ہو گئیں۔ صرف ان کی یاد رہ گئی اور اب یہاں یادگار رہ جائے گی۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

اس وقت یہ مصرع فارسی لکھتے ہی خیال آیا کہ اس مصرع سے ایک تاریخ تو مدت ہوئی تعمیہ کر کے نکالی تھی اب بھی کوئی موزوں تعمیہ ہو سکتا ہے یا نہیں کہ مندرجہ بالا واقعہ (اضاعت محنت و ناتمامی کتب خانہ) کی تاریخ موجودہ سنہ میں نکل آے۔ چنانچہ فی البدیہہ یہ قطعہ و تاریخ مرتب ہو گئی:۔

بندہ تدبیر کرد خرقہ بدوخت خندہ تقدیر کرد و چاک شدہ
یادگار یست با چنیں تاریخ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

۱۱۳ ۱۲۴۳ + ۱۱۳ = ۱۳۵۶

پہلی تاریخ صفحہ ۲۷ پر درج ہے۔ اس کے تعمیہ کی یہ صورت ہے:

(گفت تاریخ دل زروے قلق ۱۰۰۰ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ) یہ اور وہ کچھ تاریخیں نہیں ہیں۔ لیکن اس وقت لطیفہ ضرور ہو گیا۔

اسی طرح بہت سی تاریخیں ایسی ہیں جو کسی تحریک یا موقع پر فی البدیہہ یا بعد فکر نکل آئی ہیں، لیکن ان کو قطعہ میں نظم کرنے کا موقع یا ضرورت نہ پیش آئی، اور اس دفتر تواریخ میں بھی نہ لکھی گئیں۔

مثلاً کسی صحبت ناجنس کے منتشر ہونے پر تاریخ لکھی تھی۔ "ہو گیا دور وہ بادی بلغم"

کسی ایسے ہی شخص کے ڈوب کر مر جانے کو سن کر ذہن منتقل ہو گیا اور تاریخ نکلی "غرقاب اولی۔" ۱۳۵۰ بچے نے قرآن شریف ختم کیا تو تاریخ نکالی: ناظرہ خوانِ کلام پاک۔ ۱۹۴۷ پھر دوسرے بچے نے ختم کلام پاک کیا تو اس کی تاریخ ہجری میں خوب نکلی۔ ختم مصحف المجید ۱۳۶۱

ایک صاحب کی شادی کا ہنگامہ گرم تھا، یعنی سعی و کوشش ہو رہی تھی۔ اس معاملہ کی بہت سی تاریخیں اس کتاب میں درج ہیں جن میں شادی کے ذکر و فکر کی دو لفظوں میں (غم شادی) ۱۳۵۵ خوب تاریخ ہے۔ جب وہ معاملہ درہم و برہم اور بات چیت ختم ہو گئی تو (شادی ختم) ۱۳۵۵

تاریخ نکلی تھی، لیکن اس کو منظوم کرنے کا موقع نہ ملا۔

ایک ارشاد کو بار بار سنا اور وہ تاریخ کے الفاظ میں آگیا: "فرمودۂ مرشد بھی ہے فرمودہ حق" ۱۳۵۴ اسی طرح "تاکید ذکر" ۱۳۵۵ کا مادہ ذہن میں آگیا تھا۔

میں نے تاریخ ادب اردو کے سلسلے میں تاریخ ہند کے واقعات متعلقہ کو مرتب کیا اس کا تاریخی نام "خلاصۂ تاریخ" رکھ دیا۔ تاریخ ادبیات فارسی کا خاکہ بنانا شروع کیا اس کا نام رکھ دیا تاریخ العجم۔ ۱۹۳۷ء ۱۳۵۵ھ

منشی دیانراین صاحب نگم بی اے اڈیٹر رسالہ زمانہ کانپور نے مشاہیر شعرا و مصنفین کی تصاویر کا مجلد البم بھیجا۔ اس پر تاریخی نام لکھ دیا: "مرقع نادر فضلاء عصر" ۱۹۳۶ء

میں ۱۹۲۸ء سے ڈائری لکھتا ہوں۔ اس سال میرے بچے خالد کو کہیں سے نئی ڈائری مفت کی ہاتھ آگئی اور اس نے بھی اپنا روزنامچہ لکھنا شروع کر دیا۔ میں نے تاریخ کہی کہ "خبطِ والد وے ہم بہ خالد" میں نے اپنی ڈائریوں میں اپنے خبط تاریخ گوئی کو بھی اکثر قائم رکھا ہے۔ یعنی ہر سال تاریخی نام تجویز کیے ہیں جو اکثر اس دفتر میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ان روزنامچوں کے اندر سال یا روزنامچہ کے شروع یا ختم ہونے کی تاریخیں بھی کبھی کبھی لکھ دی ہیں۔ مثلاً روزنامچے کا آغاز = ۱۳۴۷ روزنامچہ کا آغاز ہوا = ۱۳۵۴ء ختم شدہ = ۱۳۴۹ ڈائری بالکل ختم = ۱۳۴۸ ختم روزنامچہ = ۱۳۵۲ بیاض بالکل ختم = ۱۹۳۶ میمورینڈم کے صفحہ پر عنوان لکھ دیا، یاداشت ضروری = ۱۹۳۶

اسی طرح ادبیات اردو کی تاریخ لکھنی شروع کی جس میں آغاز اردو سے پہلے زمانے کی مختصر تاریخ لکھی، اور پھر اردو کا آغاز، اس کی تدریجی رفتار، ترقی، تغیر بیان کیا، تمام اردو لٹریچر اور مشاہیر نظم و نثر کی مختصر و جامع تاریخ لکھنی تھی۔ اس میں مختلف موضوعات و مباحث پر جا بجا لکھنے کے لیے بہت سے قسم قسم کے تاریخی عنوانات تجویز کر رکھے۔ چونکہ سلسلہ دیر تک جاری رہنے والا تھا جیسا کہ اب تک چل رہا ہے۔ اس لیے مختلف سنہ کے مادے نکال لیے۔ یا یوں کہیے کہ نکالتے میں جس مادے میں جو سنہ پورا ہو گیا۔ اس کو لکھ رکھا۔ ملاحظہ ہوں:

ذکر زبان اردوے قدیم	ذکر اکابر اردو	منشورات قدیمہ
۱۳۵۵	۱۳۵۵	۱۳۵۶

دفترِ تواریخ

انتخاب کلام اردو	تاریخ و تبصرہ جدید	بے مثل ترقیات اردوے جدید
۱۳۵۶	۱۹۳۵	۱۹۳۵
تاریخِ پاستان اردو	داستان مختصر احیاے زبان	تذکرہ الھند ستانی
۱۹۳۶	۱۹۳۶	۱۹۳۶
التذکرہ	تصانیف مشاہیر نثر	حصہ نثر ختم ہو گیا
۱۳۵۶	۱۹۳۷	۱۹۳۶
شاعرانِ ہند کی تاریخ ہے		
۱۹۳۷		

یہ مضمون کچھ ایسی بے اطمینانی کی حالت میں لکھا جارہا ہے کہ طرح طرح کے اشغال وافکار سے ذرا فہرست ملتی ہے تو کچھ لکھ لیتا ہوں۔ کبھی کبھی فقرہ کو ناتمام چھوڑ کر یکایک اٹھ جانا پڑتا ہے، اور پہلے سے میں نے اس کا کوئی خاکہ بھی نہیں سوچا تھا، نہ اتنے طویل مقدمہ کا قصد تھا۔ اس لیے اس میں کوئی نظام اور ترتیب قائم نہیں رہی۔ میں سمجھتا تھا کہ اب مضمون ختم پر آگیا۔ لیکن اس وقت بعض پرانے تاریخی لطیفے یاد آگئے۔ جو اس دفتر تواریخ میں درج کرنے کے لیے بھی وقت پر اور موقع پر یاد نہ آئے تھے۔ بعد کو خیال آیا تو سوچا کہ صرف مادے ہی ہیں۔ نظم و قطعہ کچھ نہیں۔ اب ان کو کہاں بے جلد لکھوں۔ لیکن اس مقدمہ میں اکثر ایسی ہی چیزیں درج ہو رہی ہیں جو کتاب میں شامل نہ ہو سکیں اس لیے لکھتا ہوں۔

۱۹۱۰ء میں مدرسہ عالیہ ریاست رامپور سے میں نے پنجاب کے درجہ منشی کا امتحان دیا۔ اتفاق سے اپنی اور اپنے استادوں کی امید کے خلاف میں تمام یونیورسٹی میں اول نمبر پر پاس ہو گیا۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ میں تقسیم انعامات کا جلسہ ہوا، اور مجھے بھی انعام میں ایک مخملی ٹوپی (حامد کیپ) عنایت ہوئی۔ میں نے از راہ ظرافت اس ٹوپی کی تاریخ کہی۔

از تاج نواب برتر کلاہ۔
______
۱۳۲۹ء

سال آئندہ میں منشی فاضل کے امتحان میں شریک ہوا۔ میرے ساتھ دو اور طالب علم ایسے تھے کہ ہم تینوں نے اسی سال فارسی اور اردو دونوں سے اعلا امتحانات

دیے۔ اس کا نتیجہ بڑا دلچسپ رہا۔ یعنی ایک طالب علم منشی فاضل میں یونیورسٹی میں اول نمبر پر کامیاب ہوا، لیکن اردو کے امتحان میں ناکام رہا۔ دوسرا اردو میں اول اور فارسی میں فیل۔ اور میں اول کسی میں نہیں اور پاس دونوں میں۔ میں نے فارسی والے کے لیے تاریخ لکھی:۔

ان کا رہا فاضلوں میں اول نمبر تاریخ ہوئی ہے، منشی فاضل تر

۱۹۱۱ء

اور اپنے لیے کہا: "آیا ہے یہ دونوں طرف حرفِ مشدد کی طرح"

۱۳۳۰

میں نے سوچ سوچ کر اپنی تاریخ گوئی کا پورا تجزیہ کر دیا ہے۔ اب صرف ایک بات رہ گئی ہے۔ اور اتفاق سے سب سے آخر میں سب سے پہلی یا بہت پہلی تاریخ گوئی کا نمبر آیا۔ آغاز مضمون کے وقت تو یہ بات ذہن میں تھی ہی نہیں کہ موقع پر درج کرتا۔ دور چل کر یاد آئی تو خیال کیا کہ اب آخر میں لکھ دی جائے گی، یہ "صادق قول ہے اول بہ آخر نسبتے دارد"

۱۹۳۷ء

۳۴ برس سے کم نہ ہوے ہوں گے، غالباً ۱۹۰۳ء کے آخر یا ۱۹۰۴ کے شروع میں جبکہ میں اسکول میں بھی داخل نہ ہوا تھا۔ گھر پر والد صاحب قبلہؒ سے درسِ نظامیہ کی عربی کتابیں پڑھتا تھا، اور ماسٹر سے انگریزی اس زمانے میں میں نے ایک ناول تصنیف کیا تھا۔ بادامی کاغذ کی چھوٹی تقطیع کی کاپی اور پنسل ساتھ رکھتا تھا جہاں موقع ملتا تھا سب سے چھپا کر اس کو لکھتا تھا۔ کبھی کبھی ایک عجیب و دلچسپ جگہ یہ کتاب تصنیف ہوتی تھی۔ یعنی جاڑوں کے زمانے میں رضائی اوڑھ کر عربی کتاب کا سبق پڑھنے کے لیے والد کے پاس باہر مردانہ مکان میں تخت پر جا بیٹھتا تھا کبھی ایسا ہوتا کہ سبق کے بعد والد اپنی وکالت کے کام میں مصروف ہو جاتے اور میں سبق یاد کرتا رہتا۔ اس میں بھی بڑی دیر ہو جاتی۔ میں سبق یاد کر چکتا، لیکن والد موکلوں سے گفتگو میں مشغول ہوتے اور مجھے اٹھنے کی اجازت نہ مل سکتی۔ اس وقت میں اپنی کاپی اور پنسل نکال لیتا اور رضائی کے اندر اپنا ناول لکھنا شروع کر دیتا لیکن یہ اتفاق بہت کم پیش آتا تھا۔ اکثر دوسرے اوقات ہی میں لکھتا تھا۔ بہر حال وہ ناول مکمل کر لیا اور کافی ضخیم ہو گیا۔ یعنی اُس کاپی سائز کے ۱۵۰ صفحہ سے کم نہ ہوں گے۔

اس میں حسن و عشق اور جاسوسی دونوں مضامین شامل تھے۔ ناول جیسا کچھ ہوگا ظاہر ہی ہے میں نے بڑے ہو کر کبھی اس کو دوبارہ پڑھ کر بھی نہیں دیکھا۔ لیکن ہمیشہ احتیاط سے رکھا کہ یادگار رہ جائے۔ اس زمانے میں تاریخ گوئی کا شوق پیدا ہو چکا تھا، جہاں کسی کے مرنے کو سنا تاریخ کہہ دی۔ والدہ کہا کرتی تھیں، "اس کی تو وہ کہاوت ہے مرے موٹا بھروں لوٹا" یہ جملہ معترضہ ہے کہ ایک دن خیال آگیا تو اس زمانے میں اس مثل سے میں نے تاریخ نکالی تھی۔

کہیں ہو جس کسی نے جس کسی پر — مگر میری یہ حالت آج کل ہے
مری تاریخ گوئی کی ہے تاریخ — "مرے موٹا بھرے لوٹا" مثل ہے

۱۹۳۶

غرض تاریخ گوئی کے شوق نے اُس زمانے میں اس ناول میں تاریخیں داخل کرنے کا خیال پیدا کر دیا۔ چنانچہ ناول کی ہیروئن کا سرقہ و اغوا عمل میں لایا گیا۔ اور پھر ہیرو، ہیروئن دونوں کو جامِ شہادت پلایا گیا۔ اس کے بعد ان کے ماتم میں جلسہ تعزیت منعقد کیا گیا اور اس میں تعزیت کی تقریریں اور منظوم نوحے اور تاریخیں پڑھوائی گئیں۔ یہ سب چیزیں میں نے تیار کیں اور ناول کو انہی پر ختم کیا۔ میں اس ناول کو اس شاعری اور تاریخ گوئی کی یادگار کے طور پر بھی باقی رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن مجھ سے اس کی حفاظت میں کوتاہی ہوئی۔ پرانے کاغذات میں سے کہیں میرے لڑکوں کو ہاتھ آگیا۔ انھوں نے پڑھا، پھاڑا، پھینکا خدا جانے کیا کیا۔ اتفاق سے اب دو ایک سال ہوئے اس کی آخری کاپی وہ بھی درمیان سے ناتمام، کہیں ردی میں مل گئی اور میں نے رکھ لی۔ ان اوراق میں ایک ناتمام نوحہ منظوم، ایک مضمون نثر اور چند قطعات تاریخ ہیں۔ سارا ناول پنسل ہی سے لکھا گیا تھا۔ اس لیے ان صفحوں پر پنسل کی تحریر اب مٹ چلی ہے۔

مضمون تعزیت اور نوحہ منظوم کو اس دفتر تواریخ سے کوئی تعلق نہیں، نہ ان میں فی نفسہٖ کوئی خوبی ہے، نہ اس زمانے کا نادر کارنامہ ہے، نہ اس زمانے میں قابل ذکر۔ لیکن محض یادگار قدیم باقی رکھنے کی غرض سے چند فقرے اور چند شعر نقل کرتا ہوں۔ مضمون مقفی عبارت میں لکھا گیا تھا۔

"ہر یگانہ و بیگانہ کی صورت سے اثرِ غم عیاں ہے، ہر کس و ناکس

کا دل آتش اندوہ والم سے بریاں ہے، ہر اپنا پرایا ان دونوں کے ہجر و فرقت کی آگ سے تپاں ہے، ہر خیر خواہ و بد خواہ کا چہرہ ان کے ماتم میں زرد مثل رنگِ زعفران ہے"

نوحہ منظوم کا نمونہ یہ ہے:۔

جو تھے کل شہنشاہ مسند نشیں — وہ ہیں آج افسوس زیر زمین
نہ آیا تھا جن کو گدیلوں پہ چیں — وہ کرتے ہیں مٹی کے ڈھیلوں پہ چین
یہ کیا دشمنی ہے تجھے میرے ساتھ — اٹھاتا نہیں ہے جو کینے سے ہاتھ
دیا تو نے کیوں خان کے دل پہ داغ — اجاڑا بھلا تو نے کیوں ان کا باغ
یہی بیگم خان کا حال ہے — کہ اک اک گھڑی ان کو اک سال ہے
غرض جس میں اوصاف تھے سب بھرے — نہ کیوں اس کے مرنے پہ کوئی مرے

تاریخوں کے چند نمونے بھی پیش کرتا ہوں۔ ہیرو کا نام عظیم الدین خاں ہے اور ہیروئن کا خورشید بیگم۔ سرقہ واغوا و مرگ سب کی تاریخیں ہیں۔ ان واقعات کا سنہ تصنیف کے زمانے سے دو ایک سال قبل کا رکھا گیا ہے یعنی ۱۸۹۸ء، ۱۳۱۶ھ اور ۱۳۰۸ فصلی، یہ عجیب بات ہے کہ ان تاریخوں میں سنہ فصلی کی متعدد تاریخیں ہیں۔ اور عجیب تر یہ کہ اس کے بعد سے آج تک میں نے کوئی ایک تاریخ بھی غالباً سنہ فصلی میں نہیں لکھی حالانکہ اور لوگوں کے مجموعات تواریخ میں فصلی و سمبت دونوں سنوں کے مادے نظر آتے ہیں۔ لیکن میں نے ان دونوں کی طرف توجہ ہی نہ کی۔ بہر حال اس زمانے کے خواہ مخواہ کے دردسر کا نتیجہ اور ان ناولی تاریخوں کا نمونہ یہ ہے:۔

ہوا ہے واقعہ چوری کا خاں کے گھر ایسا — کہ کوئی رویا، کسی نے "خدا پناہ" کہا
ذرا سی فکر سے ہم نے نکال کر تاریخ — "بپا قیامت صغریٰ ہوئی ہے آہ" کہا

۱۸۹۸ء

جس نے یہ چوری کا قصہ سن لیا — وہ بہت ہی مضطرب بیچیں ہوا
مادہ تاریخ کا منقوط میں — "شور و غم برپا ہے اب" دل نے کہا

۱۳۱۶ھ

خدا جانے کہاں گم ہوگئی وہ — جو تھی عفت مآب اور نیک دختر

سن ہجری حضرتؒ میں یہ تاریخ — کہی دل نے ۔ ہوئی گم ایک دختر

۱۳۱۶ھ

فصلی میں کہی یہ میں تاریخ — خورشید کو کون لے گیا ہے

۱۳۰۸ف

سن ہجری میں فوت کی تاریخ — "دل سے صبر وقرار اٹھا"، ہے

۱۳۱۶ھ

ہاے از دنیاے فانی خاں والا شاں گذشت — حیف صد افسوس شخصے صاحب عزت بمرد
فکر تاریخ عظیم الدین خاں چوں کرد دل — گفت رضواں سال فصلی "مصدر[1] شوکت بمرد"

۱۳۰۸ف

صاحبِ حشمت عظیم الدین خاں — شد گرفتار[2] ہاے در چنگال موت
از لبِ ہاتف ندا آمد مرا — "مصدر شوکت بمردہ" سال فوت

۱۳۱۶

عظیم الدین خاں کی جب سنائی — کسی نے آن کر مجھ کو سنادی
تو میری ہوگئی بس ایسی حالت — کہ گویا قلب پر بجلی گرادی
ہوئی تاریخ کی جب فکر مجھ کو — سروش غیب نے فوراً ندا دی
کہ کہہ دے مصرع تاریخ رحلت — خدا نے اب اُسے جنت میں جا دی

۱۳۱۶ھ

گھر میں خورشید کے نہونے سے — ہوگیا سونا باغ ہاے آج
لالہ رو اور سرو قد جو نہیں — باغ بھی بس ہے زاغ ہاے آج
باپ اور ماں کا غم میں بیٹی کے — ہے پریشاں دماغ ہاے آج
مصرع[3] تاریخ فوت کا یہ کہا — ہوگیا گل چراغ ہاے آج ؏

---

[1] نقل کرنے کے بعد عدد جوڑے تو ۱۳۰۶ نکلتے ہیں۔ اس زمانے کی غلطی کی یادگار ہے۔
[2] (ہاے) ناموزوں ہے۔ (آہ) ہونا چاہیے
[3] مصرع کا تعین کر رہا ہے۔ ؏ مصرع تاریخ میں اور اس کے سبب سے سارے قطعے میں (ہاے) کو کھینچ کر پڑھنے کے سبب تنافر و گرانی پیدا ہوئی۔ مصرع تاریخ یوں موزوں ہو سکتا تھا (گل آج چراغ ہو گیا ہے)۔

ہر کہ ایں قصہ عجیب شنید | کرد بسیار آہ و واویلا
ہاتف چرخ سال در فصلی | "بیگم افسوس کشتہ شد" گفتا

۱۳۰۸ف

مرگ خورشیدؔ وعظیم الدین سے | ہر کوئی رنج سے سر گرداں ہے
لب پہ ہر شخص کے سارے گھر میں | نالہ ہے شور ہے اور افغاں[1] ہے
مجھ کو دی چرخ سے ہاتف نے ندا | فکر تاریخ میں کیوں حیراں ہے
سال فصلی میں یہ کہہ دے تاریخ | ہر[2] کا ماتم میں جگر بریاں ہے

۱۳۰۸ف

غرض میری تاریخ گوئی کی پوری داستان یہ ہے۔ اس پر اتنا اضافہ اور یاد آگیا کہ میں اکثر وبیشتر تاریخ کہنے میں کامیاب ہو جاتا ہوں ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی شخص تاریخ کی فرمایش کرے یا میں خود کہنے بیٹھوں اور کوئی مادہ اعلیٰ نہ سہی اوسط درجہ کا نہ نکل آئے۔ لیکن مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں قطعاً ناکام رہا ہوں۔ میں نے دوسروں کے بچوں کی ولادت پر بہت سی تاریخیں کہی ہیں۔ اور بعض مرتبہ بہت جلد اور بہت اچھے مادے نکال لیے ہیں، لیکن جب میرا پہلا بچہ ہوا اور اس کی تاریخ کہنی چاہی تو ہر چند کوشش کی لیکن کوئی ڈھنگ کا مادہ نہ نکلا جو قابل نظم اور لائق اندراج ہوتا۔ آخر میں نے کوشش چھوڑ دی۔ حالانکہ اس بچے کی ولادت سے چند گھنٹے بعد بچھراؤں کے ایک بزرگ مولوی شرف الدین صاحب مرحوم نے قطعہ تاریخ مجھے ارسال فرمادیا تھا۔ اور اس کے بعد رام پور سے میرے قدیم دوست مولوی حاجی محمد فیاض الدین صاحب نے بڑی برجستہ اور خوبصورت تاریخ کہہ کر بھیجی تھی۔ لخت دل مبارک باد (۱۳۳۴) مجھے یہ سادہ سے الفاظ بھی نہ سوجھے۔ "یہ بات بھی ہے لکھنے کے قابل کتاب میں۔"

کبھی کبھی تاریخ گوئی میں میرا امتحان بھی لیا گیا ہے۔ یعنی ۱۹۴۶ء میں میں نے فن تاریخ گوئی کے نام سے ایک مضمون رسالہ زمانہ کانپور میں چھپوایا تھا۔ اسی میں اس فن کے متعلق کچھ تاریخی معلومات لکھی تھیں اور بعض اساتذہ قدیم کی تاریخیں درج کر کے اپنے صرف وہ مادے پیش کئے تھے جو پورے مصرعوں میں نکلے ہیں۔ اس مضمون کی اشاعت

[1] دع (فغاں) اور [2] (ہر ایک) کی جگہ (ہر) کی خوب رہی۔

کے بعد مسٹر حامد اللہ افسر بی اے میرٹھی کا الہ آباد سے خط آیا جس میں اس مضمون کا حوالہ تھا اور کسی شخص کے لوح مزار کے لیے تاریخ کی فرمائش تھی۔ میری ان سے کبھی کی شناسائی بھی نہ تھی۔ سمجھا کہ میرا امتحان مقصود ہے۔ اتفاق سے فوراً تاریخ نکل آئی اور یہ قطعہ افسر صاحب کو بھیج دیا۔

کیا سکھ کی نیند سوتے ہیں زیر زمیں عزیز ملتی ہے جان دے کے، یہ راحت وہ چیز ہے
لوح مزار کے لیے تاریخ بر محل ایوان استراحتِ عبدالعزیز ہے

۱۳۴۹

اس کے جواب میں افسر صاحب نے بڑی تعریف کی۔ اور اتنی جلدی ایسی اچھی تاریخ کہنے پر بڑی حیرت ظاہر کی۔

میں فرمایشوں سے بہت گھبراتا ہوں اس لیے کہ اس فن پر قادر نہیں، خدا جانے بن آئے یا نہ بنے، لیکن فرمایشوں کی بھرمار رہتی ہے۔ میں خود اپنے شوق اور خبط سے ہی کیا کم وقت ضائع کرتا ہوں۔ اس پر تعمیل فرمایشات کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ عزیزوں اور دوستوں کی فرمایشوں کے علاوہ، کچھ اجنبی اور بیرونی اصحاب کے خطوط آتے رہتے ہیں۔ آگرہ کے بعض ایسے حضرات تاریخ کے لیے تشریف لاے ہیں جن کی میں نے نہ کبھی صورت دیکھی نہ نام سنا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو میری کیا خبر، تو فرمایا کہ فلاں صاحب نے کہا تھا قادری صاحب سے تاریخ لکھواؤ۔ میں نے راشد الخیری کی تواریخِ وفات رسالہ عصمت میں چھپوایں۔ ان کو دیکھ کر کسی بزرگ نے ریاست پالن پور (گجرات) سے خط لکھا۔ ان تاریخوں کی تعریف کی اور اپنے والد مرحوم کی تواریخ وفات کی فرمایش کی وہ مرحوم وہاں کے دائرہ صوفیہ کے سجادہ نشین تھے۔ میں تعمیل ارشاد میں فلسکیپ کا ایک صفحہ عنوانات و قطعات تاریخ سے خوش خط مرتب کر کے ارسال کر دیا جو صفحہ ۱۸۳ پر منقول ہے۔ حال ہی میں چند روز ہوئے عبدالقیوم صاحب اسرائیلی سنبھلی آئے۔ اور اپنے کسی دوست کا خط دکھایا ان صاحب نے لکھا تھا کہ قادری صاحب سے دو قطعہ تاریخ ایک اردو ایک فارسی لکھوا کر جلد بھیج دو۔ میں ان کے نام تک سے ناآشنا تھا انھوں نے کہیں میرا نام

سن لیا ہوگا، بہر حال دو ایک گھنٹہ ہی میں دو قطعے اور چند عنوانات تاریخی ترتیب دے کر قیوم صاحب کو پیش کر دیئے۔ غرض ان واقعات کی انتہا دشوار اور شمار بیکار ہے اس لیے اب مقدمے کا ختم ہونا بہتر ہے۔

۱۹۳۷ء

حامد حسن قادری
۱۱/اپریل ۱۹۳۷ء

دفترِ تواریخ

گلدستۂ نفائس تواریخ	ضمیمة ذکر الکمال	سیرِ گلِ گلشن تواریخ
۱۹۳۷	۱۹۳۷	۱۹۳۷
مجموعۂ تواریخِ مشاہیر	فی مآثر الباقیات الصالحات	گلستانِ تواریخ قدیمہ
۱۹۳۷	۱۹۳۷	۱۹۳۷
ضمیمۂ یادگارِ اسلافِ حامد	یا	آئینۂ تواریخ متقدمین
۱۳۵۶		۱۹۳۷

میری تاریخ گوئی کا مقدمہ تو ختم ہو چکا، اس کے بعد اس ''ضمیمہ کی ترتیب'' کا خیال اس لیے پیدا ہوا کہ میرے اسلاف کرام میں جو بزرگ اس فن تاریخ گوئی کے ماہر گزرے ہیں، اس سلسلے میں ان کی ''یادداشت تواریخ'' قائم اور یادگار باقی رہ جائے جیسا کہ میں نے والد صاحبؒ کے جمع کلیات کی تاریخ میں کہا تھا:

جمع نظم والدِ مغفور کن — سطرے و شعرے ازاں ضائع مکن
مصرع سعدی ست حامد سال وفات — ''نام نیک رفتگاں ضائع مکن''

۱۹۱۳ء

میری یاد میں میرے خاندان کے دو بزرگوں کو تاریخ گوئی کا بہت شوق تھا۔ ایک میرے والد مغفور دوسرے ایک رشتہ کے چچا (والد کے حقیقی پھوپی زاد بھائی) مولوی حاجی حبیب الرحمٰن صاحب قبلہؒ میرے حقیقی چھوٹے چچا مولانا محمد محسن صاحب فاروقی قبلہ بھی شاعر وادیب و مصنف تھے، لیکن تاریخ گوئی سے ان کو دلچسپی نہ تھی۔ کبھی کوئی تاریخ کہی ہو تو میرے علم میں نہیں۔ میں نے والد صاحب قبلہ کا تمام کلام ایک مجلہ میں جمع کر دیا ہے۔ اسی کلیات میں تاریخیں بھی ہیں۔ لیکن مولوی حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ کی نظمیں اور تاریخیں (اگرچہ معدودے چند ہی ہیں) کسی نے جمع نہیں کیں اور اب شاید سب کا دستیاب ہونا بھی دشوار ہے۔ اس لیے اُن کی تاریخیں جو میرے پاس موجود ہیں اور جو آئندہ مل سکیں سب بجنسہٖ درج کرنا چاہتا ہوں۔

والد صاحب مغفور کی صرف چند تاریخیں یہاں نقل کرتا ہوں۔ ان کو جتنی بات بات پر تاریخ کہنے کا ملکہ حاصل تھا۔ مجھے یہ شوق انھیں سے پہنچا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن وہ بڑے جید عالم اور باکمال شاعر تھے۔ تاریخ گوئی میں اساتذہ و مشاہیر کا سا پایہ رکھتے تھے۔ بعض تاریخیں ایسی نادر و نایاب، بیساختہ و برجستہ کہہ دی ہیں کہ میرا سارا ''دفتر'' ان کے

مقابلے میں ہیچ ہے۔ پھر عربی و فارسی دونوں زبانوں کے نہایت ارفع واعلا شاعر تھے۔ فارسی میں تو ہزار ہا شعر ان کی یادگار ہیں۔ عربی میں بھی صدہا شعر کہے ہیں اور عربی کی تاریخوں پر قصیدے کے قصیدے لکھے ہیں۔ مثلاً اپنے پیر و مرشد کی ایک تاریخ وصال تو آیۂ کریمہ سے نکالی ہے جس کا ذکر اس مقدمہ کے صفحہ ۷ پر آچکا ہے۔ دوسرا مادۂ تاریخ یہ کہا ہے:۔(قدر ضی اللہ العالی) اس پر ۴۵ شعر کا عربی قصیدہ کہا ہے۔ نمونہ یہ ہے:۔

۱۳۲۲

مات نظام الدین حسین　　قدسه الله العالی
فاز مفازاً محترماً　　فی فردوس الاجلال
والله ان اهلکنی　　هذا الحزن فاولیٰ لی
ارخ قلبی تاریخا　　یخبر عن حسن الحال
عنه وعمن هو علیه　　قد رضی الله العالی

۱۳۲۲

مولوی عبدالرحمٰن صاحب قبلہ مدظلہ کے تعمیر مکان کی کیا خوب تاریخیں لکھی ہیں:۔

بریں قصر احسن ہزار آفریں　　ہمیں درجہ بر مردِ کار آفریں
۱۳۲۵　　۱۳۲۵

اگر تاریخ تعمیرے گزیں دیدم چنیں دیدم　　اگر فردوس بر روے زمیں دیدم چنیں دیدم
۱۳۲۵

انھوں نے مولوی عبدالرحمٰن صاحب قبلہ کے ولادت فرزند (محبوب الرحمن مرحوم) کی تاریخ فرمائی ہے:۔(ز درج شرف گوہر آمد برون)

۱۳۲۸

ایک اور صاحب نے پچھراؤں میں مکان بنوایا۔ ان سے سب لوگ مذاق کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ رشوت کے روپیہ سے مکان بنایا ہے۔ والد نے تاریخ کہہ دی (دُرجِ جواہر رشوت)

۱۳۲۸

ریاست رامپور میں تمام بازار از سر نو بنے۔ ہر گلی پر پھاٹک بنایا گیا۔ ان دروازوں

پر نصب کرنے کے لیے سرکاری طور پر شعرا سے تاریخوں کی فرمائش ہوئی۔ والد صاحب نے تاریخ کہی: (دروازۂ مرور بازار رامپور) یہ تاریخ ان کے محلے کے دروازے پر کندہ ہے۔ ۱۳۴۹

اپنے برادر زادہ عزیز مولوی محمد طاہر فاروقی (ایم اے پروفیسر آگرہ کالج) کے نشرۂ ختم قرآن کی تاریخ: (چشم بدُور نشرہ طاہر) تخرجہ وتعمیہ کے ساتھ بھی بعض تاریخیں نہایت نادر فرمائی ہیں۔ مثلاً:۔ ۱۳۲۹ھ

طبع غم گینم برسم تعزیت تاریخ گفت — چو بجنت رفت فرزند سعادت یار خاں

شد سعادت یار خاں از فرط غم بے حس چو رفت — جوہر جان عزیز از جسم شوکت یار خاں

۱۳۹۷   ۱۳۲۹=۶۸   ۳۶۲   ۱۶۹۱ =۱۳۲۹

مولوی محمد یوسف صاحب مجددی رامپوری کی شدید علالت سے صحت یابی کی تاریخیں بھی تخرجہ کے ساتھ کہی تھیں:۔

یوسف اخرجه الله — من بير اسقام الغم

۱۵۶   ۱۴۸۵ـ۱۵۶ = ۱۳۲۹

کلکم پے تاریخ رقم کرد کہ یوسف — از کام نہنگ غم ورنج آمدہ بیروں

۱۵۶   ۱۴۸۵ ـ ۱۵۶ = ۱۳۲۹

مولوی نور الحسن بی اے کے فرزند اکبر (مقبول الرحمٰن) کی ایک تاریخ ولادت پورے شعر سے نکالی ہے:۔

مبارکباد از بہر تو یا نور — گل نوزادہ نور علی نور

۱۹۱۲ء

دوسری تاریخ اس سے بھی بہتر بلکہ عجیب اور نادر و بے نظیر ہے:۔ (آب روے نور نور چشم نور) میں جب اس تاریخ کو دیکھتا ہوں حیرت ہوتی ہے کہ کیا الفاظ جمع فرمادیئے ہیں۔ سبحان اللہ!

میں نے بھی تاریخ کہی تھی:۔ "کرے نشرۂ طاہر اللہ مبارک" لیکن "چشم بددور" کی کیا بات ہے!

منشی علی اکبر صاحب مراد آباد میں امین عدالت تھے۔ ان کی تاریخ وفات کیا خوب فرمائی ہے۔ "علی اکبر امین خلد بریں۔

۱۳۳۰

حضرت مغفور کی آخری تاریخ وہ ہے کہ جو اپنے پھوپی زاد بھائی اور نہایت محبوب دوست کی وفات پر پورے شعر سے نکالی ہے:۔

از سنہ ہجرت بماہ پنجمیں یومِ ساوس بعد عشر اولیں
وقت ظہر از سبت، در خلد بریں رفتہ برلب ذکر رب العالمیں
"جان جود و اِتقا احمد علی رحمۃ اللہ علیٰ احمد علی"

۱۳۳۰

نظم میں جو زمانۂ وفات بتایا گیا ہے وہ ۱۶/ جمادی الاولیٰ روز شنبہ ہے۔ اس سے نو مہینے بعد ۲۰ صفر ۱۳۳۱/ ۱۹۱۳ء کو خود والد صاحب قبلہ کا وصال ہو گیا۔

اللھم اغفر لا حمدین[1] بجاه حبيبك ومطلوبك سيد الكونين

۱۹۴۷

[1] احمدین (دو احمد) سے مراد ہیں عم مغفور مولوی احمد علی صاحب اور والد مرحوم مولوی احمد حسن صاحب

تواریخ از علامہ مولوی حاجی حبیب الرحمٰن صاحب

۱۹۳۷

عم مرحوم مولوی حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ عالم علوم قدیمہ تھے اور تمام زندگی طالب علمانہ رنگ میں گزاردی۔ اگرچہ بظاہر زاہد خشک معلوم ہوتے تھے لیکن طبیعت میں نہایت لطیف ظرافت تھی۔ شاعر بھی تھے اور شاعر سے زیادہ سخن فہم ونکتہ سنج تھے۔ ایک مرتبہ برادر مکرم مولوی محمود علی صاحب کی شادی کے موقع پر میں نے سہرا لکھا، جس کی زمین تھی لڑی سہرے کی، خوشی سہرے کی، حبیب چچا نے سن کر فرمایا، "حامد نے سہرے کی مادہ لکھی ہے۔" ایک بار میں نے محرم میں سلام لکھا پھر اوٗں میں ان کو سنایا ایک شعر پر پھڑک گئے۔ بڑی تعریف کی، شعر یہ تھا:۔

شکر کر لختِ دلِ زہرؑا ترے ہاتھ آگیا اے شہادت تجھ کو ایسا دوسرا ملتا نہیں

شاعری کا شغل بہت کم تفریح کے طور فرماتے تھے۔ اس لیے کوئی طویل و مستقل نظم قصیدہ وغیرہ ان سے یادگار نہیں ہے۔ تاریخ کہنے کا بھی یہی حال تھا کہ کسی کی فرمائش کے علاوہ اپنی خوشی سے جب کہی ہیں کسی ظرافت و تفریح کے موقع پر اور اسی رنگ میں کہی ہیں بہر حال میرے پاس جو چند تاریخیں ہیں درج کرتا ہوں۔ تاریخ یا نظم میں اپنا نام کبھی نہ لکھتے تھے۔ کسی دوسرے کے نام سے منسوب کر دیتے تھے۔

تواریخ وفات شاہ فدا حسین صاحب

(۱)

حضرت خضر رہ عرفان و شہود غرق رحمت شدہ انا للہ
پیر خرد گفت بگو شم کہ یقین مرشد اقدس شدہ فانی فی اللہ

۱۳۱۵ھ

(۲)

از غم قبلۂ ارباب یقین گشت پُر خوں دل خاصاں جہاں

دفتر تواریخ

کلکِ قاسم بنوشت سال وصال ــــ رحلتِ مرشد پا کانِ جہاں

۱۳۱۵ھ

تاریخ تعمیر کوٹھی منشی غلام صفدر صاحب قبلہ

جب یہ اک تازہ بنا صفدر ذیشان نے کی ــــ چرخ پر اوج سے نازان ہوئی یہ کوٹھی
بام خورشید سے ہاتف نے یہ دی ہے آواز ــــ رشک قصر مہ تابان ہوئی یہ کوٹھی

۱۸۹۶ء

تاریخ اسپ مولوی احمد سعید صاحب قبلہ

چوں بہ احمد سعید عالی قدر ــــ غوث ؒ اعظم اسپ نجدی داد
ہاتف غیب گفت در وصفش ــــ تحفہ نیک از شہ بغداد

۱۸۹۷

یہ گھوڑا غالباً کسی تاجر بغدادی سے خرید ا گیا تھا۔ مولوی احمد سعید صاحب قبلہ مرحوم سے ان کے ہم عمر اعزہ واحباب ہمیشہ ہر طرح کا مذاق کیا کرتے تھے۔ خود مولوی احمد سعید صاحب قبلہ بھی ایسی باتیں کرتے تھے کہ لوگوں کو تفریح کا موقع ملتا تھا۔ اسی گھوڑے کے متعلق انھوں نے فرمایا کہ حضرت بڑے پیر صاحبؒ کا عطیہ ہے۔ دوستوں کو شگوفہ ہاتھ آیا۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب نے تاریخ کہہ دی۔

تاریخ انتقال ہمشیرہ مولوی نورالحق صاحب مرحوم

یہ تاریخ عمّ مرحوم کی زندہ دلی وظریف طبعی کا نہایت دلچسپ نمونہ ہے۔ ان کے برادرانِ خاندان میں مولوی طفیل احمد صاحب قبلہ سب سے چھوٹے اور سب کے محبوب تھے۔ برادرانِ بزرگ ان کی چھیڑ کے پہلو نکالتے رہتے تھے۔ ان کی شادی مولوی نورالحق صاحب کی صاحبزادی سے ہونے والی تھی کہ لڑکی کی پھوپی یعنی طفیل چچا کی ہونے والی پھپھّس کا انتقال ہو گیا۔ اس سے شادی میں تعویق ہوگئی۔ جن لوگوں کے لیے یہ واقعہ کچھ بہت دردناک نہ تھا ان کو دل لگی کا موقع ملا۔ حبیب چچا نے تاریخ کی۔ اور ایک دلچسپ لطیفہ نظم کر دیا یہ تاریخ بہت مشہور ہوئی۔ مجھے اسی زمانے میں اس کا سننا اور پڑھنا یاد ہے۔

مرے مہرباں صاحب عزوجاہ ــــ جناب طفیل احمد محترم

جو پیران کلیر سے آئے یہاں — بہت غم زدہ تھے، بہت پُر الم
نہ راحت سے جاں تھی، نہ قابو میں جی — نہ بستر سے پہلو جدا ایک دم
نہ جاتا تھا دل سے کسی وقت درد — تپ غم نہ ہوتی کسی وقت کم
پریشاں ہوئے دیکھ کر ان کا حال — سبھی اقربا، جدواب، خال و عم
کسی سے نہ ہرگز کہا رازِ دل — بہت پوچھا سب نے ہی دے کر قسم
کرتپور پہنچی جو اس کی خبر — معاً دادی روفن بھی با پشت خم
منگا کر بہل چل دیں بچھراوں کو — یہاں پہنچیں بے چین با چشم نم
لگیں کہنے بیٹا، ترے واسطے — کرتپور سے چل کے آئے ہیں ہم
بجائے مسرت یہ کیسا ہے رنج — ہے سامان شادی کا اب تو بہم
بلا گیا ہے سب احباب کو — ہوے ہیں عزیزوں کو نامے رقم
اٹھو رنج و غم کا یہ موقع نہیں — خوشی کی ہے ساعت بہت مغتنم
ہوے ان سے مجبور تو یوں کہا — کہ حرف فرح مٹ گیا یک قلم

کہاں کی خوشی کس کا شادی بیاہ
اجی کھا گیا جان پھپسں کا غم

۱۳۱۵

تاریخ ولادت فرزند اولیں جناب مولوی طفیل احمد صاحب قبلہ

بچہ کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو مولوی حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ نے پہلے سے تاریخ کہہ رکھی اور اسی پر نہایت پر لطف و پُر ظرافت قطعہ تیار کر رکھا۔ اتفاق سے مردہ لڑکا پیدا ہوا عم محترم نے تہنیت کے مضمون میں تعزیت کو بھی شامل کر دیا، نظم بہت دلچسپ ہو گئی اور خوب مشہور ہوئی۔

دیکھتا کیا ہوں میں ہنگام سحر، — پُر ضیا چھوٹی حویلی آج
صحن دار و در و دیوار کی ضو — روکشِ نور سکھیلی ہے آج
منعقد بزم طرب ہے، جس نے — زیب بزم جم و کے لی ہے آج
ہاتھ میں ساقی و مطرب نے یہاں — جامِ مے، بربط و نے لی ہے آج
آگے سلطان کے از بہر نثار — سیم و زر سے بھری تھیلی ہے آج

دیکھ کر میں نے کہا، آپ نے کیوں — سیرت حاتم طے لی ہے آج
کس لیے ہاتھ میں ساقی نے بشوق — ساغر و بربط مے لی ہے آج
شادیانے یہ بجے ہیں کیسے — کیسی مطرب نے یہ لے لی ہے آج
صاحب بزم سے پھر یہ پوچھا — روشنی کیسی یہ پھیلی ہے آج
سامنے جس کے رُخ مہر ہے زرد — چاندنی چاند کی میلی ہے آج
آمد اس بزم میں شیریں کی ہے، یا — خیر مقدم لیلی ہے آج
نجم اقبال ہوا طالع، یا — آمد پور طُفیلی ہے آج

کیسی مجلس ہے یہ اور کیسی خوشی
بولے۔ "یہ جشن فضیلی ہے۔"

۱۳۱۷

ناگہاں دایہ پکاری ہے ہے! — کیا بلا غم کی گلے لی ہے آج
میرے بچے سے امانت اپنی — مالکِ دہر نے لے لی ہے آج
گم ہوا گوہر جاں، اب خالی — دُر مقصد سے ہتھیلی ہے آج
بطن مادر ہی سے راہ جنت — ماہ طلعت نے مرے لی ہے آج
سر پہ ماں باپ نے قسمت سے بلا — جو گراں کوہ سے ہے، لی ہے آج
گم ہوا گوہر جان ان کا تو پھر — جانتا دل ہے جو شے لی ہے آج
باغ مقصد نے، لٹی جس کی بہار — حالت موسم دے لی ہے آج
اتنے میں کیا ہوا وہ جشن کہ اب — نہ فضیلی نہ کمیلی ہے آج

تاریخ فتح یابی مولوی عبدالرحمٰن صاحب قبلہ در مقدمہ با مولوی حشمت علی صاحب قبلہ مرحوم

یہ تاریخ بھی مولوی حبیب الرحمٰن مرحوم کی فارسی شاعری اور زندہ دلی کا دلچسپ نمونہ ہے۔ قطعہ تاریخ میں کسی کا نام درج نہیں کیا اس لیے کہ فریقین مقدمہ اور رفقائے کار سب عزہ و اقارب تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ مولوی حشمت علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ (جو اس وقت خاندان میں سب سے بڑے بوڑھے تھے) مقدمہ بازی میں بڑے مشاق تھے۔ عمر بھر عزیزوں سے

دفتر تواریخ

مقدمہ بازی جاری رکھی۔ آخر مولوی عبدالرحمٰن صاحب قبلہ سے بھی مقدمہ بازی کی باری آگئی۔ یہ حضرت مصنف تاریخ کے برادر اصغر ہیں۔ مولوی حشمت علی صاحب قبلہ کے سب بیٹے داماد اس فن مقدمہ بازی میں ماہر ہیں سب پیر و کار تھے۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب قبلہ نے (جن کی طرف تاریخ کے پہلے شعر میں لفظ جوانے سے اشارہ کیا ہے) اپنی طرف سے پیروی کے لیے سید اشفاق حسین صاحب کو بھیجا (ان کو ملیے ہاشمی کہا ہے) ان کی حسن تدبیر سے مقدمہ میں کامیابی ہوگئی۔

جوانے کہ نادیدہ روے مصاف — بہ پیکار کس کاہ ہمت نہ بست
بروتاختہ شیخ فسانی بحق — کہ درس رسیدہ است تا ی وشت
سحر خیز وشب زندہ دار اہل دل — بروں از ریا، مرد ایزد پرست
شب وروز باشد بحق مشتغل — نہ بینی کہ در کنج خلوت نشست
رہا کردہ از خاطرش حبّ مال — کشیدہ ز دنیا بیک بار دست
نکردہ وے ترک مشق نبرد — کہ ایں عہد کردہ است روز الست
براہ خدا محض بے طمعِ نفس — بجنگ عزیزے کمر چست بست
بخوں براور بدندانِ تمیز — چوگر گے سرگو پسندے بخست
فرستاد پوران و دمساد را — خروشاں بمیداں چو پیلاں مست
نبرد آزمایاں، قومی ہیکلاں — بقامت بلند اں بتقدیر پست
یکے را بسر تند بادے زکبر — یکے را ز نخوف بکیواں سرست
رسیدند وگشتند کوشان بزرم — بدلہا وجانہا ببازو و دست
چو شیر ژیاں حملہ آور شدند — سر فوج برنا کہ غافل نشست
بسر ہا کشیدند تیغ جفا — کشادند تیران خونیں زشست
بگرز ستم ضرب بر ضرب بود — کہ گر کوہ بودے ازاں می شکست
نکردند در کینہ خواہی دریغ — بہر صورتے کز بشر ممکن ست
چو کردند ایں، یہ ہنگامہ گرم — جواں را دل از شور ایشاں بخست
رواں کرد آخر ملیے ہاشمی — بروے دلبراں سفاک دست

علی ہاشمی آں علی ارجمند — کہ فرزند شیر خدا حیدر ست
ہمانا کہ جاں برز سر پنجہ اش — پیل و نہنگ ونہ شیر نرست
چو نصر خدا ہمدم جانِ اوست — ظفر زیر حکم غلام وے ست
برفت ویک حملۂ حیدری — سر و پا و دلہائے گرداں شکست
ندیدند از بیم آں شبل حق — بحال قرار و نہ جائے نشست
بنا چار مردان شیر افکناں — رمیدند یکرہ چو روباہ پست
ز پا اوفتادند انجام کار — بہ پیش خلائق چو از بام طشت
کند ریز دیوان پر زور را — زبردست حافظ کہ بالاترست

جواں یافت از دست ترکاں پناہ
تو گوئی، "ز چنگال شیراں برست"

۱۳۳۴ھ

میرے پاس یہ نظم خود عم مغفور کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بصورت مسودہ موجود ہے۔ ان کا خط شفیعہ تھا۔ اور ان کے سب بھائیوں سے اچھا تھا ان کے علاوہ تاریخیں دستیاب نہیں ہوئی۔ عم محترم نے ۳؍ رجب ۱۳۴۱ھ ۲۰؍ فروری ۱۹۲۳ء کو انتقال فرمایا۔

جوار رحمت بحبیب نصیب باشد

۱۳۴۱ھ

۱۵؍ اپریل ۱۹۳۷ء
۳؍ صفر ۱۳۵۶ھ پنجشنبہ

حامد حسن قادری
آگرہ، حکیموں کی گلی، قاضی گلی

تاریخ وفات حافظ عبدالشکور صاحب بچھرایونی و قاضی محمد یقین صاحب بچھرایونی

دونوں کا انتقال ایک ہی دن ۵ر رمضان ۱۳۲۶ھ روز جمعہ مطابق ۲ر اکتوبر ۱۹۰۸ء کو ہوا۔ اس کی مناسبت سے یکجائی تاریخ کہی گئی میں اس زمانے میں رامپور میں پڑھتا تھا۔ قطعہ میں عابد حسن کا نام ڈال دیا تھا۔ یہ تاریخ پہلے نہ ملی کہ اس "دفتر تواریخ" میں اپنی جگہ پر لکھی جاتی آج کاغذات میں سے نکل آئی۔ حامد حسن قادری، ۲۵ر فروری ۱۹۴۰ء آگرہ

روزِ آدینہ و ماہِ رمضان ڈھا گئے ہم پہ قیامت دونوں
چل بسے عبد شکور اور یقیں ہوگئے راہی جنت دونوں
ایک حافظ تھے تو قاضی تھے ایک تھے غرض چشمۂ رحمت دونوں
دونوں تھے مصدر مہر و الفت منبع خلق و مروت دونوں
دونوں تھے باعث فخر بچھراؤں تھے بڑے صاحب عزت دونوں
رنج دونوں کا نہ کیوں ہو عابد دیگئے صدمۂ فرقت دونوں
اُٹھ گئے ایک ہی دن دنیا سے کر گئے ساتھ ہی رحلت دونوں

یہ ہوئی دونوں کی یکجائی تاریخ
کہ، ہوے ساتھ ہی رخصت دونوں

۱۹۰۸ء

شمار تواریخ جلد ہذا

صفحہ	مادہ تاریخ آخری الفاظ	شمار تواریخ
۲۶	برپا گویا	۱۰۰
۶۷	فتح مبینے حاصل	۱۰۰
۹۹	کاغذِ زر	۱۰۰
۱۳۳	قومی ترہے	۱۰۰
۱۶۱	نقادِ دلگیر	۱۰۰
۱۸۶	ممتاز منزل	۱۰۰
۲۱۷	جی دیئ	۱۰۰
آخری صفحہ	گنجینۂ تواریخ	۱۰۰
		۸۰۰

نوٹ: صہ ۱۲۵ سے ۱۳۴ تک کتاب میں سے چاک کر کے نکال دیے گے۔ ان میں بھی بہت ہی تاریخیں تھیں۔ وہ اس شمارے میں شامل نہیں ہیں۔

دفتر تواریخ

۱۹۰۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تواریخ انتقال امیر الشعرا منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی

(۱) آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

۱۳۱۸ھ

(۲) شاعری کا ہو گیا اب گل چراغ

۱۹۰۱ء

(۳) حضرت امیر مینائی کا انتقال اکتوبر ۱۹۰۰ء میں ہوا ہے۔ اس لیے سنہ عیسوی کا یہ مادہ تاریخ ہے۔

وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ

۱۹۰۰ء (سورہ والضحیٰ)

تاریخ وفات ہر مجسٹی ملکہ وکٹوریا قیصرۂ ہند

زجہان ملکہ معظمہ رفتہ

۱۹۰۱ء

تاریخ تخت نشینی ملک معظم اڈورڈ ہفتم قیصر ہند

مالک تخت و تاج

۱۹۰۱ء

تاریخ وفات ہز ہائی نس امیر عبدالرحمٰن خاں امیر افغانستان

آہ خسرو کابل از دنیائے فانی رفت

۱۹۰۱ء

تاریخ تخت نشینی ہز مجسٹی امیر حبیب اللہ خاں امیر افغانستان

ہوی رونق تخت کابل دوچند آج

۱۹۰۱ء

تاریخ وفات منشی فیروز شاہ خانصاب رامپوری

دفتر تواریخ

(۱) ہوا ہے اک فرشتہ خوروانہ

۱۹۰۱ء

(۲) ذائقہ موت کا چکھا ہے

۱۳۱۸ھ

(۳) افسوس آہ شہر خموشان مین جا بسے

۱۹۰۱ء

تاریخ وفات مسماۃ اشرف خادمہ رامپوری

از سر حسرت بگو تاریخ او — راہی ملک عدم اشرف شدہ

۱۳۱۸ھ

تواریخ وفات مولوی نظام الدین صاحب بچھرایونی کہ در چاہ غرق شد

(۱) غریق چاہ

۱۳۱۹ھ

(۲) اب شق ہوا غم سے سینہ میرا

۱۹۰۱ء

تاریخ وفات حاذق الملک حکیم عبدالمجید خان صاحب دہلوی

شدہائے غروب مہر طب یونان — حسنت مستقرا

۱۹۰۱ء — ۱۳۱۹ھ

تاریخ وفات نجو خالہ کہ نزد والدہ مولوی محمد صدیق صاحب قیام داشت

نجو خالہ کہ سنائی جب سنی — اک جہان نظروں میں کالا ہوگیا
فرط غم سے چیخ اٹھے مہدی چچا — کیا یہ اے باری تعالیٰ ہوگیا!
یہ لغت جھاڑا چچا صدیق نے — گھر کی برکت کا ازالہ ہوگیا
چیخ اٹھیں دادی رسولن ہائے ہائے — سب غموں سے یہ تو بالا ہوگیا

بے بدل میں نے کہی تاریخ فوت
انتقال نجو خالہ ہوگیا

۱۳۱۹ھ

تاریخ وفات غلام پہلوان رستم ہند

ندا آمد پے سال از دل زار — شجاع و رستم ہندوستان مرد

۱۹۰۱ء

تاریخ وفات قاضی نصیر الدین صاحب چاندپوری

ففی رحمه الله هم فيها خلدون — ہوا ہے تیر قضا آہ پار سینہ کے

۱۳۲۰ھ — ۱۹۰۴ء

تاریخ دربار تخت نشینی ملک معظم اڈورڈ ہفتم قیصر ہند

(مطبوعہ انتخاب لاجواب لاہور)

آج کا دن ہے خوشی کرنے کا دن — آج کا دن عیش اور عشرت کا ہے
دل نے حامد کے کہی تاریخ جشن — جشن شاہ صاحب ثروت کا ہے

۱۹۰۴ھ

قطعات تاریخ طبع مثنوی ستم عشق مصنفہ منشی گوہر علی خان گوہر رامپوری

(۱)

مثنوئے شاعرے تصنیف کرد — نام آن عالی ہمم گوہر علی ست
سرنگون چون بہر تاریخش شدم — زد ندا ہاتف کہ ۔ نادر مثنوی ست

۱۳۲۱ھ

ستم عشق مثنوئ عجیب — چاپ گردید خوشخط و اعلی
از دل زار بلبل تاریخش — آمدم ۔ نظم شاہد زیبا

۱۳۲۱ھ

(۳)

واللہ باہتمام و حسن — مطبوع شدہ کتاب منظوم
گفتا دل من ز بہر تاریخ — وہ گوہر لاجواب منظوم

۱۳۲۱ھ

(۴)

قصہ دلفریب نظم نمود — منشی گوہر علی بانہ خیال

بانگ آمد بگوش من اے زار[1]   از فلک دُرّ نظم اہل کمال
۱۳۲۱

(۵)

مثنوی ستم عشق کا جلوہ دیکھو   نظم ایسی نگہ چرخ نے کب دیکھی ہے
دیکھ کر مثنوی گوہر عالی مقدار   بولا ہر شخص کہ بیشک یہ درافشاں ہے
فکر تاریخ جو کی بول اٹھا دل فوراً
مثنوی ستم وجور عجب لکھی ہے
۱۳۲۱ھ

تاریخ طبع شہادت نامہ مولفہ منشی گوہر علی خاں گوہر رامپوری

خوب لکھا ہے شہادت کا بیان   مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
فکر جب تاریخ کی مجھ کو ہوی   قصہ غمناک ہے ۔دل نے کہا
۱۳۲۱ھ

تاریخ وفات مولوی محمد لطیف صاحب

نہ تھی درکار چشم والطیف پاک باطن کو   ہوئی راہ عدم طے۔ان کی آنکھیں بند ہوتے ہی
ہیں بچھراؤں۔بریلی۔رامپور اب سوگوار ان کے   نہیں ماتم میں ان کے۔صرف بیٹے اور پوتے ہی
ہوئی تاریخ۔خواب شب میں جب خواب عدم نکلی   "الٰہی! رہ گئے وہ آج کیا سوتے کے سوتے ہی"

قطعات تاریخ طبع کتاب عجائب مقناطیس مولفہ سید عبدالرحمٰن صاحب ۱۳۲۱ھ مقیم کلکتہ

(۱)

بہت ہی با سلیقہ اور بہ خوبی   عجائب عبدرحمٰن نے لکھے ہیں
لکھے ہیں میر صاحب نے عجائب   کہ چشمے فیض کے جاری کئے ہیں
ہیں اس میں لفظ یا بکھرے ہوے پھول   لکھے ہیں نقطے یا موتی جڑے ہیں
ندا آئی لب ہاتف سے اے زار
عجائب قوت تحریک کے ہیں
۱۳۲۱ھ

(۲)

عبد رحمان نے خوب لکھی ہے   واقعی اک عجیب کتاب ہے یہ
فکر تاریخ جب ہوئی تو کہا   چشمہ فیض بے حساب ہے یہ

[1] خاکسار مصنف اول "زار" تخلص کرتا تھا۔اس کے بعد حسب ارشاد استاد مکرم حضرت راز رامپوری اپنے نام کے جزو اعلیٰ (حامد) کو تخلص قرار دیا۔

تاریخ وصال تاج الاولیا حضرت شاہ نظام الدین حسین صاحب قدس سرہ

حضرت شاہ نظام الدین حسین　　آنکہ بود از وے کمال اہل کشف
از جہان بے بقا شد در حجاب　　با خداگشتہ وصال اہل کشف
کلک حامد از پے سال وصال　　زد رقم ۔ شد انتقال اہل کشف

۱۳۲۲ھ

تاریخ وفات نواب محسن الملک

اولئك يد خلون الجنة يرزقون فيها (سورہ مومن ۔ رکوع ۵ ۔ پارہ ۲۴)

۱۳۲۵ھ

تاریخ وفات نواب مرزا خان داغ دہلوی استاد و نظام دکن

(مطبوعہ اخبار دبدبہ سکندری ریاست رام پور)　انه في الآخرة لمن الصلحين

۱۳۲۲ھ (بقرہ ۔ رکوع ۱۶)

ہائے اے داغ آہ اے دلی

تیری حالت پہ ہے بہت افسوس　　ہو گئی تو تباہ اے دلی
اٹھ گئے اس جہان فانی سے　　خان و نواب و شاہ اے دلی
ایسے اُٹھے کہ اُٹھ گئی گویا　　تیری شان اور جاہ اے دلی
چھوڑ کر تجھ کو خستہ حالی میں　　چلدیئے خیر خواہ اے دلی
مر گئے تیرے چاہنے والے　　نہ رہی تیری چاہ اے دلی
یاد ہیں ہم کو مدرسے تیرے　　اور وہ خانقاہ اے دلی
حاذق الملک اور واصل خاں　　گئے سوے آلہ اے دلی
تجھ کو کہتے تھے آسمان مطب　　دونوں تھے مہر و ماہ اے دلی
"داغ نواب میرزا" نے اب　　لی سوے خلد راہ اے دلی

۱۳۲۲ھ

کر گئی چپ کمال والوں کو　　تو عجب شے ہے واہ اے دلی
دیکھی ہر سو اُداسی چھائی ہوئی　　جس طرف کی نگاہ اے دلی

ل حکیم عبدالمجید خاں

دفتر تواریخ

کہیے دونوں کا حال سن سن کر

ہائے اے داغ آہ اے دلی

تاریخ وفات مولوی محمد حسین آزاد

"شد بروں آزاد از غم خانۂ کون و فساد":

۱۳ـ ۱۹۲۳ = ۱۹۱۰ء

تاریخ وفات مولوی ذکاء اللہ دہلوی:

(۱) وانه فی الاخرة لمن الصلحين (سورہ بقر۔ رکوع ۱۶)

۱۳۲۸ھ

(۲) یا شفیع امم ذکاء اللہ

۵۴۱ + ۷۸۷ = ۱۳۲۸ھ

تاریخ ولادت محبوب الرحمٰن فرزند مولوی عبدالرحمٰن صاحب رئیس نچھراؤں

مورخہ ۱۴ر فروری ۱۹۱۲ء اندور

پیدا ہوا ہے نور نظر راحت جگر ؎ ہر شخص، جس نے دیکھ لیا اس کو 'شاد ہے

آیا ہے پھول شاخ تمنا میں۔ اس لیے تاریخ ہے کہ: یہ گل باغ مراد ہے

۱۳۲۸ھ

نام تاریخی

حفیظ الرحمٰن

۱۳۲۸ھ

تاریخ کامیابی خود در امتحان میٹریکولیشن

رام پور ہائی اسکول کے جلسہ تقسیم انعام میں میں نے ایک نظم پڑھی تھی۔ اس کا ایک شعر مشتمل بر تاریخ لکھا جاتا ہے

جب پاس ہو گئے تو یہ تاریخ کی رقم شکر خدا کہ ہو گئے پاس امتحان میں ہم

۱۹۰۹ء

تاریخ نزلہ و زکام راقم

جبکہ ۱۹۱۰ء میں امتحان منشی کی تیاری ہو رہی تھی

دفتر تواریخ

امتحان کے قرب مین نزلہ ہوا — یہ بھی واژونی تقدیر و بخت
اس قدر اٹھتی ہے کھانسی زور سے — دل ہوا جاتا ہے گویا لخت لخت
فکر ہے تاریخ کی تم کو اگر — کہہ دو حامد۔ اندنوں نزلہ ہے سخت

۱۳۲۸ھ

تاریخ ترتیب خلاصہ اخلاق جلالی بطرز نوی

مرتبہ خاکسار و راقم

(۱)

خلاصہ لکھا کیسا نادر نفیس

۱۳۲۸ھ

(۲)

ندا آئی لب ہاتف سے لکھ تاریخ اے حامد
بڑا عمدہ خلاصہ ہے یہ اخلاق جلالی کا

۱۹۱۰ھ

تاریخ کامیابی عابد حسن فریدی و ظہیر عالم چشتی در امتحان میٹریکولیشن

فرحین بما الھم اللہ من فضلہ (آل عمران۔ [illegible])

۱۹۰۸ھ

تاریخ تحفہ تصاویر از مولوی عابد حسن فریدی

مورخہ ۲۴ر فروری ۱۹۱۰ء در رامپور

نمایش سے مجھے عابد نے بھیجیں خوب تصویریں — یہی ہیں میری دلچسپی کی تدبیریں بہت اچھی
کوئی ہے شاہ ان میں کوئی بیگم، پہلواں کوئی — یہ سب وہ لوگ ہیں۔ ہیں جن کی تقدیریں بہت اچھی
اگر منظور اظہار مسرت ہے تمھیں حامد
کہو تاریخ: بھیجیں پانچ تصویریں بہت اچھی

۱۳۲۸ھ

دفتر تواریخ

تاریخ ولادت مولوی محمد اعظیم الحق جنیدی بی اے بی ٹی[1]

خلف حضرت قبلہ وکعبہ مولوی انوار الحق صاحب ناظر پنشنر رحمتہ اللہ علیہ

(از آیت قرآن مجید)

واجعله رب رضیا[2]

۱۳۲۸

تاریخ ضرب شدید کے برپائے مولوی فضل احمد صاحب سابق قانون گو رسید

گیا کوئی عیادت کو تو پوچھا اس نے یہ جا کر — یہ کیونکر چوٹ بھائی فضل کے عبدالاحد آئی
کہا اک روز میں بیٹھا ہوا تھا گھر کہ اتنے میں — مجھے آواز زینہ سے گدا گد گد گدو آئی
اٹھا دیکھا کہ بھائی گر پڑے ہیں سیڑھیوں پر سے — کہا میں نے بلا کیسی یہ اے رب صمد آئی
لگی تھی چوٹ ایسی سخت اُٹھ سکتے نہ تھے بالکل — اٹھانے کے لیے گھبرا کے نیچے سے مدد آئی

سنا یہ واقعہ جس نے بہت صدمہ ہوا اس کو
کسی شاعر کی یہ تاریخ ہے ضرب اشد آئی

۱۳۲۸ھ

تواریخ نصب پمپ در خانہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب وغیرہ

(۱) خزانہ آب شیریں کا ہے یا پمپ

۱۳۲۷ھ

(۲) ہے چشمہ فیض اچھا بنایا

۱۳۲۷ھ

(۳) ہوی سیراب چشمہ سے خدائی

۱۳۲۷ھ

---

[1] راقم کے والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ نے عظیم الحق نام میں محمد اور جنیدی اول و آخر بڑھا کر تاریخی نام کر دیا تھا جس میں ۱۳۲۸ نکلتے ہیں۔

[2] یہ آیۂ کریمہ حضرت زکریہ علیہ السلام کی دعا ہے جو انھوں نے اپنے فرزند حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے فرمائی تھی۔

(۴) واہ اچھا بنا ہے چشمہ فیض

۱۳۲۸ھ

(۵) خزانہ ہے پمپ آب شیریں کا واہ

۱۳۲۸ھ

(۶) دریا سے تو بڑھ کر ہے یہ پمپ حقیقت میں

۱۹۱۰ء

(۷) چاہ کی ضرورت نہ رہی

۱۹۱۰ء

تاریخ تصنیف کشف المعضلات فی شرح المعمیات مصنفہ مولوی سید اولاد حسین صاحب شادان منشی فاضل پروفیسر مدرسہ عالیہ ریاست رامپور

(مطبوعہ کتاب مذکور)

شارح دُرّہ حضرت شادان — جن کو دریا کہیں فضیلت کا
ایسے عالم کو سارے عالم پر — سکہ بیٹھا ہے ان کی شہرت کا
ایسے کامل کہ بو علی سینا — لے سبق ان سے فن حکمت کا
بند ہو یوسف و خلیل کا دم — دیکھیں جوہر اگر طبیعت کا
آئیں میدان شاعری میں اگر — جوش زن بحر ہو حلاوت کا
ایسے ماہر ہیں وہ بلاغت میں — کہ ٹھکانا نہیں مہارت کا
دھوم ہے ان کے فضل کی ہر سو — غل ہے دنیا میں قابلیت کا
کس بلا کا دماغ ہے ان کا — ذہن پایا ہے کس قیامت کا
کی ہے تالیف اک کتاب لطیف — جو نمونہ ہے ان کی جودت کا
ہے کرشمہ یہ ایک ادنیٰ سا — آپ کے علم کا لیاقت کا
یہ معموں کی شرح لکھی ہے — یا ہے دفتر کوئی فصاحت کا
ہر معمے کا حل ہے صاف ایسا — کوئی پہلو رہا نہ دقت کا
مخزن و معدن بلاغت ہے — لفظ لفظ آپ کی عبارت کا
نقطہ نقطہ ہے گوہر معنی — حرف حرف اک چمن ملاحت کا

دفتر تواریخ

الغرض دیکھنے کی چیز ہے یہ وصف کب ہے قلم کی طاقت کا
فکر تاریخ ہے اگر حامد
کہہ دو: گلشن کھلا بلاغت کا

۱۹۱۰ء

تواریخ ترتیب و طبع تذکرہ خمخانہ جاوید مولفہ لالہ سری رام ایم اے دہلوی

(مطبوعہ تذکرہ مذکور)

(۱)

کیا خوب یہ تذکرہ ہے سبحان اللہ روشن ہوا سب میں اس سے نام شعرا
تاریخ کی فکر ہے تو حامد لکھو۔ بے مثل خزانۂ کلام شعرا
حامد لکھو سال عیسوی وہجری ۵۸۲ + ۱۳۲۵ھ = ۱۹۰۷ء

(۲)

تذکرہ لکھا ہے بے مثل و نظیر سب میں مشہور یہ افسانہ ہوا
اک نظر جس نے اسے دیکھ لیا عاشق و والہ و دیوانہ ہوا
تذکرے طبع ہوے بہتیرے سچ تو یہ ہے کہ کوئی ایسا نہ ہوا
تذکرہ کیا ہوا یہ اے حامد
بادۂ شعر کا خم خانہ ہوا

۱۹۱۱ء

(۳)

ہیں جلوہ گر قرینہ سے سب شاعران ہند ہے یہ نمونہ انجمن اہل ہند کا
حامد نے جلد دوم کی تاریخ یہ لکھی یہ انتخاب ہے سخن اہل ہند کا

۱۹۱۰ء

(۴)

تاریخ شاعروں کی ہے یہ یا مشاعرہ یہ تذکرہ ہے یا شعرا کی ہے انجمن

دفتر تواریخ

ہر نقطہ اس کتاب کا ہے رشک آفتاب — ہر لفظ اس کتاب کا ہے غیرت چمن
پھیلی ہوئی کہیں ہے بلاغت کی چاندنی — دریا کہیں ہے اس میں فصاحت کا موجزن
کیوں آفتاب بن کے نہ چمکے جہان میں — ہیں قدر دان تذکرہ شاہنشہ دکن

ترتیب جلد دوم کا حامد یہ سال لکھ
چھاپا گیا ہے خوب یہ گلدستہ سخن

۱۹۱۰ء

(۵)

خوش سلیقہ ہیں بڑے لالہ سری رام ایم اے — یہ کتاب آپ نے لکھی ہے بہت ہی اچھی
یوں تو لکھے ہیں بہت تذکرے لوگوں نے مگر — ہم نے تالیف نہ دیکھی کوئی ایسی اچھی
اس میں حالات کئے جمع سب عمدہ عمدہ — اور غزلیں بھی لکھیں چھانٹ کے اچھی اچھی
ایسی ہی طبع ہوئی جیسی کتاب اچھی ہے — کاغذ اچھا قلم اچھا ہے چھپائی اچھی
چاہتے ہو تم اگر سال اشاعت حامد — کہد و۔ تاریخ لکھی ہے شعرا کی اچھی

۱۹۱۱ء

(۶)

سچ تو یہ ہے حق میں اردو شاعری کے یہ کتاب — رحمت پروردگار وخالق مطلق ہوئی
سال ہجری کی اگر ہے فکر اے حامد حسن — کہد و: اردو شاعری کو اس سے اب رونق ہوئی

۱۳۲۹ھ

تاریخ وفات ہز ہائی نس میر محبوب علی خان بہادر نظام حیدر آباد دکن

(۱)

بپا کرد محشر وفات نظام — بہر شرق وغرب وشمال وجنوب
ز جادوے الطاف شاہانہ اش — مسخر نمودہ جہان را قلوب
بیا دید گردد جہان ہست کس — بدین خلق نیکو بدین وصف خوب

رسید این ندا از لب جبرائیل
کہ ناگاہ مہر دکن شد غروب

۱۹۱۱ء

(۲)

چراغ دکن بجھ گیا آہ آج

۱۳۲۹ھ

(۳)

نظام کوہ وقار

۱۳۲۹ھ

تواریخ وفات منشی امیر اللہ صاحب تسلیم لکھنوی مقیم رامپور

ایک طویل مرثیہ تاریخی مع مندرجہ ذیل تاریخوں کے یادگار تسلیم مرتبہ صبر رامپوری میں شائع ہو چکا ہے اس مرثیہ میں سے صرف آخری بند کے چند شعر جو تاریخ پر مشتمل میں درج کرتا ہوں۔

(مورخہ ۲۲/ ستمبر ۱۹۱۱ء بمقام مہوہ چھاونی)

(۱)

ہو گیا اوس اوستاد لکھنوی کا خاتمہ — جس پہ تھا نکتہ وری نکتہ رسی کا خاتمہ
اور ابھی تسلیم کو ہم سے جدا ہونا نہ تھا — گرچہ ہونا ہے سبھی کی زندگی کا خاتمہ
ان کے دم سے ایشیائی شاعری زندہ رہی — ورنہ اب تک ہو گیا ہوتا کبھی کا خاتمہ
جاتے ہی تسلیم کے جاتا رہا لطف سخن — ہو گیا گویا کہ بزم شعر ہی کا خاتمہ
حامد غمگین لکھو تم مصرع سال وفات — ہو گیا آج آہ اردو شاعری کا خاتمہ

۱۹۱۱ء

(۲)

تسلیم سے تہی بہار، وہ ہی نہ رہے — پامال خزان سخن کا باغ آج ہوا
تاریخ وفات لکھ دو حامد تم بھی — بزم شعرا کا گل چراغ آج ہوا

۱۹۱۱ء

(۳)

نظر آتی نہیں اب شاعری کی روشنی بالکل — تھے ہندستان میں تسلیم شمع انجمن گویا

اگر درپیش تم کو فکر ہے تاریخ کی حامدؔ تو کہہ دو۔ درہم وبرہم ہوئی بزم سخن گویا

۱۳۲۹ھ

(۴)

افسوس ہوئے جہاں سے رخصت تھے شاعر نامدار تسلیم
رونق تھی سخن کی ان کے دم سے اس باغ کی تھے بہار تسلیم
مانے ہوئے تھے جہاں میں استاد رکھتے تھے عجب وقار تسلیم
تسلیم سا اب نہیں ہے کوئی ہونے کو تو ہوں ہزار تسلیم

حامد نے کہا یہ سال رحلت
جنت کو گئے سدہار تسلیم

۱۳۲۹ھ

لهم فيها نعيم مقيم خلدين فيها ابداً (توبہ رکوع ۳)

۱۳۲۹ھ

(۵)

جہاں سے حضرت تسلیم کیا ہوئے رخصت یہ کہیے آگیا بس شاعری ہی پہ ادبار
دکھا سکے گا نہ اب کوئی ثانیٔ تسلیم ہزار گردشیں کھائے یہ چرخ رفتار
یہ صدمہ لکھنو اور رام پور ہی کو نہیں کہ اس سے سارے زمانے کے جان و دل ہیں فگار
ہمیں تھا پہلے ہی قحط رجال کا رونا رہا نہ وہ بھی جو تھا نکتہ دان گوہر بار

خیال ہے تمھیں تاریخ کا تو اے حامدؔ
لکھو کہ: لٹ گئی لو آج شاعری کی بہار

۱۳۲۹ھ

(۶)

ان کے جانے سے سخن کا خانہ ویران ہو گیا

۱۹۱۱ء

تاریخ ختم قرآن محمد طاہر فاروقی عرف نوشہ میاں سلمہ خلف اکبر عم مکرم جناب پروفیسر مولوی محمد محسن صاحب فاروقی منشی فاضل مدظلہ العالے

(نوشتہ بہ مقام چھاونی مہو)

کرے نشرۂ طاہر اللہ مبارک!

۱۳۲۹ھ

حضرت والد ماجد راقم نے اس تقریب کی تاریخ خوب فرمائی ہے

"چشم بددور نشرۂ طاہر"

۱۳۲۹ھ

تاریخ سیر شالامار باغ لاہور

خاکسار راقم مئی ۱۹۱۱ء میں منشی فاضل اور عالم کے امتحانات کے لیے مدرسہ عالیہ رامپور کے طلبہ اور پروفیسر سید اولاد حسین صاحب شاداں بلگرامی کے ساتھ لاہور گیا تھا۔ شالامار باغ کا سفر اکّوں میں ہوا تھا۔ واپسی میں اِکّے ہی میں تاریخ کہی تھی۔

دیکھ کر آئے ہیں شالامار باغ

۱۹۱۱ء

تواریخ طبع یادگار تسلیم مرتبہ حضرت صبر رامپوری

(۱)

تواریخ وہ صبر نے جمع کی ہیں — کہ جن میں سے ہر ایک ہے پیکر غم
لکھو سال طبع تواریخ حامد — یہ مطبوع اب ہو گیا دفتر غم

۱۹۱۱ء

(۲)

تسلیم کہ وہ مرثیے ہیں اس کتاب میں — پڑھنے سے جن کے اڑتے ہیں منہ سے شرار غم
تاریخ طبع کی ہے اگر جستجو تمھیں — حامد لکھو: چھپی ہے یہ اب یادگار غم

۱۳۲۹ھ

تواریخ وفات مولوی ظہیر الدین حسین صاحب ظہیر دہلوی (یادگار ذوق)

(۱)

افسوس کہ از جہاں فانی — آں شاعر بے نظیر رفتہ
پرسید سن وفات حامد — گفتم - بہ جنان ظہیر رفتہ

۱۹۱۱ء

(۲)

ہوگیا رنگ شاعری پھیکا — نہ رہا لطف شعر بعد ظہیر
فکر تاریخ ہے اگر حامد — کہدو - کیا لطف شعر بعد ظہیر

۱۹۱۱ء

(۳)

رکھتا ہے دشمنی جو مشاہیر دہر سے — کیا کینہ توز طبع ہے اس چرخ پیر کی
جلتا ہے دیکھ دیکھ کے اہل کمال کو — یہ بددعا لگی ہے اسے کس فقیر کی
دیکھو کہ اس نے بیٹھے بٹھائے اک آن میں — صورت ملادی خاک میں داغ و امیر کی
تسلیم اور جلال کو اس نے اٹھا لیا — پھر آن پہنچی ساعت رخصت ظہیر کی
بیشک ظہیر آپ ہی اپنی مثال تھے — عنقا صفت ہے ہستی اب ان کے نظیر کی

لکھ دو سن وفات یہ اے حامد حزیں
اب یادگار مٹ گئی ذوق و نصیر کی

۱۹۱۱ء

نوشتہ بمقام مہو چھاونی

تاریخ کشتن مار سیاہ در خیمہ گاہ کدریا چھاونی مہو سنٹرل انڈیا

اکتوبر ۱۹۱۱ء میں چھاونی مہو میں طاعون شروع ہوا اور میں مع حکیم اختر حسین خان بیدل و
مسٹر عبد الصمد خان میداں کدریا میں خیمہ نصب کر کے رہنے لگا۔ وہیں کا یہ واقعہ ہے۔

اتفاقاً آج اک مار سیاہ — آگیا خیمہ میں لہراتا ہوا
تھا وہ پردار اور زہریلا بھی تھا — مارڈالا اس کو یہ اچھا ہوا

دیکھنے کے واسطے ہر سمت سے — گرد اسکے جمع اک میلا ہوا
فکر ہے حامد اگر تاریخ کی — کہدو ۔ اچھا قتل موذی کا ہوا

۱۳۲۹ھ

تاریخ جنگ خادمات خیمہ کدریا مہو چھاونی سنٹرل انڈیا

اتفاق سے ہمارے خیمہ کے متعلق تین مامائیں جمع ہوگئی تھیں روز آپس میں لڑا کرتی تھیں

۵ر نومبر ۱۹۱۱ء کو ان میں سخت اور طویل لڑائی ہوئی۔ اسی دن میں نے یہ تاریخ لکھی تھی۔

حلیم بی کی جمیدن کی اور بڑی بی کی — ذرا تو آکے یہاں حملہ آوری دیکھو
عجب طرح کی لڑائی ہے آج تینوں میں — ہر ایک ان میں سے ہے جوش میں بھری دیکھو
یہ بولی اب کے کہا کچھ تو تم ہی جانو گی — وہ بولی میں بھی کہوں گی کھری کھری دیکھو
کہا یہ تیسری نے منہ سنبھال کر بولو — نہ گالیوں پہ اتر آؤ تم ذری دیکھو
لڑائی دیکھ کے حامد نے یہ کہی تاریخ
کہ۔ آج خیمہ میں ہے جنگ زرگری دیکھو

۱۳۲۹ء

تاریخ وفات مسٹر خورشید جی دستور پارسیان مہو

(۱)

آج رخصت ہوگئے خورشید جی — پارسیوں کو نہ ہو کیونکر ملال
کہیں حامد سال فصلی آپ بھی — ہوگیا دستور کا اب انتقال

۱۳۱۸ فصلی

(۲)

در دل پارسیان آتش غم افتاد است — بے نہایت ہمہ راہست الم دستورے
فکر تاریخ وفا تش چو دل حامد کرو — این صدا خاست کہ ۔ صد حیف غم دستورے

۱۹۱۲ء

تاریخ ولادت دختر عبدالصمد خان کلرک محکمہ کمسریٹ مہو چھاونی

(نوشتہ بہ مقام چھاونی مہو۔ ۱۰ر مئی ۱۹۱۲ء)

چاندسی بیٹی خدا نے دی صمد صاحب کو — تار پڑھ کر ابھی معلوم ہوئی ہے یہ خبر

روز آدینہ تھا اور ماہ مئی کی دسویں — کہ یہ برکت ہوئی اللہ کی نازل گھر پر
سن کے بیساختہ تاریخ کہی حامدؔ نے — کہ۔ مبارک ہو مبارک ہو صمد کو دختر

۱۹۱۲ء

تاریخ وفات مولوی احمد علی صاحب قبلہؒ رئیس بچھراؤں

نوشتہ بمقام مہو چھاونی در ماہ مئی ۱۹۱۲ء

(۱)

کیوں ان کی وفات کا نہ ہو سب کو ملال — تھے مولوی احمد علی فرخندہ خصال
اس حادثہ الم فزا کا ہے یہ سال — خُلق نبوی کی تھے وہ ایک زندہ مثال

۱۹۱۲ء

(۲)

بسوے آن جہان خود گرچہ رحلت کردزین عالم — مگر زندہ است نام مولوی احمد علی قبلہ
چو کردم فکر سال فوتش ازہاتف ندا آمد — کہ شد جنت مقام مولوی احمد علی قبلہ

۱۳۳۰ھ

(۳)

انتقال از دہر کردہ مولوی احمد علی — آنکہ شغلش بود احسان وکرم شام وپگہ
سال رحلت گفت حامدؔ بہر لوح تربتش — مولوی احمد علی صاحب بجنت آرامیدہ

۱۳۳۰ھ

(۴)

مولوی احمد علی صاحب کی آہ — عالم فانی سے رحلت ہوئی
یہ خبر وحشت اثر جس دم سنی — کیا کہوں کیا دل کی حالت ہوئی
سنتے ہی جاتے رہے ہوش وحواس — سر میں سودا دل کو وحشت ہوئی
میں ہی کیا بچھراؤں بھر ماتم میں ہے — ہائے کیا نازل مصیبت ہوئی
تائی بی کا غم ہی کچھ تھوڑا نہ تھا — اور کیوں وارد یہ آفت ہوئی
گلشن بچھراؤں میں آئی خزاں — ساری دولت اس کی غارت ہوئی

خاک اب اڑنے لگی بچھڑاؤں میں ۔۔۔ کیا سے کیا بستی کی صورت ہوگئی
روشنی قصبہ میں تھی جس شمع سے ۔۔۔ وہ نہاں اب ریز تربت ہوگئی
پل کرم کا اب شکستہ ہوگیا ۔۔۔ خشک اب نہر سخاوت ہوگئی
ذات میں تھیں ان کے جو جو خوبیاں ۔۔۔ ان میں سے ایک ایک رخصت ہوگئی
ان کے دم سے گرم تھا بازار خلق ۔۔۔ زائل اس کی قدر وقیمت ہوگئی
جس پہ ڈالی از رہ احسان نظر ۔۔۔ دور اس کی سب فلاکت ہوگئی
کی عیادت جاکے جس بیمار کی ۔۔۔ وہ یہ سمجھا مجھ کو صحت ہوگئی
مرتے دم تک کی محبت جس سے کی ۔۔۔ ہوگئی جس پر عنایت ہوگئی
تھے رحیم اتنے ہوا کوئی ملول ۔۔۔ اور طاری ان کو رقت ہوگئی
وان لگی دل پر کسی انسان کے چوٹ ۔۔۔ درد سے یاں غیر حالت ہوگئی
اُن کا ادنیٰ سے بھی ایسا خلق تھا ۔۔۔ جس نے دیکھا اس کو حیرت ہوگئی
تھی نہ پیری اس کا باعث بلکہ پشت ۔۔۔ خم ۔ تواضع کی بدولت ہوگئی
جب ملے، جس سے ملے، جھک کر ملے ۔۔۔ اس لیے جھکنے کی عادت ہوگئی
الغرض وصف ان کے میں کیا کیا لکھوں ۔۔۔ بار غم سے پست ہمت ہوگئی

حامد محزون یہ لکھ سال وفات
اب ستم ٹوٹا قیامت ہوگئی

۱۹۱۲ء

(۵)

تاریخ وفات عم مکرم مولوی احمد علی صاحب موصوف الصدر وعمہ مکرمہ زوجہ مرحومہ آں مغفور

چل بسے تای اور تاے میاں ۔۔۔ خاندان پر یہ کیا ستم ٹوٹے
فکر تاریخ تھی کہ دل بولا ۔۔۔ آہ اب کوہ ہاے غم ٹوٹے

۱۹۱۲ء

تاریخ وفات حکیم محمد حسن صاحب تمکین بچھرایونی

(۱)

رفت چو تمکین سو ملک عدم — صبر برفت از دل غمگین ما
سال وفاتش دل غم دیدہ ام — گفت، بہ جنت شدہ تمکین ما

۱۳۳۰ھ

(۲)

تمکین یہاں سے ہو کے رخصت — اللہ میاں کے پاس پہنچے
تاریخ وفات میں نے لکھی — رضوان جناں کے پاس پہنچے

۱۳۳۰ھ

(۳)

تمکین بسوئے خلد رفت

۱۹۱۲ء

(۴)

تمکین سخنور بجنان شد ز جہاں

۱۹۱۲ء

(۵)

رخصت ہوئے اب حکیم تمکین

۱۹۱۲ء

تاریخ وفات ڈپٹی نذیر احمد دہلوی

(۱) لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابدا (سورۂ توبہ۔ رکوع ۳)

۱۳۳۰ھ

(۲) باد فردوس خلد جایگہش = ۱۳۳۰ھ

تاریخ وفات مولوی ظہیر الدین صاحب ابن مولوی شرف الدین صاحب بچھرایونی

(۱)

ناگاہ ازین دہر سفر کرد ظہیر آہ — ہوش از سر ما بُردو شکیب از دلِ ما برد
بے مثل بر آمد سن ازین مصرعِ مشہور — این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد

۲ ۸ ۴ ۲ ـ ۵۷۰ = ۱۹۱۲ء

(۲)

ظہیر جنان مکان

۱۳۳۰ھ

(۳)

خلد کو ظہیر جوان زکی گئے

۱۹۱۲ء

قطعہ تاریخ مشتمل بر تواریخ وفات جملہ عزیزان و ساکنان بچھراؤں در وبائے طاعون

تانی بی۔ تائے میاں۔ آمنہ۔ تمکین۔ ظہیر — وجیا سیدانی ودو خادمہ وجیا۔ منیا
کون کون اور ہوئے ہوں گے شہید طاعون — جن کا اب تک بھی مجھے مل نہ سکا نام پتا
مرنے والوں کو خدا اپنے کرم سے بخشے — اور دے اپنی عنایت سے مریضوں کو شفا
عورتوں کے لیے تاریخ غفرن نکلی (۱۳۳۰ھ) — اور مردون کے لیے نغفر ملہم نے کہا (۱۳۳۰ھ)
چاہتا تھا میں کوئی مادہ اینا جس سے — حالت قصبہ کا پھر جائے نظر میں نقشا
فکر ہی تھی کہ دل زار سے نکلی تاریخ — حشر ہے قصبہ بچھراؤں میں برپا گویا

۱۳۳۰ھ

تاریخ کامیابی مولوی ظہیر عالم صاحب چشتی (بی اے ایل ایل بی وکیل سنبھل) در امتحان بی اے

(نوشتہ جون ۱۲ء اندورہ مطبوعہ زمیندار لاہور)

شکر صد شکر ہوئے پاس ظہیر — کیوں نہ احباب ہوں شاد و خرم
نکلا بچھراؤں سے پہلا بی اے — جس قدر فخر ہو اس کو ہے کم
کھل گیا غنچہ دل آج اپنا — دیر سے منتظر مژدہ تھے ہم
کچھ مسرت کا ٹھکانا نہ رہا — نام اخبار میں دیکھا جس دم

لکھی حامدؔ نے یہ "عمدہ تاریخ"
ہوگئے بی اے ظہیر عالم ۱۳۳۰

۱۳۳۰ء

تاریخ دیوان نواب محمد زماں خان صاحب بہادر نواب باندہ مقیم اندور

(اس تاریخ کے مصرع ضائع ہوگئے) نوشتہ در اندور

شاخ گل ہر شعر ہے دیوان میں

۱۹۱۲ء

تاریخ بچہ سگ کہ حکیم اختر حسین خان بیدلؔ شاہجہان پوری[1] در مہو حاصل کرد

کتا نہ نکلے گا کہیں ایسا مہو اندور میں
قسمت سے تم کو مل گیا واللہ کیا بچہ ہے یہ
شکل اس کی جب آئی نظر تاریخ حامدؔ نے لکھی
کتا نہیں ہے واقعی اک شیر کا بچہ ہے یہ

۱۳۳۰ھ

[1] ا۔ بیدل کو ملا

تاریخ ترک گفتن راقم "چھاونی مہو" را

۲۷ اکتوبر ۱۲ء کو مہو میں لکھی گئی یکم نومبر ۱۹۱۲ء کو میں مہو سے بقصد اٹاوہ روانہ ہو گیا۔

یہ نظم ماہ اکتوبر ۱۹۱۴ کے رسالہ نقاد آگرہ میں شائع ہوچکی ہے۔ باونی ترمیم یہاں درج کی جاتی ہے۔

خیر باد

اے مہو! اے منزل آرام و راحت الوداع!
الوداع اے روکش گلزار جنت الوداع
الفراق اے مخزن خوبی و کان دل کشی!
الفراق اے شان رعنائی و جان دلکشی
خیر باد اے آنکہ ہستی مطلع انوارِ حُسن
خیر باد اے آنکہ ہستی منبع اسرار حُسن
خیر باد اے آنکہ ہستی انتخاب روز گار
خیر باد اے حرف زریں در کتاب روز گار
تو وہ خم خانہ ہے جو ہے توبہ زاہد شکن
رہن مے ہیں سبحہ و زنار شیخ و برہمن
ہے جہانسوزی کی شہرت تو وہ آتش خانہ ہے
میرا دل بھی تیری شمع حُسن کا پروانہ ہے
تو وہ بت خانہ ہے آخر کرلیا کافر مجھے
کہتے ہیں آتش پرست و بت پرست اکثر مجھے
ایسا جادو تیری ہر دیوار میں ہر در میں ہے
عقل بھی مسحور ہے ایمان بھی چکر میں ہے
ہاں یہاں نکلا دل خستہ کا ارمان نمک
زخم خواہاں نمک تھا اور تو کان نمک

دفتر تواریخ

کون ہے جو تیری تیغ ناز کا بسمل نہیں
ہاں نہیں ہے تو وہی پہلو میں جس کے دل نہیں

اے مہو! یاد آئیں گے یہ دلنشیں منظر ترے
جن کو دعویٰ ہے خدائی کا وہ ہیں پتھر ترے

تیری سڑکوں پر ٹہلنا یاد آئے گا ہمیں
راہ میں دل کا مچلنا یاد آئے گا ہمیں

میرے دل سے کوئی پوچھے تیرے نظاروں کا لطف
تیرے صحراؤں پہاڑوں اور گلزاروں کا لطف

تیری بارش۔ تیرا سبزہ۔ تیرے گل۔ تیری ہوا
غم زدا کلفت شکن راحت جان۔ عشرت فزا

چشم بینا کے لیے تو اک کتاب حُسن ہے
ہر گلی کوچہ ترا ایک ایک باب حُسن ہے

تو وہ ترکش ہے بھرے ہیں جس میں لاکھوں تیر ناز
کرلیا ہے تو نے میرے دل کو بھی نخچیر ناز

ظلم تیرا گرچہ بے حد اور ستم ایجاد ہے
دل مگر پھر بھی حریص لذت بیداد ہے

زخم کھا کر ہوگیا مشتاق خنجر اور بھی
ہے صدائے دل کہ اک وار اے ستمگر اور بھی

ظلم جو تو نے کیا وہ عشوہ جانا نہ تھا
جان عاشق کے لیے انداز معشوقانہ تھا

آہ کی دل نے تو درد عشق سے مجبور تھا
اشک اگر نکلے تو آخر کیا کرے رنجور تھا

دل نے گر شکوہ کیا تو وہ کوئی شکوا نہ تھا
اول اول لذت آزار سے بیگانہ تھا

اے مہو رخصت کہ آ پہنچی ہے فرقت کی گھڑی
ہے یہ میرے واسطے گویا قیامت کی گھڑی

میں نہ جاتا لے نہ جاتی گر مری قسمت مجھے
دے نہ ہرگز طعنہ بیزارئ الفت مجھے

ترک پائی لذت غم کا نہ دے الزام تو
کیا نہیں آگاہ جور گردش ایام تو ؟

رخصت اے اہل مہو اے مخلصان باصفا
اے محبان صداقت کیش و الفت آشنا

تم سے ہوتا ہوں جدا کس طرح لیکن؟ کیا لکھوں!
بادل حسرت زدہ بادیدہ پر اشک خون

ہے اگر منظور تاریخ فراق پُر الم
کہدو حامدؔ: رخصت اے اہل مہو جاتے ہیں ہم

۱۹۱۲ء

تاریخ آتشزدگی در چھاؤنی مہو

(نوشتہ بہ مقام اٹاوہ۔ ۱۲ر نومبر ۱۹۱۲ عیسوی)

مہو میں آگ لگی پانچویں نومبر کو
وہ آگ بن کے جو اک قہر کردگار آئی

بھرے تھے گولے بہت جس دکان میں آگ لگی
بجھانے کے لیے مخلوق بے شمار آئی

پھٹے جو گولے تو نذر اجل ہوئے صدہا
جو آیا اوسکے ہی سر پر قضا سوار آئی

دفتر تواریخ

سنی جو یہ خبر دردناک، میں نے کہا
مہو میں آج قیامت بشکل نار آئی

۱۳۳۰ھ

تاریخ وفات زوجہ مولوی فرید احمد صاحب بچھرایونی

(جس کو مولوی عبدالواحد صاحب بچھرایونی نے تہذیب نسواں چھپوایا تھا)

نوشتہ بمقام اٹاوہ۔ ۱۶؍دسمبر ۱۹۱۲ء

کیوں شکوہ آسماں کریں ہم — کیوں گردش دہر کے ہوں شاکی
تقدیر کو کیوں لگائیں الزام — آخر کچھ اس سے فائدہ بھی؟
ہوتا ہے وہی خدا جو چاہے — جو اس کی رضا وہی ہماری
راضی برضا رہے ہر انسان — ہاں شرط یہی ہے بندگی کی
غم کا بھی وہی ہے دینے والا — دی ہے بندے کو جس نے شادی
یہ غم جو فرید! تم کو پہنچا — کس طرح سے تعزیت ہوا س کی
حامد کا بھی دل ہے پارہ پارہ — اور شق ہے زبان کلک کی بھی
بیوی کا بہت بڑا ہے صدمہ — ہے شاق بہت ہی یہ جدائی
پتھر کا جگر ہو تو پگھل جائے — اس آتش غم میں ہے وہ گرمی
یہ رنج نہ دے خدا کسی کو — اس غم میں نہ مبتلا ہو کوئی
یہ غم تو نکل سکا نہ دل سے — کیا روئی جو آنکھ خون روئی
جز صبر نظر نہ آئی تدبیر — مرضی پہ خدا کی جب نظر کی
کی میں نے ہجوم غم میں جب فکر — تاریخ بھی ہاتھ آئے کوئی

رضوان جناں نے دی یہ آواز
خاتون جناں کے پاس پہنچی

۱۳۳۰ھ

دفتر تواریخ

تاریخ وفات والدۂ سید مقبول حسین صاحب مولوی فاضل ساکن نوگانوہ ضلع مراد آباد

نوشتہ بمقام اٹاوہ

(۱)

خاتون نیک مناقب

۱۳۳۰ھ

(۲)

نیک بی بی اٹھ گئیں دنیا سے آہ! خویش و بیگانہ کو ہے غم بیکراں
فکر جب تاریخ کی مجھ کو ہوئی کی نظر میں نے بسوے آسماں
یہ ندا آئی لبِ جبریل سے لکھ۔ گئی ہیں نزد خاتون جناں

۱۳۳۰ھ

(۳)

آمد از بہر طلب پیک اجل ؏ زین جہاں شدبارم آن خاتون
گفت تاریخ بگوشم ہاتف کہ ۔ روان شدبارم آن خاتون

۱۹۱۲ء

(۴)

نہ آن زن داشت خود را ہم صفاتے ندارد درجہاں این غم مثالے
چو فکر سال کروم ۔ ازدل زار ندا آمد ۔ غم مریم مثالے

۱۹۱۲ء

(۵)

بہ اندک تغیر

ندارد درجہاں این غم مثالے نہ آن زن داشت خودراہم صفاتے
چوفکر سال کردم۔ ازدل زار ندا آمد ۔ غم مریم صفاتے

۱۹۱۲ء

تاریخ وفات مولوی احمد حسن صاحب قبلہ و کعبہ وکیل رامپوری والد ماجد راقم

کہ بمقام ریاست رامپور بتاریخ ۳۰ر جنوری ۱۹۱۳ء مطابق ۲۰ر صفر ۱۳۱۳ھ بروز چارشنبہ انتقال فرمود

پیوست با رحمت رب

۱۳۳۱ھ

تاریخ فتح ترکان در جنگ بلقان

۱۲ر فروری ۱۹۱۳ء کو شام کے وقت مولوی بشیر الدین صاحب منیجر اسلامیہ ہائی اسکول

اٹاوہ کو تار کے ذریعہ سے ترکوں کی فتح کی خبر معلوم ہوئی۔ میں نے فوراً یہ تاریخ لکھی۔

ہے شکر خداے جن و بشر کی اس نے کرم کی ہم پہ نظر
جو خشک ہوا جاتا تھا شجر پھر آنے لگے ہیں اس میں ثمر

دریاے کرم پھر موج پہ ہے پھر اختر طالع اوج پہ ہے
حملہ دشمن کی فوج پہ ہے سینوں کو کئے ہیں ترک سپر

پھر اپنا مقدر جاگا ہے دشمن میدان سے بھاگا ہے
ترکوں نے روکا آگا ہے جاے گا کہاں دشمن بچ کر

بھیجی ہے خبر انصاری نے، کی رحمت حضرت باری نے
ہمت ہاری بلغاری نے، جب ترک نے وار کیا بڑھ کر

پھر اڈریا نوپل چھین لیا، پینتیس ہزار کو قتل کیا
بلغاریوں کو وہ زخم دیا، جو بھر نہ سکے گا تا محشر

راحت جو ہوی یہ خبر سن کے وہ باہر ہے اندازے سے
تاریخ نکالی حامد نے فوراً کہ: ہوی ترکوں کو ظفر

۱۹۱۳ء

تاریخ کامیابی سید احمد رضا صاحب واسطی (بی ایل ٹی ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول کانپور) در امتحان بی اے

اس تاریخ کے متعلق یہ تمہید ہے کہ ماسٹر واسطی صاحب اور ایک دوسرے نیچر

اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ امتحان بی اے میں شریک ہوے۔ یہ دونوں حضرات ایک

دوسرے سے رنجش رکھتے تھے۔ حسن اتفاق سے واسطی صاحب کامیاب ہوگئے اور ماسٹر عنایت حسین صاحب ناکام، جن کو اپنی ناکامی کے ساتھ اپنے حریف کی کامیابی کا بھی سخت رنج ہوا۔ اس واقعہ کو مد نظر رکھ کر تاریخ میں عنایت کے دل یعنی حرف الف کے ایک عدد کا تخرجہ کیا گیا ہے۔

توڑ کر دل کو عنایت کے یہ ہاتف نے کہا
آج بی اے ماسٹر احمد رضا صاحب ہوے

۱۹۱۳ء

تاریخ کتخدائی سید محمد ضمیر صاحب ایم ایس سی۔ ایل ٹی سندیلوے

نوشتہ بمقام اٹاوہ۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۳ء

"کتخدائی ضمیر است" چو این بشنیدم　　"جاودان باد مبارک" دل شادانم گفت
گل تاریخ چو در باغ فصاحت جستم　　رؤندا بلبل دل ۔ غنچۂ امید شگفت

۱۹۱۳ء

تاریخ ولادت فرزند نرینۂ مولوی نذیر احمد العباسی ایم اے ریسرچ فیلو بڑودہ کالج

بہ فرمائش عباسی صاحب تاریخ کیم ستمبر ۱۹ء بمقام بڑودہ نوشتہ شد

ابن مولوی نذیر احمد العباسی

۱۳۳۲ھ

قطعہ تاریخ کامیابی مولوی عابد حسن صاحب فریدی ایم اے ایل ٹی در امتحان ایل ٹی

(نوشتہ بمقام بڑودہ۔ جون ۱۹۱۴ء)

تمھاری کامیابی کی خبر پر　　نہ کیوں دل سے مبارکباد نکلے
نہ کیوں ہو خانداں کو فخر تم پر　　نہ کیوں بستی کے دل سے داد نکلے
نہ کیوں نکلے بڑوں کا نام تم سے　　کہ وجہ عزت اجداد نکلے
تمھارے گھر رہی ہے دولت علم　　بہت سے عالم و زُہاد نکلے
کوئی بچھراؤں سے عالم نہ نکلا　　بہت قارون کی اولاد نکلے
نہ نکلا ایک بھی اللہ والا　　ہزاروں ہمسر شداد نکلے
اگر بچھراؤں کی حالت کو دیکھے　　دل عالم سے اک فریاد نکلے

حسد، بغض و عداوت، کبر و نخوت — یہ اہلِ قصبہ کے ہمزاد نکلے
تنفر علم سے، دولت پہ نازاں — یہ اوصاف اور یہ اسناد نکلے
پڑھی انگلش جنھوں نے، ان کے نزدیک — وہ گویا مائلِ الحاد نکلے
انھیں کو ہم نے حق سے دور پایا — بڑے جو شاغلِ اوراد نکلے
تھی امید وفا جن سے وہ اصحاب — زیادہ بانیٔ بیداد نکلے
محبت میں عداوت واہ کیا خوب — ستمگر کیا ستم ایجاد نکلے
انھیں معراج پا بوسیٔ حکام — وہ نامِ ظاہری پر شاد نکلے
غریقِ ورطۂ جہلِ مرکب — زر و جاگیر کے منقاد نکلے
بہت ڈھونڈا نہ نکلا ایک عالم — مگر جاہل، سو بے تعداد نکلے
مگر تم نے کھرے کھوٹے کو پرکھا — حقیقت میں بڑے نقاد نکلے
مرجح علم کو دولت پہ سمجھا — بڑے باہمت اور آزاد نکلے
کہاں کی منصفی، تحصیلداری — تم ان آفات سے آزاد نکلے
نہ کی حرصِ زمین و زر جنھوں نے — وہی نکلے اگر کچھ شاد نکلے
کیا ہے زندگی کو وقفِ تعلیم — اسی شیریں کے تم فرہاد نکلے
زمانہ مان جائے کام وہ ہو — زباں روکیں تو دل سے داد نکلے
سبِ احباب پر صلِ علیٰ ہو — دلِ حساد سے فریاد نکلے

کہی بیساختہ حامدؔ نے تاریخ
فریدی واہ! تم استاد نکلے

۱۳۳۲ھ

تاریخِ کامیابی سید سجاد حسین صاحب دہلوی در امتحان بی اے

نوشتہ بمقام بڑودہ۔ جون ۱۴ء

گزٹ نے آج سنایا یہ مژدہ جان بخش — کہ نکلی قلب سے بیساختہ مبارکباد
یہ فی البدیہہ ہے تاریخ کامیابی کی — خدا کا شکر گریجویٹ ہو گئے سجاد

۱۹۱۴ھ

تاریخ سے اوپر کے دو شعر حکیم سید محمد وارث علی خاں صاحب عرف حبشی میاں، طبیب در ریاست ٹونک کا طیہ ہیں جس وقت میں یہ نظم لکھ رہا تھا انھوں نے برجستہ یہ شعر کہے اور میں نے ان کی فرمائش پر شکریہ کے ساتھ شامل کر لیے۔

نامہ متضمن تاریخ و تعزیت دختر مولوی حافظ سعید الرحمٰن صاحب تاثیر بچھرایونی

(مورخہ ۲۰ رجون ۱۹۱۴ء بمقام بڑودہ اسٹیٹ)

ان في ذلك لايت

۱۳۳۲ھ

اے میرے برادر مکرم — اے مورد صد بلا و صد غم
اے خستہ دل وستم رسیدہ — صدرنج و ہزار غم کشیدہ
یہ غم جو ملا تمھارے جی کو — اللہ نہ دے یہ غم کسی کو
دنیا ہے ضرور معدن غم — ہر دل ہے ضرور مسکن غم
راحت کم ہے الم زیادہ — ہے ایک سے ایک غم زیادہ
ماں باپ کا غم بھی ہے جگر سوز — ہے بھائی بہن کا غم بھی دل دوز
احباب کا غم بھی غم بڑا ہے — اولاد کا غم مگر برا ہے
اس غم کا بھی تم پہ در نہ تھا بند — ضائع ہوے بیٹے بیٹیاں چند
لیکن خاتون کی جدائی — اک حشر کو ساتھ لے کے آئی
کس منہ سے کہوں کہ تم نہ روؤ — کس طرح نہ روؤ جب یہ غم ہو
لیکن ہے یہی خدا کا فرمان — صابر رہے رنج میں مسلمان
ہوتا ہے اگرچہ دل کو صدما — لیکن کہنا یہی ہے پڑتا
اب صبر کرو سعید ۔ بھائی — سمجھو کہ وہ چیز تھی پرائی
اللہ کی تھی وہ اک امانت — رکھا اُسے تم نے ایک مدت
حق نے جو اوسے دیا تھا تم کو — مالک تو نہیں کیا تھا تم کو
سونپی تو یہ اُس کی تھی عنایت — واپس لے لی تو کیا شکایت
انسان کیا اور اس کی مت کیا — کیا جانے ہے اس میں مصلحت کیا
رنج اس کے لیے جو کچھ اٹھا ے — ہاں تم کو صلے ملیں گے اس کے
سید ہی وہ خدا کے پاس جا کر — اور ننھے سے ہاتھوں کو اٹھا کر
یہ عرض کرے گی اپنے رب سے — "بھیجا مجھے تونے پاس جن کے
کی میری بہت انھوں نے خدمت — رکھا مجھے جان کر امانت

دفتر تواریخ

صدمے مرے واسطے سہے ہیں — تکلیف میں وہ بہت رہے ہیں
وہ مجھ کو سمجھ کے تیری نعمت — کرتے تھے بہت ہی مجھ سے الفت
آئی انھیں چھوڑ کر وہاں سے — محجوب بہت ہوں باپ ماں سے
صدمہ ہے جو میرا ان کے دل پر — واقف ہے کون تجھ سے بڑھ کر
منظور گذارش ادب کر — سب عفو قصور اُمّ و اب کر
بخش ان کے دلوں کو صبر وہمت — رکھ ان پہ سدا نگاہ رحمت
غم کوئی نہ ان کے پاس آئے — دل میں نہ کوئی ہراس آئے
نعم البدل اک مرا عطا کر — خوش ہوں وہ مرا الم بھلا کر
جو کوئی امانت اب انھیں دے — واپس نہ لے تا حیات اُن سے
فرزند عطا ہو یا کہ دختر — ہو نیک نہاد و نیک اختر"

....

المختصر اے سعید بھائی — ہو گی اس میں بھی کچھ بھلائی
رکھیے نظر اُس خدا پہ ہردم — پیدا کیے جس نے شادی و غم
جنت کی طرف چلی گئی وہ — پاک آئی تھی پاک ہی گئی وہ

حاجت اس کو دعا کی کیا جو
<u>خاتون جنان کی گود میں ہو</u>

۱۳۳۲ھ

تاریخ کامیابی منشی عبداللطیف رامپوری و محمد ابو ظفر خان بدایونی در امتحان منشی فاضل

کامیابی آپ کی وجہ مسرت ہے <u>لطیف</u> — آپ علم فارسی میں ماہر و کامل ہوئے
فکر تھی ہو تہنیت نامہ میں اک تاریخ بھی — دل پکار اٹھا کر لکھ دو۔ <u>منشی فاضل ہوئے</u>

۱۳۳۲ء

تاریخ سرقہ بخانہ حکیم قمرالدین صاحب ناظم بڑودوی

نوشتہ بمقام بڑودہ

<u>چوری گیا آج ہائے مال ناظم</u>

۱۳۳۲ھ

دفتر تواریخ

تاریخ وفات مولانا شبلی نعمانی

کہ بتاریخ ۱۸ر نومبر ۱۹۱۴ء بمقام اعظم گڑھ انتقال فرمود

(نوشتہ بمقام نچھراؤں ضلع مراد آباد)

ناظم۔ناثر۔ادیب۔نقاد

۱۹۱۴ء

بگو شبلی نعمانی ست اندر رحمت سبحاں

۵۶۳ + ۷۶۹ = ۱۳۳۲ھ

تاریخ از کلام ایزد

۱۳۳۲ھ

لنعم دارالمتقين جنة عدن يدخلونها

۱۹۱۴ء

تاریخ وفات مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی

کہ بتاریخ ۳۱ر دسمبر ۱۹۱۴ء بمقام پانی پت انتقال فرمود

(نوشتہ بمقام بڑودہ اسٹیٹ)

مولوی خواجہ حالی صاحب پانی پتی

۱۳۳۲ء

(۱)

گل باغ اردو ادب بود حالی

۱۳۳۲ء

(۲)

ہو گئی آج آہ بزم شاعری خالی

۱۳۳۲ھ

(۳)

راند ر عروس سخن ہوئی

۱۳۳۲ھ

(۴)

فبشره بمغفرة (سورہ یسین)

۱۹۱۴ء

بعد کو معلوم ہوا کہ ۳۱ر دسمبر ۱۴ء ماہ صفر ۱۳۳۳ھ میں واقع ہوگا۔ اس لیے ہجری تاریخیں سب غلط ہو گئیں۔ لیکن تعجب ہے کہ یہ غلطی مجھ سے کیوں کر ہوئی یہ تاریخیں اس کتاب پر اسی زمانے کے لکھی ہوئی ہیں۔

سال رحلت شدہ چوں شد خالی — کیسۂ شعر و سخن از حالی

۱۳۸۱ — ۴۹ = ۱۳۳۲ھ

تاریخ وفات اے دل زار — لکھ۔ شیش محل ہو گوشہ قبر

۱۳۳۲ھ

تاریخ وفات سید رعایت حسین صاحب برادر زادہ سید احمد حسین صاحب پیش کار

سر رشتہ تعلیم ریاست رامپور

(۱)

ہوئی وفات رعایت حسین آہ

۱۳۳۳ھ

(۲)

رعایت جناں خلد یافتہ

۱۹۱۵ء

(۳)

رعایت بہشت آلہ یافت

۱۹۱۵ء

(۴)

بہ پیشکار رسیدہ است صدمہ فوقے

۱۹۱۵ء

تاریخ سرقہ درخانہ قاضی مظفر حسین صاحب قاضی ریاست بڑودہ

(تاریخ تو اسی دن کہی تھی مگر مسودہ ستمبر ۱۲ء کو لکھے گئے)

پوچھا قاضی جی سے کیسا ہے مزاج — کیا سبب اس رنج و اضمحلال کا؟
آبدیدہ ہو کے فرمانے لگے — "ایک پیری، فکر اس پر کال کا
سب پہ طرہ یہ کہ چوری ہو گئی — ہو بھلا اس دزد بد افعال کا
تھا جو کچھ مال سنین ماضیہ — تھا سہارا حال و استقبال کا"

بول اٹھا دل یہ سن کر داستان
"سرقہ قاضی کے متاع و مال کا"

۱۹۱۵ء

دفتر تواریخ

تاریخ تالیف واشاعت تذکرہ خمخانہ جاوید جلد دوم مولفہ لالہ سری رام ایم اے دھلوی

نوشتہ بمقام بڑودہ۔ ۲؍ جنوری ۱۹۱۵ء عیسوی

(۱)

تذکرہ مطبوع شد خمخانہ جاوید نام — ہست آن کان سخن، جان سخن، شان سخن
حامد اگر فکر داری سال تر بتیش بگو — میکدہ گویا کشادہ بہر مستان سخن

۱۹۱۴ء

(۲)

دنگ ہیں سارے حسینان جہان — تذکرہ میں ہے وہ شان دلبری
چھپ کے جب نکلا تو یہ دل نے کہا — آج نکلا تذکرہ بن کر پری

۱۹۱۴ء

کیفیتیں درج تذکرہ ہیں — سب فن سخن کے ماہروں کی
حامد لکھ سال طبع ثالث — تاریخ ہے یہ بھی شاعروں کی

۱۹۱۵ء

(۴)

گل اشعار سخن سنجان سے — ہوا آراستہ کاشانہ نظم
لکھ دو تاریخ اشاعت حامد — یہ بھی اچھا ہے پریخانہ نظم

۱۹۱۵ء

(۵)

اسی تذکرے سے ہے رونق سخن کی — کیا اس نے احسان سب شاعروں پر
کہی اس کی تاریخ حامد نے فوراً — یہی بادہ شاعری کا ہے ساغر

۱۹۱۵ء

(۶)

صاحب تذکرہ ہیں خود ساقی بادہ سخن — ساقی بادۂ عنب آپ سا ذی کرم نہیں
ساغر بادہ ہیں وہ سب شعر جو تذکرہ میں ہیں — جن کے مقابلہ میں کچھ قیمت جام جم نہیں
سال کی فکر تھی مجھے، ہاتف غیب بول اٹھا — میکش شاعری کو بھی میکدہ سے یہ کم نہیں

۱۳۳۳ھ

(۷)

واہ کیا باغ سخن آج نظر آیا ہے
شاد ہر شاعر اردو کا دل غمگین ہے
تذکرہ گلشن دلکش ہے، مولف اس کا
باغباں اس کا ہے اور لائق صد تحسین ہے
جو غزل اس میں ہے گلبن سے نہیں شان میں کم
تذکرہ کا جو خریدار ہے وہ گلچین ہے
بوئے گل سے ہیں سوا روح فزا معنی شعر
شاخ گل شعر ہے، ہر لفظ گل رنگین ہے
دیکھی یہ شان تو تاریخ بھی ایسی ہی کہی
واہ یہ تذکرہ اک گلشن نو آئین ہے

۱۹۱۵ء

(۸)

حورین ہیں جس میں نثر کی، جنت یہی ہے وہ
پریاں ہیں جس میں نظم کی، وہ قاف ہے یہی
تاریخ ایک مصرع روشن سے ہے عیاں
آئینۂ عروس سخن صاف ہے یہی

۱۳۳۳ھ

(۹)

یہ تذکرہ ہزار دستان
شائع ہوا با ہزار تزئین
ہیں صاحب تذکرہ سری رام
بیشک ہیں وہ مستحق تحسین
جلوہ گستر ہیں تذکرے میں
اہل سخن پسین و پیشین
وہ رشک مصوران چین ہیں
یہ رشک نگار خانہ چین
دو سال ہیں ایک مصرع میں
باغ نیرنگ و باغ رنگین

۱۳۳۳ھ ۔ ۱۳۳۳ھ

(۱۰)

شائق فن سخن کے واسطے
کچھ عجیب دلچسپ مجموعہ ہے یہ
لکھ دو حامد تذکرہ کا سال طبع
ظاہر و باطن ہیں دو نو زیب دہ

۱۳۳۳ھ

تواریخ کامیابی ناظر مولوی انوار الحق صاحب قبلہ بچھرایونی در مقدمہ مکان بنام پرانا قصاب

نوشتہ بتاریخ ۹ر فروری ۱۹۱۵ء در بڑودہ

ناظر صاحب نے فتح پائی سب گائیں خوشی کے اب ترانے

(۱)

حامد تاریخ تم بھی لکھ دو دی فتح علانیہ خدا نے

۱۳۳۳ھ

(۲)

کامیابی ہوئی ناظر جی کو لطف اللہ تعالیٰ سے آج
میں نے خوش ہو کے یہ تاریخ کہی جیتے ناظر جی پرانا سے آج

۱۹۱۵ء

(۳)

دعویٰ حق تھا مکاں مل گیا ناظر جی کو کیا پرانا کو ملا' شیوہ 'ٔس وکین سے
کامیابی کی خبر سن کے کہا حامد نے مال مالک کو ملا غاصب کو تہ بین سے

۱۹۱۵ء

تاریخ وفات جدۂ مکرمہ والدۂ نصیر عالم صاحب قبلہ وکعبہ بچھرایونی

کہ بتاریخ ۲۰ر فروری ۱۹۱۵ء بروز جمعہ نماز تہجد بمقام بچھراؤں انتقال فرمود (نوشتہ ۲۲ر فروری)

جدہ من شد سوئے خلد بریں مرقدش از لطف حق پر نور باد
چون شنیده حامد زار این خبر گفت سال رحلتش، مغفور باد

۵ر ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ

تاریخ سو ہضمی راقم ورحمان علی ملازم راقم بہ مقام ریاست بڑودہ

(نوشتہ بتاریخ ۱۲ر ربیع الثانی مطابق ۲۷ر فروری ۱۹۱۵ء بڑودہ)

ربیع الثانیہ کی گیارھویں کو ہوا رحمان و حامد کا برا حال
کہی یہ اگلے دن تاریخ میں نے رہا کل خادم اور آقا کو اسہال

۱۳۳۳ھ

تاریخ وفات برکت النساجدہ مولوی شمس الحسن صاحب بچھرایونی

کہ بتاریخ ۱۴ر مئی ۱۹۱۵ء بروز جمعہ بمقام بچھراون انتقال فرمود

ہمان روز تاریخ گفتہ شد

نانی شمس الحسن کی فوت ہوئیں	آگئی آج کیا مصیبت آہ
کہا میں نے زبانی شمسو	اٹھ گئی آج گھر کی برکت آہ

۱۳۳۳ھ

تاریخ بازیافتن اسپ گم شدہ حکیم میر محمد رسول خاں صاحب شیدا موہانی رئیس بڑودہ

بتاریخ ۱۴ر اگست ۱۹۱۵ء اسپ بازیافتہ شد و ہمان روز تاریخ گفتہ شد

گم شدہ اسپے بیافت باز محمد رسول

۱۳۳۳ھ

تاریخ تقرر سید احمد رضا صاحب واسطی بی اے ایل ٹی
بہ عہدہ ہڈ ماسٹر اسلامیہ اسکول کانپور

اصول تاریخ گوئی کی وجہ سے ناجائز ہے کہ کثیر الحروف الفاظ کے درمیانی حرف کا تعمیہ یا تخرجہ کیا جائے۔ لیکن میں نے تاریخ ذیل میں ایک مناسبت خاص کی وجہ سے جو تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوگی بشیر الدین کے دال یعنی حرف الف کے ایک عدد کا تخرجہ کیا ہے۔

رہے اک عرصہ تک اسلامیہ اسکول اٹاوہ میں	محب نیک خو و باہنر احمد رضا صاحب
وہیں انیس سو تیرہ میں لی بی اے کی ڈگری بھی	کہ ہیں بحر لیاقت کے گہر احمد رضا صاحب
وہاں سے سال آئندہ گئے پھر ایل ٹی پڑھنے	کہ شوق علم سے ہیں بہرہ ور احمد رضا صاحب
تمنا تھی منیجر کو یہی سو جان اور دل سے	کہ اچھا ہو یہیں آجائیں گر احمد رضا صاحب
دیا لالچ ترقی کا، کہا اور کہلوایا بھی	نہیں مانے کسی صورت مگر احمد رضا صاحب
ہمیشہ دیکھ کر اسلامیہ اسکول اٹاوہ کو	کہا کرتے تھے ہر دم الحذر احمد رضا صاحب
جو بد عنوانیاں ہیں بورڈنگ اسکول دونو میں	تھے اون سب سے بخوبی باخبر احمد رضا صاحب
دیا ہے امتحان ایل ٹی اب کے، دعا یہ ہے	ہوں جلدی کامیاب و نامور احمد رضا صاحب
ہوے نوکر بہ غم الف مولانا بشیر الدین	نتیجہ آنے سے بھی پیشتر احمد رضا صاحب

وہاں کے ڈیڑھ سو پر بھی ہے ترجیح ان پچاسی کو — کہ پائیں گے یہاں بے درد سر احمد رضا صاحب
کہو تاریخ جس میں دل بشیر الدین کا ٹوٹے
سنا دو۔ ہو گئے ہڈماسٹر احمد رضا صاحب

۱۹۱۵ء

تاریخ کتخدائی مسٹر حفیظ احمد دائمی بی اے اردو انسپکٹر ریاست بڑودہ

(۱)

عروس حفیظ

۱۳۳۴ء

تہنیت باد اے حفیظ احمد — کہ تو با عیش آشنا شدہ

(۲)

دل مسرور و خرم حامد — گفت تاریخ ۔ کتخدا شدۂ

۱۳۳۴ء

(۳)

ہوا خانہ آباد اب دائمی کا — یہ امید دیرین بر آئی مبارک
اگر فکر تاریخ ہے تم کو حامد — تو کہدو ۔ ہو یہ کتخدائی مبارک

۱۳۳۴ھ

تاریخ صحت یابی زوجہ مولوی حافظ سعید الرحمٰن صاحب تاثیر بچھرایونی

(بتاریخ ۱۶ر جولائی ۱۶ء مطابق ۱۴ر مضان ۳۴ھ بروز یکشنبہ از ۹ تا ۱۲ ساعتِ شب در بڑودہ نوشتہ شد)

اخی مکرم سعید معظم — بڑی تم پہ کی یہ عنایت خدا نے
کہ اچھا کیا اہلیہ کو تمھاری — دکھایا یہ روز مسرت خدا نے
رہی تھی نہ امید کچھ زندگی کی — نئے سرسے بخشی یہ دولت خدا نے
دیا ہے ثبوت اپنی خلاقیت کا — دکھائی ہے یہ اپنی قدرت خدانے
بتاتے ہیں معنی یہ[1] لا تقنطوا کے — یہ کی ہے بڑی تم پہ رحمت خدا نے

---

[1] لا تقنطوا من رحمته الله (اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو)

یہ دنیا میں تھی آزمایش تمھاری بنایا ہے جو دار محنت خدا نے
[1]بشیئ من الخوفِ والجوع دیکھو کہ نازل جو کی ہے یہ آیت خدا نے
تو مصداق ہو اس کے دنیا میں تم بھی کیا مبتلا ہے مصیبت خدا نے
من الخوف میں ہے یہ حالت بھی شامل کہ بیوی کو دی یہ علالت خدا نے
یہ والجوع اور نقص اموال ہی ہے نہیں کی عطا تم کو دولت خدا نے
والانفس میں ہے مرگ اولاد گویا کہ لی تم سے اپنی امانت خدا نے
یونہیں آزمایا ہے بندوں کو اپنے یونہیں کی ہے ان کو ہدایت خدا نے
وہ بندے کہ صابر رہیں اور شاکر انھیں دی ہے کیسی بشارت خدا نے
ھم المھتدون ان کو فرمادیا ہے بڑی ان پہ کی ہے یہ رحمت خدا نے
رہے تم بھی سارے مصائب میں صابر تو کی تم پہ ایسی کرامت خدا نے
کسی اور کو گر اٹھانی یہ پڑتی جو ڈالی تھی تم پر مصیبت خدا نے
تو دیوانہ ہوجاتا کچھ کر نہ سکتا نہیں دی ہر اک کو یہ طاقت خدا نے
ملا ہے تمھیں اپنی ہمت کا ثمرہ کہ ہمت میں رکھی ہے برکت خدا نے
تمھارا ہی تھا کام تیمارداری عجب تم کو بخشی ہے ہمت خدا نے
مریضہ کو تھی یاس کلی شفا سے مرض سے وہ کردی تھی حالت خدا نے
دوا بھی رہی بے اثر کچھ دنوں تک وہ کی سلب تاثیر صحت خدا نے
دعا کون تھا جس نے مانگی نہ ہوگی نہ بخشی اُسے بھی اجابت خدا نے
ہوے تم نہ مایوس رحمت سے لیکن کہ اس کی نہیں دی اجازت خدا نے

---

[1] ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والا نفس والثمرات ط وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالو انا للہ وانا الیہ راجعونo اولٰئک علیھم صلوت من ربھم ورحمۃ قف واُولٰئک ھم المھتدونo (اور البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان اور پیداوار کی کمی سے آزمائیں گے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادو۔ یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہم اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے اور یہی راہ راست پر ہیں۔

رہے مستعد چارہ جوئی میں دائم کہ کی ہے اسی کی ہدایت خدا نے
نہیں سوے راتوں کو اس فکر میں تم کہ سونپی ہے تم کو یہ خدمت خدا نے
اسی غم میں بارہ مہینے گزارے کیا فضل تب بعد مدت خدا نے
کیا تم نے جو کچھ تمھیں چاہیے تھا تو دی ہے یہ محنت کی راحت خدا نے
کرو شکر اس کی عنایت کا اتنا کہ دی ہو تمھیں جتنی قدرت خدا نے
یہی سمجھو گویا ہوا عقد ثانی کہ دی ہے دوبارہ یہ نعمت خدا نے
کیا سجدہ شکر میں نے بھی اُس کا سنائی نوید مسرت خدا نے

کہی میں نے تاریخ خوش ہو کے فوراً
عطا کی ہے بہائی کو صحت خدا نے

۱۳۳۴ھ

تاریخ تقریب خطبہ مولوی محمود علی صاحب رئیس بچھراؤں بخانہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب قبلہ رئیس

بتاریخ ۳ر شوال ۳۴ھ مطابق ۳ر اگست ۱۶ء بروز پنجشبہ انعقاد یافت وبتاریخ
۷ر اگست ۱۶ء تواریخ نوشتہ وفرستادہ شد

(۱)

ہوئی منگنی، وہ دن بھی لاے خدا کہیں سب ولیمہ یہ شادی کا ہے
لب آرزو سے یہ آئی صدا کہو: پیش خیمہ یہ شادی کا ہے

۱+۱۳۳۳=۱۳۳۴ء

(۲)

منگنی ہو مبارک تمھیں بھائی محمود اللہ کا شکر اُس نے یہ دن دکھلایا
حامد کی طرف سے ہو یہ تاریخ قبول شادی کا یہ آج پیش خیمہ آیا

۱۳۳۴ء

خدا کا شکر منگنی ہو گئی محمود بہائی کی خدا وہ دن کرے جلدی سے شادی کی گھڑی آئے
لکھی تاریخ منگنی کی دعا شادی کی ہے جس میں کلی آئی جو نخل عیش میں اب پھول بھی آئے

۱۳۳۴ء

تاریخ تعمیر مکان جناب ناظر مولوی انوارالحق صاحب قبلہ رئیس بچھراون

بتاریخ ۳۱ راگست ۱۶ء مطابق یکم ذی قعدہ ۳۴ھ بمقام بڑودہ نوشتہ شد

شکر صد شکر آج ناظر جی — قبلہ وکعبہ ۔ محترم ۔ ذی شان
ہوے آباد اپنے گھر جا کر — ہو مبارک انھیں جدید مکان
خالہ کو بھی بہت مبارک ہو — جابسیں اپنے گھر با طمینان
اور ذکیہ کو بھی مبارک ہو — رہیں گا ہے یہاں تو گاہ وہاں
چھنو ، چھمن کو ، مناکو، فقن کو — ہو مبارک یہ اے خداے جہاں
شاد وخرم رہیں سب اس گھر میں — کھیلیں کودیں پلیں بڑھیں وہ یہاں
عمر و اقبال میں ترقی ہو — دولت وعلم ہوں مزید بر آں
رہے آباد یہ مکان دائم — ساکنان مکان رہیں شاداں
لکھو حامد وہ مصرعے جن سے — سال ہجری وعیسوی ہوں عیاں

بن گیا ہے مکان شکر خدا

۱۳۳۴ھ

مادّے — مختصر ہے مگر نفیس مکان

۱۹۱۶ء

تاریخ وفات حمیدہ خاتون خواہر زادہ شیخ شرافت حسین صاحب انسپکٹر پولیس غازی آباد

(کہ بتاریخ ۲۷ رشوال ۳۴ھ مطابق ۲۷ راگست ۱۶ء بروز یکشنبہ انتقال نمود)

(۱)

حمیدہ سدہاری ہے سوے خلد بریں

۱۳۳۴ھ

(۲)

گئی حمیدہ خاتون سو جناں

۱۳۳۴ھ

(۳)

ہے بارِ گران غمِ جوان مرگ حمیدہ

۱۹۱۶ء

(۴)

شرافت پہ ٹوٹا ہے کوہ الم آج

۱۹۱۶ء

تاریخ طغیانی دریائے گنگ و بربادی ضلع بلیا (یوپی)

کہ بتاریخ کیم ستمبر ۱۹۱۶ء واقع شد و باعث نقصان عظیم بود

(نوشتہ ۲ ستمبر ۱۶ء بمقام ریاست بڑودہ)

تھا سال گذشتہ گومتی میں سیلاب — برباد ہوا اودھ کا صوبا افسوس
گنگا نے کی اب کے گومتی کی تقلید — امسال اسے بھی جوش آیا افسوس !
بلیا کو تباہ چند گھنٹوں میں کیا — جانیں ہوئیں اس کی نذر صدہا۔ افسوس!
پچیس تو گاؤں کرچکی ہے غرقاب — ٹھنڈا نہ ہوا اب بھی کلیجا ، افسوس
سنتے ہیں کہ غازی پور پر دھاوا ہے — یہ سنگدلی ! یہ ظلم ! گنگا افسوس!

....

کہتی ہے زبان موج سے یوں گنگا — انسان بھی نہ سمجھ ہے کتنا ، افسوس!
دریا کو قصوروار ٹھہراتا ہے — ایسی سمجھ اور خرد کا دعویٰ ! افسوس !
دریاؤں میں آتے ہیں جو طوفان ہر سال — بھید اس کا کسی نے بھی نہ سمجھا افسوس!
یہ شامت اعمال ہے انسانوں کی — بندوں پہ یہ قہر ہے خدا کا ، افسوس!
کرتے ہیں گناہ اور نہیں پچھتاتے — حالت پہ خود اپنی نہیں آتا افسوس!
جب اشک ندامت کی کمی ہوتی ہے — آتا ہے گناہ دھونے دریا افسوس !
سیلاب نہیں سزا ہے یہ قہر ہے یہ — یہ بات اگر ہے سچ تو پھر کیا افسوس!

....

یہ کون سا پند کا محل ہے حامدؔ — دیکھا نہیں کچھ بھی جا و بیجا افسوس!
آفت میں گھرے ہوئے ہوں بلیا والے — اور تو کہے ان کو وعظ اپنا افسوس!

یہ لفظ ترے موے پہ سو درے ہیں — آتا نہیں اُن کے حال پر کیا افسوس
تاریخ سنادے جو لکھی ہے تو نے
گنگا نے ڈبویا، ضلع بلیا افسوس!
۱۳۴۴ھ

(۴)

اب کے برسات نے غضب ڈھایا — بار شین اب کے تھیں وہ طوفانی
کہ بڑھا حد سے آب گنگا بھی — اور بلیا پہ پھر گیا پانی
منہدم ہوگئے مکان صدھا — آہ کیسی ہوئی ہے ویرانی!
دشت غربت کی راہ لی سب نے — جب وطن میں نہ خیریت جانی
پھر بھی کتنے تباہ ہوہی گئے — سیل تھا یا عذاب ربانی
آے بھاگے ہوے بنارس میں — کیا بیاں ان کی ہو پریشانی
کہہ دو تاریخ اس کی اے حامد
ہوی گنگا میں بھی ہے طغیانی
۱۳۴۴ھ

تاریخ حادثہ تصادم

کہ بتاریخ ۱۳ر اگست ۱۶ء بوقت دہ ساعت شب واقع شد

(نوشتہ ۵ر ستمبر ۱۶ء، بمقام بڑودہ)

این، ڈبلیو آر لائن پر لڑی ہیں گاڑیاں — کس قدر نقصان ہوا ہے آہ جان ومال کا
رات کا تھا وقت، تاریخ اول ذی قعدہ تھی — جب کہ کالا نور پر واقع ہوا یہ حادثا
ہاتھیوں کی تھی لڑائی، الامان والحفیظ — تھی پہاڑوں کی یہ ٹکر، کچھ ہنسی ٹھٹھانہ تھا
ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں دس گاڑیاں انجن سمیت — اس سے ہی اندازہ نقصانات کا ہو جاے گا
گو سبب اس کا ابھی تک پردہ اخفا میں ہے — لیکن آخر پردہ اس کا اٹھ بھی جاے گا تو کیا
ہم کو کیا ہوتی رہے گر مار پیچھے اب پکار — ہونے والا جس قدر نقصان تھا سو ہو چکا
گو ہے نسیان وخطا کے ساتھ ترکیب بشر — گرچہ ٹالے سے کسی کے ٹل نہیں سکتی قضا
گرچہ ایسا دیدہ ودانستہ ہو سکتا نہیں — کمپنی کی اس میں، ممکن ہے، نہ ہو کوئی خطا

اس قدر ظاہر ہے لیکن روزِ روشن کی طرح ہوتے رہتے ہیں تصادم اکثر جا بجا
ریل والوں کی ہے غفلت کچھ نہ کچھ اس میں ضرور بے سبب تو آج تک پتا نہیں کوئی ہلا
گارڈ اور انجن چلانے والے پیتے ہیں شراب یہ سنا ہے اور دیکھا بھی گیا ہے بارہا
یہ اسی ام الخبائث کی ہیں ساری آفتیں کس طرح منزل پہ پہنچیں مست ہو جب رہنما
الغرض اس کا تدارک کمپنی پر فرض ہے پھر نہ ہو یہ حادثہ مجرم کو دے ایسی سزا
جستجو تاریخ کی ہے تجھ کو اے حامدؔ اگر لکھ: تصادم حیف! میل اور مال گاڑی میں ہوا

۱۳۳۴ھ

تاریخ ولادت زاہد حسن فریدی سلمہ ابن مولوی عابد حسن فریدی ایم اے

(۱)

کیوں دل و جاں کو نہ ہو عابد کے بچے کی خوشی آج چمکا اخترِ تقدیر جان و بختِ دل
تار آیا۔ ہو کے خوش حامدؔ جواب تار میں لکھ۔ مبارک ہو مبارک ہو فریدی لختِ دل

۱۹۱۶ء

(۲)

منور ہو گیا گھر چہرۂ روشن سے بیٹے کے تمھیں عابد حسن یہ آنکھ کا تارا مبارک ہو
پے تاریخ یہ آواز قلبِ شاد سے آئی کہ لکھ۔ چھوٹی دلھن یہ چاند سا بیٹا مبارک ہو

۱۳۳۵ھ

تاریخ ولادت پسر ثانی مولوی مختار احمد صاحب بچھرایونی

مولوی عزیز الرحمٰن صاحب کی فرمایش سے لکھی گئی۔ فرمایش یہ تھی کہ مشہور مصرع (زفتنہ فتنہ دیگر بر آمد) تاریخ میں شامل رہے یا کم سے کم یہی مضمون ہو۔ چنانچہ اسی مصرع پر مصرع لگا کر تاریخ پوری کر دی گئی۔

نہ کافی بودہ آیا این[1] ؟ کہ ناگاہ = ۳۵۸
زفتنہ فتنہ دیگر بر آمد = ۱۵۵۸

۱۹۱۶ء

---

[1] یعنی ذاتِ مولوی مختار احمد

تاریخ بیماری راقم

ملازمت بڑودہ کالج کے زمانے میں ۱۸ دسمبر ۱۹۱۶ء کو رات کے وقت میرے بائیں گروے میں درد ہوا۔ مسہل لیا۔ اس لیے پانوؤں پر ورم ہو گیا۔ اور وجع مفاصل کی شان پیدا ہو گئی خون میں بھی حدت بڑھ گئی اور جسم پر دانے نکلنے لگے۔ یکم جنوری ۱۹۱۷ء کو یہ تاریخ کہی۔

وجع مفاصل سے ہوں پریشاں ۔۔۔ مجھ پہ کرم کر اے مرے مولیٰ
کھانے کو بتلاتے ہیں اطباء ۔۔۔ گاجر۔ مولی۔ لوکی۔ کولا[1]
ہے ورم ایسا چل نہیں سکتا ۔۔۔ کل کالج جانے کا ہے ہولا
دانے نکل آئے ہیں بدن پر ۔۔۔ خون تعجب ہے کیوں کھولا
ہوں تو گنہ گار ایسا ہی میں ۔۔۔ ایک نہیں ، بیماریاں سو لا
انت الغفار للعاصی ۔۔۔ کان قابل العفو اولا
عفو خطا کر ، شر سے بچالے ۔۔۔ قلب سیہ میں تقوے کی ضولا
خونِ صالح پیدا فرما ۔۔۔ رگ رگ میں بہتی ہوئی اولا
ہاتھوں میں پھر تاب وتواں دے ۔۔۔ پاؤں میں پھر زورِ تگ و دولا
صحت دے ہر ایک مرض سے ۔۔۔ جسم میں قوت ازسرنو لا
حامد ہے یوں اب بھی شاکر ۶۷۵
مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ ۱۲۴۱ + ۶۷۵ = ۱۹۱۶ء

تاریخ عروسی مولوی ضیاء الرحمٰن

نوشتہ بمقام اٹاوہ

ادا شکر کیونکر کریں خدا ہم ۔۔۔ خوشی تو نے ہم کو دکھائی ضیا کی
نہ کیوں بھائی بندوں کو بے حد خوشی ہو ۔۔۔ کہ تقریب شادی ہے بھائی ضیا کی
ہے مسرور ہر ایک، ماں، خالہ پھوپی ۔۔۔ ممانی۔ چچی۔ اور تائی ضیا کی

---

[1] کولا گجرات میں سرخ کدو کو کہتے ہیں۔ از روئے ظرافت و قافیہ اس لفظ کو شامل کرلیا ہے۔

ضیا کی نہ پوچھو کہ وہ خوش ہے کیسا تمنا ہے دیریں بر آئی ضیا کی
کہ بچھڑاؤں سے دھوم کے ساتھ چل کر کرتپور بارات آئی ضیا کی

....

تصور جہاں جاکے ہوتا ہے بے خود ہوئی آج واں تک رسائی ضیا کی
ہے مست شراب مسرت۔ نہ کیوں ہو بن آئی ضیا کی ۔ بن آئی ضیا کی

....

شرافت کا سہرا ہے زینت دہ سر یہی ہے بڑی خوش ادائی ضیا کی
سعادت کا کنگن ہے مردوں کا زیور مزین ہے اس سے کلائی ضیا کی
اطاعت کا پٹکہ بندھا ہے کمر میں ۔ ہے گرویدہ ساری خدائی ضیا کی
وہ ہے خندہ رو'حاجت غازہ کیا ہے یہ ہے حسن ، یہ دل ربائی ضیا کی
دعا ہے یہ شادی مبارک ہو سب کو کھلائیں ہمیں سب مٹھائی ضیا کی

اگر فکر تاریخ ہے تم کو حامد
تو کہہ دو: ہوئی کتخدائی ضیا کی

۱۹۱۷ء

نوٹ: چند ظرافت آمیز اشعار۔ چھوڑ دیے گئے جو صرف سننے سنانے کے لیے تھے لکھنے کے لیے نہیں۔

تاریخ وفات زوجہ اول مولوی عابد حسن فریدی

(۱)

ہے زائیرہ کی موت عجب صدمہ عظیم تاریک گھر وہ کیوں نہوں جن کا وہ نور تھی
یاں دل میں تھی جگہ 'تو گھر آنکھوں میں تھا وہاں سسرال اور میکے کا نور و سرور تھی
بیٹی مطیع تھی تو بہن خیر خواہ تھی بیوی تھی جاں نثار۔ بہو با شعور تھی
تھی دل کی صاف اور طبیعت کی نیک تھی تھی مستقل مزاج، نہایت غیور تھی
بے حد سلیقہ مند بڑی با ہنر تھی وہ بیکار بیٹھنے سے ہمیشہ نفور تھی
صدق وخلوص ومہر ومحبت شعار تھا کذب وریاو بغض وعداوت سے دور تھی
کردیتی تھی معاف خطائیں اسی طرح جس طرح حق سے طالب عفو قصور تھی
اتنی ہی پر خلوص تھی بندوں کے سامنے جس درجہ باخضوع خدا کے حضور تھی

تھی جنتی کہ مومنہ صالحہ تھی وہ — امیدوار رحمت رب غفور تھی
ہوتی ہیں اس زمانہ میں کم ایسی بی بیاں — بچھڑاؤں میں تو فرد تھی وہ اور ضرور تھی
تاریخ انتقال کی میں نے جو فکر کی
آئی ندا کہ۔ زائیرہ جنت کی حور تھی

۱۳۳۵ھ

(۲)

زائرہ تھی باغ جنت کی کلی — چند دن دنیا میں آکر کھل گئی
کیا یہاں آئی تھی رہنے کے لیے — اک مسافر تھی سو منزل گئی
جب وہ دنیائے دنی کو چھوڑ کر — جانب بخشندہ عادل گئی
خود لبِ بخشش سے یہ آئی صدا — حور تھی حوروں میں جاکر مل گئی

۱۳۳۵ھ

(۳)

زائرہ رفت از جہاں، سوے خداے انس و جاں
در غم او جہانیاں، درد بدل بلب فغاں

صدمے مادر و پدر، صدمہ شوہر و پسر
در رقم آورد اثر، خامہ شور شرر فشاں

شور بکاے خواہراں، آہ غم برادراں
نیز فغان دیگراں، بگورد از تہ آسماں

دیدہ چواز جہاں بہ بست، دیدۂ ماہجوں نشست
او ز غم جہاں پرست، ماز غمیم نیم جاں

روح چوشد زتن جدا، راست بشد سوِخدا
خور د بگو شم ایں صدا، طائر روضہ جناں

۱۳۳۵ھ

۵ر ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ کو بمقام سنبھل ضلع مراد آباد بعارضہ بخار و موتی جھرہ انتقال کیا۔ ... حالات نظم ہیں ستمبر ۱۹۱۷ء

(۴)

پنجم ذیحجہ ۔ روز شنبہ ۔ وقت نیم شب
زائیرہ شد سوے جنت، روح او مرحوم باد

مرد در تپ، بادِ خلدش مروحہ جناں شود
رفتہ تشنہ، روزیش جام از خم مختوم باد

تا دوہفتہ سختی امراض گوناگوں کشید
تا ابد در خلد روح و راحتش مقسوم باد

یاد گارش بچہ نہ ماہہ دردنیا گذاشت
تندرست و زندہ ایں بے مادر و معصوم باد

خواب از چشمش بدرشد ۔ رفت از جانش قرار
پر سکون وصبر قلبِ عابدِ مغموم باد

ازپے سال وفات وبہر استغفار وے
گفتہ ام ۔ جانش جوارِ رحمت قیوم باد

۱۳۳۵ھ

تواریخ ترتیب وطبع دیوان منشی عبدالمجید ازل لاہوری

بفرمائش عم مکرم جناب مولوی محمد محسن صاحب فاروقی قبلہ دعب

نوشتہ یکم نومبر ۱۹۱۷ء

(۱)

ازل کا وہ دیوان رنگین چھپا
کہ ہے زیب کا شانہ شاعری

یہ مصرع کہا میں نے تاریخ کا
یہ اچھا ہے خم خانۂ شاعری

۱۹۱۷ء

(۲)

شائع ہوا دیوان ازل فیض ازل سے
پڑھیئے کہ بہت پائے گا لطف غزل کا

تاریخ کی ہے فکر اگر آپ کو حامد
لکھیئے کہ ۔ مرقع غزلیات ازل کا

۱۹۱۷ء

(۳)

قدر اس کی کوئی جوہری شعر سے پوچھے
دل لوٹ گیا ہے جو کبھی آنکھ پڑی ہے
تاریخ مرصع کی مجھے فکر تھی حامد
دل نے کہا۔ جو شعر ہے موتی کی لڑی ہے

۱۳۳۵ھ

(۴)

چھپ گیا آخر وہ دیوان ازل
جس کا ہر شعر و غزل پاکیزہ ہے
سال ہجری کلک حامد نے لکھا
چشمۂ فیض ازل پاکیزہ ہے

۱۳۳۶ھ

تاریخ وفات منشی نصیر احمد خاں صاحب ٹھیکہ دار رامپوری

برادر بزرگ منشی امتیاز احمد خاں صاحب راز مرحوم استاد راقم

(بتاریخ ۵ر نومبر ۱۹۱۷ء وفات یافت)

خان ذی قدر نصیر احمد
نیک و باہمت و خوشخو و جواد
گفت پیغام اجل را لبیک
جاں بہ غفار رواں بخش بداد
رفت زیں دار فنائے ویراں
سوے آں دار بقائے آباد
مرگ بیوقت برادر گویا
کوہ غم بود کہ بر راز افتاد
کلک حامد پے تاریخ و دعا
زد رقم۔ بخشش حق باوے باد

۱۳۳۶ھ

تاریخ وفات منشی امتیاز احمد خاں صاحب راز رامپوری

کہ بتاریخ ۱۲ر نومبر ۱۹۱۷ء وفات یافت

(۱)

جدا کرد استاد ما را اجل
کہ بود امتیاز احمد نغز گو
پے سال فوت و براہ دعا
بگفتم کہ بخشش [illegible]

۱۳۳۶ھ

(۲)

خیر لہ مستقراً واحسن مقیلاً[1]

۱۹۱۷

تاریخ ولادت پسر اول ماسٹر چھوٹے خاں صاحب بی اے، ایل ٹی

نوشتہ ۱۳ دسمبر ۱۹۱۷ء بمقام کانپور

چھوٹے خاں نور نظر ہو یہ مبارک تم کو | عمر دے اس کو خدا صاحب اجلال کرے
جب سنی یہ خبر روح فزا اے حامد | دی دعا دل نے کہ: اللہ خوش اقبال کرے

۱۳۳۶ھ

نام تاریخی کتاب بلاغت کہ بزبان انگریزی تالیف کردم

(۱)

جنۃ البلاغۃ

۱۹۱۷ء

(۲)

آفتاب بلاغت

۱۹۱۷ء

تاریخ ولادت دختر راقم کہ صالحہ نام دارد

از آیۂ قرآن مجید

ھذا من فضل ربی[2]

۱۹۱۸ء

---

[1] ٹھکانہ بھی بہتر سے بہتر اور خوابگاہ بھی عمدہ سے عمدہ (سورہ فرقان رکوع ۳)

[2] اس تاریخ کے متعلق یہ لطیفہ ہے کہ میں غالباً ستمبر ۱۹۱۶ء میں ایک روز بڑودہ میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا جب اس آیت پر پہنچا تو ذہن اس کے اعداد کی طرف منتقل ہوا۔ عدد نکالے تو ۱۹۱۸ نکلے۔ فوراً خیال آیا کہ انشاء اللہ اس سال میرے ہاں بچہ پیدا ہوگا۔ اس کے لیے یہ تاریخ موزوں ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ۹ مارچ ۱۸ء کو لڑکی پیدا ہوئی۔

تاریخ اجرای اخبار سعید کانپور

(جس کو میں نے ۱۸ء میں جاری کیا۔ یہ تاریخ اخبار کے سر ورق پر لفظ "سعید" کے اوپر ۱۵ مارچ ۱۹۱۸ء سے ۱۵ دسمبر ۱۹۲۴ تک لکھی جاتی رہی)

"بچوں کا اچھا۔ دلچسپ اور مفید اخبار"

۱۳۳۶ھ

تاریخ سیر فتح پور سیکری آگرہ

۱۲ دسمبر ۱۹۲۰ء کو حجرۂ درگاہ حضرت شیخ سلیم چشتی میں لکھی گئی

ہوں آج کل وہ موردِ رنج و محن کہ ہے | گویا کہ سیر ہی سے دل مضمحل کو بیر
لائی ہے کھینچ کر مجھے بزمِ ادب یہاں | گو سات آٹھ روز سے بے لنگ پائے سیر
قائم خدا کرے رہے یہ بزم دیر تک | کیا لطفِ سیر صحبتِ احباب کے بغیر
دو بار اس سے پہلے بھی آیا ہوں گو یہاں | ہے آج لطف سب سے سوا اور سب سے غیر
وہ مولوی رند طریقت نہیں ہیں آج | تھا اس حرم میں جن کے لطیفوں سے لطف دیر
افسوس چار یار نہیں ہیں شریک بزم | کرتے ہیں ان کے واسطے ہم سب دعا خیر
کیوں آتے آتے رہ گئے وہ لوگ کیا کہیں | یہ ماجرا بیاں کے قابل نہیں ہے۔ خیر

حامد اگر تلاش ہے تاریخ کی تجھے
لکھ "فتح پور سیکری کی لاجواب سیر"

۱۳۳۹ھ

تاریخ طبع شفائی جنتری گیا

خوشنما۔ دلچسپ۔ کارآمد نفیس | ہے بڑی نادر شفائی جنتری
ہے گر اے کلکِ مورخ فکر سال | لکھ "چھپی نادر شفائی جنتری"

۱۳۳۹ھ

تاریخ ولادت فرزند محمد امیر صاحب ہمزلف بابو عابد حسن صاحب کانپور

حسب فرمائش جناب بابو عابد حسن صاحب

حق نے بخشا ہے چاند سا بیٹا | ہو مبارک تمھیں محمد امیر

ہے محمدؐ منیر کے گھر میں ماہ کامل کی اندنوں تنویر

مولود کے دادا

عمر و اقبال و دین و دولت و علم اس کا حصہ کرے خدا ے قدیر
حسن باطن میں حسن ظاہر میں ہو یہ اسلاف پاک کی تصویر
کیسا روشن ہے مصرع تاریخ
"اب ہے پرتو فگن سراج منیر"

۱۳۴۰ھ

تاریخ وصال حضرت شاہ فاروق حسن صاحب مالک اخبار دبدبہ سکندری ریاست رامپور

(۱۳/ رمضان ۴۰ کو وصال ہوا۔ یہ تاریخ ۳۰/ اپریل ۱۹۲۳ء کے دبدبہ میں چھپی)

وفاتِ شاہ فاروق حسن بود وصالِ عاشقے باذاتِ معشوق
دلش دُرجے پُر از سِرّ طریقت نکات معرفت را سینہ صندوق
بیا بد سرفرازی پیش خالق تواضع بود خُویش پیش مخلوق
ہمیشہ سابق الخیرات بودہ است نماند در دخولِ خلد مسبوق
بگفتم حامدا سال وفاتش
کہ "با فاروقؓ امیدِ حشر فاروقؓ"

۱۳۴۰ھ

تواریخ صلح لوزان کانفرنس

(مطبوعہ رسالہ جامعہ علی گڑھ بابت نومبر ۱۹۲۳ء)

(۱)

(در صنعت زبر دبینات غیر منقوط)[1]

صلح کردہ کمال[2] کامل عادل محمود عصر و ہمدرد
حامد را کرد مُلہم الہام "صلح حاصل مراد دل کرد"

۱۳۴۱ھ

[1] زبر دبنیات نہایت مشکل قاعدہ ہے۔ یعنی اس میں ہر حرف کے نام ملفوظی کے عدد لیے جاتے ہیں۔ مثلاً صلح کے عدد اس طرح نکالے جائیں گے۔
صاد لام حا
معمولی قاعدے کو زبر کہتے ہیں اس کے حساب سے صلح ۹۵+ ۷۱+ ۹ = ۱۷۵ کے عدد ۱۲۸ ہوں گے۔
[2] مصطفیٰ کمال پاشا

(۲)

(در صنعت زبر یعنی قاعدہ معمولی غیر منقوط)

مالک ملک دو عالم کرد مسلم را عطا
صلح کامل ۔ دارِ و وردِ دل و آرام دل
مصرع سال حصول صلح آمد در دلم
"سرور و سالار صالح کرد حاصل کام دل"

۱۳۴۱ھ

(۳)

(در صنعت زبر و بینات بغیر صنعت غیر منقوط)

اے کمال اکمل عصری لاریب
عادل و شیر دل و دریا دل
ناخن زیرکی و ہمت تو
حل کند عقدۂ کار مشکل
صلح در مجلس نوراں کردی
تحقیقت شدہ فتح کامل
حامد اندر زبر و بینہ گفت
کردۂ فتح مبینے حاصل

۱۳۴۱ھ

تاریخ رہائی مولانا محمد علی

مطبوعہ جامعہ نومبر ۲۳ء

(در صنعت زبر و بینات)

آل محمد علی رہبر ہند
عزت قوم را علم بردار
کہ براسلام و مسلمان کردہ
وقف ۔ مال و متاع و جاہ و وقار
ہم سر خویشتن بکف دارد
کہ کند بہر دین خویش نثار
چون ز قید فرنگ شد آزاد
گشت مسرور قلب حامد زار
گفت تاریخ بینات و زبر
"باشد آزاد سرور سالار"

۱۹۲۳ء

تاریخ وفات مولوی قیام الدین احمد صاحب رئیس بچھراؤں

کہ بتاریخ ۱۰ جون ۱۹۲۴ء وفات یافت

چوں قیام الدین احمد زین جہاں
رفت سوئے باغ فردوس برین

آیۂ قرآن پے سال وفات خواند حامدؔ اُدخلوھا خالدین

۱۳۴۲ھ

تاریخ تعمیر عمارت جدید حلیم مسلم ہائی اسکول کانپور

(از آیۂ قرآن مجید باضافہ لام بر یعلمکم کہ بضرورت جائز است)

لیزکیکم ولیعلمکم الکتاب والحکمة

۱۳۴۲ھ

تاریخ سیلاب آگرہ

ستمبر و اکتوبر ۲۴ء میں تقریباً تمام ہندوستان میں عظیم الشان سیلاب آئے۔ صوبجات متحدہ کے اکثر اضلاع میں شدید نقصانات اور اتلاف جان و مال ہوا۔ آگرہ میں جب سیلاب آیا تو اتفاق سے راقم بھی وہاں موجود تھا۔ ۶ر اکتوبر بروز دوشنبہ کو پانی بڑھنا شروع ہوا اور اگلے روز بیلن گنج وکچہری گھاٹ گنج وغیرہ تہ آب ہوگئے۔ ۔ ۔ حسن صاحب فریدی کے محلے (نالہ پیپل منڈی) میں پانی آجانے کا اندیشہ تھا۔ منگل کی صبح کو سارے شہر کے نل بند ہوگئے اور کئی روز پانی کا قحط رہا۔ ۹ر اکتوبر کو سیلاب کا زور بالکل ختم ہوگیا اور خطرہ باقی نہ رہا

(۱)

یہ دریائے جمنا میں سیلاب آیا کہ نازل ہے کوئی بلا آگرے پر
ہوئی فکر تاریخ مجھ کو تو حامدؔ کہا دل نے: قہر خدا آگرے پر

۱۳۴۳ھ

(۲)

دریائے جمن بجوش آمد جاں بُرد و متاع مرداں مفت
دل آہ[1] کشید و سال سیلاب سیلابِ عظیم آگرہ گفت

۱۳۴۹
۶-
۱۳۴۳ھ

[1] تخرجہ اعداد آہ سے سنہ حاصل ہوتے ہیں

(۴)

برباد کئے کئی محلے افسوس جمنا نے وہ آگرے میں طوفاں ڈھائے
پُر آب ہے سیلاب سے سب واٹر ورکس نل بند ہیں لوگ پھرتے ہیں گھبرائے
افراط اُدھر وہ، اور ادھر یہ تفریط دیکھیں نا چار جو خدا دکھلائے
تاریخ کہی یہ دیکھ کر حامؔد نے
طغیانی و قحط آب دونوں آئے
۱۳۴۳

تاریخ وصال حضرت شاہ محی الدین احمد صاحب بریلویؒ

حضرت کا واقعہ وصال عجیب ہے بریلی کے قریب ایک موضع سیتھل ہے وہاں کسی بزرگ کا عرس ہوتا ہے۔ ۷؍اکتوبر ۲۴ء کو حضرت بھی شریک عرس تھے۔ شب میں محفل عرس سے اٹھ کر قیام گاہ پر تشریف لائے اور ایک خادم سے اس غزل کی فرمائش کی۔

باشد ایماں مسلماں مصحف روے علیؑ
سجدہ گاہ ماست محراب دو ابروے علیؑ

خادم نے غزل گانی شروع کی۔ حضرت صاحب کرسی پر تشریف رکھتے تھے۔ کیفیت طاری ہوئی۔ جیب سے روپیہ گلے سے خلال نقرئی وغیرہ اشیاء نکال کر لوگوں کو دینے اور مطلع کا مصرع ثانی سنتے سنتے اور تکرار فرماتے فرماتے زمین پر سر رکھ دیا اور وصال فرمایا۔ سنا ہے کہ بریلی سے روانہ ہونے سے قبل حضرت نے اپنے نواسہ و خلیفہ عزیز میاں سے اشارتاً اپنی وفات کا ذکر بھی فرمادیا تھا۔

اس موقع پر ذکر کرنا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ راقم کو واقعہ وصال کی یہ تفصیل کہ بہ سجدہ وفات پائی معلوم نہ تھا صرف یہ خبر ملی تھی کے مصرع مذکورہ پر وصال فرمایا۔ خاکسار نے اس تاریخ میں جو یہ اشارہ کیا ہے (سجدہ در محراب ابرو کردی) یہ صرف اتفاق یا تخیل شاعرانہ تھا جو بعد کو واقعہ نکلا۔

اے سراج الاولیا اے محی دیں شمع راہ دین وہاج آمدی

بہمت در فقر از و عالی تر است　　کم نہ از منصور حلاج آمدی
سجدہ در محراب ابرو کردۂ　　نقد جاں بر کف بمعراج آمدی
مرشدت بود است تاج الاولیا　　ہم براں منوال ومنہاج آمدی

گفت حامد مصرع سال وصال
اولیا را درۃ التاج آمدی

۱۳۴۳

تاریخ بند شدن اخبار سعید کانپور

اخبار سعید کا پہلا پرچہ ۱۵/مارچ ۱۹۱۸ء کو نکلا تھا۔ اور آخری پرچہ ۱۵/دسمبر ۲۴ء کو۔

بند شد بعد ہفت سال سعید　　زیں غم و رنج سینہ چاک شدہ
پسر معنویش می خواندم　　آنقدر با وے انہماک شدہ
ذہن اطفال تیز گشت ازاں　　خُلق اطفال نیز پاک شدہ
قدرش اہل وطن ندانستند　　مُصلحے ۱۰۰ بود کو ہلاک شدہ

مصرعے خواند دل زروے قلق
اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

۱۲۴۳
+۱۰۰
۱۳۴۳ھ

تاریخ وصال حضرت مولانا عین القضاۃ صاحبؒ

مطبوعہ اخبار ہمدم لکھنو مورخہ ۱۷/فروری ۲۵ء

۳/رجب ۱۳۴۳ھ (۲۸/جنوری ۱۹۲۵ء) کو بدھ کے دن عصر اور مغرب کے درمیان وصال ہوا۔ حضرت مولانا کی طبیعت کچھ دنوں سے ناساز رہنے لگی تھی کمزور بہت ہوگئے تھے۔ بدھ کے دن معمول کے مطابق عصر کے بعد لوگ ملنے آئے۔ ان میں دو صاحب تھے ایک سید اسد اللہ رشتی تجلی جو آنکھوں کا علاج کرنے لکھنو آئے تھے اور دوسرے سید غلام حسین ڈھاکہ کے رہنے والے۔ ان لوگوں نے سلام کے بعد قریب جانا چاہا تو مولانا نے عادت کے مطابق فرمایا کہ وہیں بیٹھئے۔ تجلی صاحب نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ مولانا کی گفت تاریخ۔

نے ان کو سائل سمجھ کر پاس بیٹھنے سے منع فرمایا اور وہ یہ کہتے ہوئے مولانا کے قریب جا بیٹھے کہ میں بھی ایک علم کا خدمت گزار ہوں۔ اور چونکہ آپ بھی اہل علم سے ہیں اس لیے ہم جنس ہونے کے خیال سے میں آپ سے ملاقات کرنے چلا آیا ہوں۔ اس کے بعد نجفی صاحب نے مولانا سے دریافت کیا کہ آپ کس کس علم کی کتابیں پڑھاتے ہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ قلب اور دماغ کی کمزوری کی وجہ سے میں کچھ بھی نہیں پڑھاتا۔ اس پر نجفی صاحب نے کہا کہ آپ تارک الدنیا ہوگئے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ کہا کہ ترک دنیا اگر دنیا کے لیے ہو تو بے فائدہ ہے اور اگر دین کے لیے ہو تو بہت پسندیدہ ہے اور اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چند[1] شعر پڑھے۔ ان شعروں کا اثر یہ ہے کہ مولانا نے زمین پر سر جھکا دیا اور اسی حالت میں روح پاک نے جنت کی راہ لی۔ مولانا مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو کے بانی تھے جس میں پانچ سو طالب علم پڑھتے ہیں جن میں سے قریب آدھے ایسے ہیں جن کو کھانا کپڑا اور وظیفہ مدرسہ میں دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مدرسہ کا خرچ ایک ہزار روپیہ ماہوار سے کم نہیں۔ مدرسہ کا جتنا خرچ تھا وہ سب حضرت مولانا خود برداشت کرتے تھے اور بظاہر کوئی ذریعہ فراہمی روپیہ کا مولانا کے پاس نہ تھا اس بات پر لوگوں کو بڑی حیرت ہے۔

[1] یہ اشعار مع ترجمہ منظوم پر درج ہیں۔

نوٹ: نجفی صاحب نے حضرت علی کے اشعار کے بعض مصرعے جو ان کو یاد تھے پڑھے تھے۔ ہم ان چاروں شعروں کو باترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں:

لا اللہ الااللہ حقا حقا صدقا صدقا	الا حلم کنا تجلو جدا جدا صدقا صدقا
اس کے سوا معبود نہیں ہے، حق ہے یہی کچھ شک نہیں اصلا	اس کے سوا موجود نہیں، خواب ہے دنیا اور مافیہا
ان المولی یسعدنا ویوا فقنا وتخا صمناہ	تنساہ ھولا لا ینسانا کلا کلا کلا کلا
مولا ہے کرتا وہ مدد ہے، اس سے خصومت کی ہمیں کد ہے	بھول گئے ہم اس کو یہ حد ہے، وہ نہ ہمیں ہرگز بھولے گا
مامن یوم یمضی الا انا نھوی بتیا یبقی	ایا ما معدودات قد زدنا فیہ شوقا شوقا
دن ہیں جیسے جیسے گزرتے، ہم ہیں ہوس میں اور ابھرتے	ہستی دو روزہ پہ ہیں مرتے، ہم کو اس کا شوق ہے نیا
قد ضیفا داراً تبقی واستبفینا داراً تفنی	عقبتان تعتیر یان کلا لا موتا کلا دفنا
دار بقا کو ہم کھو بیٹھے، دار فنا کے سر ہو بیٹھے	گھات میں ہیں دشمن دو بیٹھے امو ت نہ تختی قبر کا ہونا

نجفی صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت میں نے قد ضیفا دارا تبقی پڑھا تو حضرت مولانا کا بدن تھر تھر کانپنے لگا دارا تفنی پر آپ نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور ہاتھ ماتھے پر رکھا اور جس وقت میں نے پڑھا کلا موتا آپ نے سجدے میں سر جھکا دیا۔ اور جیسے ہی میں نے پڑھا کلا دفنا تو آپ کی وصال ہو گیا۔

حامد رحلت مولانا سے — میں کیا غمگین ہے کل عالم
عین قضاۃ و راس فقیہاں — قلب الدنیا راس العالم
اب ایسا انسان نہ ہوگا — رکھے دور و تسلسل عالم
پائے گا نہ تفقہ ایسا — ڈھونڈھے گا یہ تعقل عالم
جس سے تشبت ہو دنیا کو — چاہے جس کا توسل عالم
لائے نظیر اس زہد کی دنیا — پیش کرے یہ توکل عالم
ضعف ومرض اور اس پہ ریاضت — دکھلائے یہ توغل عالم
دیکھا ان کے روئے مبین پر — علم کی شان و تجمل عالم
دیکھے مدرسہ میں فیض ان کا — سنتا ہے جس کا غل عالم
کرسکتا ہے بڑی مشکل سے — اس صدمے کا تحمل عالم
دل تحیر کیوں نہ ہو دنیا — کیوں نہ ہو سر تامل عالم
فکر جو تھی تاریخ کی مجھ کو — محویت کا تھا بالکل عالم
مسجد اور صلوٰۃ[1] الوسطیٰ — تھا نظروں میں وہ کل عالم

آئی صدا مسجد[۱۰۷] سے یکا یک
موت[2] العالم موت العالم
۱۳۴۳ھ

اولئك عليهم صلوٰت من ربهم ورحمة
۱۳۴۳ھ

رضی عنه الله العالی
۱۳۴۳

۱؎ راقم کا حضرت مولانا علیہ الرحمہ کے ساتھ نماز عصر پڑھنا

۲؎ تعمیہ اعداد مسجد کے ساتھ تاریخ نکلتی ہے۔

تاریخ انتقال شاکرہ ہمشیرہ مولوی محمد طاہر فاروقی

(یہ قطعہ میرے پاس سے ضائع ہو گیا تھا بعد کو ملا اس لیے بے ترتیب درج ہوا)

آج آنکھیں ڈھونڈھتی ہیں تو کہاں ہے شاکرہ　　کھیلتی رہتی تھی کل تک اپنی ماں کی گود میں
اتنے میں آواز یہ آئی لب جبریل سے　　شاکرہ جا پہنچی خاتون جناں کی گود میں

۱۹۲۱
+۳
۱۹۲۴ء

تاریخ انتقال عم مکرم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب قبلہ رئیس بچھرایوں

مولوی خلیل رحمٰن کرد　　نقدِ جاں نذر بارگاہ جلیل
بود کوہِ وقار و بحر شرف　　بسخا و کرم نداشت عدیل
بود ہمنام با خلیل خدا　　مغفرت را ہمیں بس است سبیل
بطیفل خلیلِ خود حق باد　　ز آتش دوزخش حفیظ و کفیل
کرد حامد دعا و شد تاریخ
کہ کند با خلیل حشر خلیل
۱۹۲۵ء

(ایضاً بترتیب دیگر کہ ازاں ہر دو سنہ ہجری و عیسوی بر می آید)

حامد زار چو شنید رفت سوے خدا خلیل
کرد ز حق دعا۔ کند حشر خلیل با خلیل
۱۳۴۳ھ+۵۸۲
۱۹۲۵ء

ے ۷ر مئی ۲۵ء مطابق ۱۳ر شوال ۴۳ھ روز پنجشنبہ بوقت ظہر ایک ہفتہ مرض فالج میں علیل رہ کر انتقال کیا

تاریخ انتقال حکیم ضمیر احمد صاحب بچھرایونی

(ماہ صفر ۱۳۴۴ھ میں بعارضہ بخار وبائی)

غفرہ الوحید

۱۳۴۴

ندید قصبہ بچھراؤں چوں ضمیر طبیب　　بسے گذشت زماں تا بہ ایں دم از آدم
بکرد او سفر آخرت بماہِ صفر　　بگو۔ حکیم ضمیر احمد مسیحا دم

۱۳۴۴ھ

ان المتقين في مقام امين في جنة وعيون

۱۳۴۴ھ　　(دخان پارہ ۲۵۔ آیت ۵۱۔ ۵۴)

تواریخ ولادت دختر مولوی ضیاء الحق صدیقی عرف چھنو

عنوان تاریخی

بشارتِ ولادت دختر نیک نہاد

۱۳۴۴ھ　　۱۳۴۴ھ

(۱)

آج ہی تار پہ بچھرایوں سے　　نکہت باغ مراد آئی ہے
پوتی پیدا ہوئی ناظر جی کی　　رحمتِ ربِ عباد آئی ہے
کیوں نہ چھنو کو ہو لڑکی کی خوشی　　خلد سے حور نژاد آئی ہے
لائی ہے روح کو پیغام نشاط　　راحتِ خاطر شاد آئی ہے
بے بدل میں نے کہی ہے تاریخ
دختر نیک نہاد آئی ہے

۱۳۸۰
۳۶ـ
۱۳۴۴ھ

۱۱ر مئی ۱۹۲۶ مطابق ۲۸ر شوال ۱۳۴۴ء روز سہ شنبہ کو بچھراؤں سے شمس الحق کا تار آیا کہ چھنو کے لڑکی پیدا ہوئی۔ حامدہ نام رکھا گیا

(۲)

تادیر آئی خبر چھنو کے گھر لڑکی ہوئی جس کے آگے روشنی ہے چاندکی بھی ماندسی
مصرع سال ولادت میں نے برجستہ کہا آج دی چھنو کو اک بیٹی خدا نے چاند سی

۱۳۴۴ھ

(۳)

مژدہ جب چھنو کی لڑکی کا سنا میں نے شکر خالق مطلق کیا
دل نے موزوں مادہ تاریخ کا مطلع مہر ضیاء الحق ، کیا

۱۳۴۴ھ

(۴)

حق نے چھنو کو عطا کی بیٹی اس پہ ہو سایہ حضرت بی بی
"لو مبارک ہو" کہا ماما نے "آئی اللہ کی رحمت بی بی"!
بھانجی ان کو خدا نے دی ہے کیوں نہ ہوں شاد اطاعت بی بی
عمر اللہ کرے اس کی دراز ہو بڑی صاحب قسمت بی بی

دے خدا اس کو فضیلت سب پر
نام نکلا ہے۔ فضیلت بی بی

۱۳۴۴ھ

تواریخ ولادت اولادِ اربعہ خاکسار حامد حسن قادری

(از آیۂ قرآں و بادنیٰ تغیرے دراں)

(۱)

تاریخ ولادت پسر اول مسمّٰی بہ ساجد حسن قادری

بتاریخ یکم محرم ۱۳۳۴ھ ۱۰ نومبر ۱۹۱۵ء روز چار شنبہ

هاذا الابن بفضل ربي

۱۹۱۵ء

(۲)

تاریخ ولادت دختر مسماۃ بہ صالحہ خاتون

بتاریخ ۲۵؍ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ و ۹؍ مارچ ۱۹۱۸ء

هذا من فضل ربي

۱۹۱۸ء

(۳)

تاریخ ولادت پسر ثانی مسمی بہ خالد حسن قادری

بتاریخ ۱۶؍ جمادی الثانی ۱۳۴۰ھ و ۱۴؍ فروری ۲۲ء

هذه من فضل ربي

۱۹۲۲ء

؎ یہ تاریخ ۲۳ پر درج ہو چکی ہے۔ یہاں ان تواریخ کو یکجا لکھنے کی غرض سے دوبارہ لکھی گئی اس لیے اس پر نمبر شمار درج نہیں کیا گیا۔

نوٹ: ۱۶؍ فروری کو میں نے یہ تینوں تاریخیں لکھ کر اپنے دوست مولوی سید حسن صاحب حیرت قادری بدایونی مدرس عربی حلیم مسلم ہائی اسکول کانپور کو دکھائیں انھوں نے یہ تاریخ لکھ کر عنایت فرمائی جس کو تشکر و یادگار کی غرض سے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

تاریخ ولادت پسر ثالث مسمی بہ ماجد حسن قادری

بتاریخ ۶؍ محرم ۱۳۴۳ھ ۸؍ اگست ۱۹۲۴ء بروز جمعہ

هذا من افضال ربي

۱۹۲۴ء

رزقت اخي ابنا جميلا مباركا — فمن عليك الله من حسن عبيك
فارخ و قل حمدا له وتشكرا — تولد مولود سعيد بر حمتك

۱۳۴۰

؎ مشہور شعر ہے

لي خمسة اطفي بها حر الوباء الحاطمه
المصطفي والمرتضیٰ وابنا هما والفاطمه

جس وقت عم مکرم مولوی محمد حسن صاحب فاروقی منشی فاضل پروفیسر عربی اسلامیہ کالج پشاور نے راقم کے پسر سوم کی خبر ولادت سنی تو انھوں نے ازراہ ظرافت (کہ یہ ان کا خاصہ طبعی ہے) اس شعر مشہور میں یہ ترمیم فرما کر مجھے بھیجی

لي اربع اطفي بها حر الهموم الكالحه
ساجد حسن خالد حسن ماجد حسن والصالحه

تاریخ سیاحت علمی (اکسکرشن) بمقام بندکی

حلیم مسلم ہائی اسکول کانپور کے طلبہ و اساتذہ ۲۸ ر ستمبر ۱۹۲۳ء کو مقامات تاریخی کی سیر کے
لیے بندکی وغیرہ مقامات پر گئے۔ جس میں راقم شریک نہ ہو سکا۔ ۲۷ ر ستمبر کو تاریخ کہی گئی۔

بندکی کی سیر کے لیے جاتا ہے کل ٹرپ — بچوں کے اب کھلائے گا دل کے کنول ٹرپ
انگریزی لفظ فارسی خط ہجری سال میں — تاریخ ہے عجیب ہوی ہسٹاریکل ٹرپ

۱۳۴۲ھ

تاریخ وفات مفاجات عمہ مکرمہ راقم کانپور

بتاریخ ۱۶ ر ذی الحجہ ۱۳۴۴ مطابق ۲۸ ر جون ۱۹۲۶ء بروز دو شنبہ بوقت عصر بعمر ۶۹ سال

رضی عنہا اللہ العالی — رضی ربها عنها

۱۳۴۴ھ — ۱۳۴۴ھ

تاریخ وفات عم مکرم حاجی مولوی محمد حسن صاحب قبلہ در بچھراؤں

بتاریخ ۱۲ ر محرم ۱۳۴۵ مطابق ۲۳ ر جولائی ۱۹۲۶ء بروز جمعہ بوقت ساڑھے دس بجے شب

(۱)

اُن سے رب راضی ہو

۱۳۴۵ھ

(۲)

رضی عنه الله الباقی

۱۳۴۵ھ

تاریخ وفات والد ماجد مولوی احمد حسن صاحب قبلہ در رامپور

بتاریخ ۲۰ ر صفر ۱۳۰۱ھ

آپ کے انتقال کو ۴۰ برس ہو گئے۔ ایک تاریخ جو اس زمانے میں نکالی تھی ۴۰ برس بعد ملی ہے

The Historical Trip (سیاحت تاریخی)

دفتر تواریخ

اس تاریخ کا سبب تالیف یہ ہوا کہ راقم ۲۹/ اگست ۱۹۲۶ء کو حضرت والد ماجد کا کلیات دیکھ رہا تھا۔ اس میں حضرت مولوی احمد علی صاحب قبلہ رئیس بچھراؤں کی تاریخ وفات پر جو نظر پڑی تو جی چاہا کہ اس میں بجائے احمد علی کے احمد حسن ہو اور تاریخ بن جائے۔ وہ قطعہ تاریخ مولفہ حضرت والد ماجد مرحوم یہ ہے:۔

از سنہ ہجرت بماہ پنج میں   یوم سادس بعد عشر اولیں
وقت ظہر از سبت درخلد بریں   رفتہ برلب ذکر رب العالمیں
جان جود و اتقا احمد علی   رحمۃ اللہ علیٰ احمد علی

ھ ۱۳۳۰

تاریخ پورے شعر سے نکلتی ہے اور بے نظیر ہے لیکن اصولاً یہ کمی رہ گئی کہ رحمۃ میں بجائے (ت) کے (ہ) کے عدد لئے گئے ہیں۔ میں نے اسی کو دیکھ کر اس کی ہو بہو نقل کی ہے لیکن ت کے عدد لیے ہیں۔

از سنہ ہجرت بماہ[1] دو میں   چہلم[2] ذبح امام السیدین
بعد نصف اللیل درخلد بریں   رفتہ برلب ذکر رب العالمین
کامل دین ہدا احمد حسن   رحمۃ اللہ علیٰ احمد حسن

ھ ۱۳۳۱

تاریخ وفات ساجد حسن پسر ثالث بابو سید حسن صاحب کرنل گنج کانپور

بتاریخ ۳۰/ جون ۱۹۲۶ء بروز چار شنبہ

دن ابھی دنیا سے جانے کے نہ تھے ساجد میاں   تم گئے دنیا سے اور کیسی قیامت ڈھا گئے
آٹھ دن راحت نہ پائی گو رہے یاں آٹھ ماہ   اتنے عرصے کے لیے کیا آئے بیٹا کیا گئے
دکھ سے چیچک کے تم نے۔ گلٹیوں کی سختیاں   چلتے چلتے آہ نشتر کا بھی چرکا کھا گئے
ساتھ ہی لیتے گئے ماں باپ کا صبر و قرار   تم نہ یاں تنہا رہے ساجد نہ واں تنہا گئے

---

[1] ماہ صفر۔ لفظ (دو میں) میں واو مشدد جائز ہے۔ [2] ۲۰ صفر کہ اسی تاریخ حضرت شہید کربلا علیہ السلام کا چہلم ہوتا ہے۔

دفتر تواریخ

دل پکار اٹھا جو ٹوٹا اس طرح جورِ[1] فلک

۳۳۹

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

۱۹۲۶ء

دیگر

غنچہ ناشگفتہ بود

۱۹۲۶ء

تاریخِ بنائے مسجد بمقام برلن ملک جرمنی

از الفاظ اذاں

حی علی الصلوۃ حی الصلوۃ حی الفلاح حی الفلاح

۱۹۲۶ء

مسلم مشن بہ برلن تعمیر مسجدے کرد — خالی ز سجدہ گاہے بود آں ہمہ نواحی

سال بنائے مسجد من از اذاں بجستم — کاں کفر راست واقع کاں شرک راست ماحی

حی[2] علی الصلوۃ حی علی الصلوۃ — حی علی الفلاح حی علی الفلاح

۱۹۲۶ء

تواریخ[3] اشاعت "لاکھ نمبر" اخبار حق لاہور

(ان تاریخوں کو میں بھول ہی گیا تھا۔ اتفاق سے مل گئیں اور بے ترتیب درج ہو ئیں)

(۱)

اک سہ ماہی میں اشاعت اک لاکھ! — "حق" کی بے شبہ کرامت حق ہے

خود لب ہند سے آتی ہے صدا — اخترِ اوجِ صحافت "حق" ہے

۱۹۱۸ء

---

[1] تخرجہ اعداد جور فلک (۳۳۹) کہ لفظ "ٹوٹا" مشعر آں است۔ [2] بضرورت شعر صلوٰۃ، فلان [illegible] (ی) ن مثل پڑھا جائے گا۔

[3] یہ تاریخیں اخبار حق کے لاکھ نمبر کے ٹائٹل پیج پر شائع ہوئی تھیں۔

(۲)

اللہ اللہ کیا قبول عام حاصل ہے اسے! ہر سنیچر کو ہزاروں ہی چھپا اور کھپ گیا
فکر اگر حامد ہے اس نمبر کے سالِ طبع کی کہہ دو۔ یہ اخبار حق کا لاکھ نمبر چھپ گیا

۱۳۴۷ھ

تاریخ[۱] فرار شدن نذیر خاں ولد محمد امیر خاں تاجر کرانہ وپرچون

ساکن احاطہ امین گنج کانپور

سوچے ہوئے ہے دل میں کچھ آخر نذیر خاں کرتا نہیں زبان سے ظاہر نذیر خاں
تعلیم سے غرض نہ تجارت کا شوق ہے آوارگی کے فن میں ہے ماہر نذیر خاں
پیہم فرار سے ہیں پریشاں امیر خاں جائے نہ آفتوں میں کہیں گھر نذیر خاں
اس کو تو ایکٹ کرنے کا تھیٹر میں شوق ہے ہو کیا دکاں پہ قانع وصابر نذیر خاں
خاطر میں لائے کیا وہ تشدد کو باپ کے چپ ہے مگر ہے ایک ہی شاطر نذیر خاں
آیا تھا دو مہینے میں پکڑا ہوا ابھی پھر چار دن میں اڑ گیا آخر نذیر خاں
تاریخ میں نے سنتے ہی بیساختہ کہی
اب کیا ہو آج بھاگ گیا پھر نذیر خاں

۱۹۲۶

تاریخ باز آمدنِ نذیر خان

خوب جب آوارہ گردی کر چکا لوٹ کر گھر سیر سے آیا نذیر
چھوڑ کر تھیٹر سنبھالی پھر دکاں کعبہ میں پھر دیر سے آیا نذیر
باپ کے دل سے ہوا نعرہ بلند
آج واپس خیر سے آیا نذیر

۱+۱۹۲۵=۱۹۲۶ء

تاریخ انتقال عبدالعزیز صاحب

(بفرمائش مسٹر حامد اللہ افسر بی اے میرٹھی)

کیا سکھ کی نیند سوتے ہیں زیرِ زمیں عزیز ملتی ہے جان دے کے یہ راحت وہ چیز ہے
لوح مزار کے لیے تاریخ بر محل "ایوانِ استراحتِ عبدالعزیز" ہے

۱۳۳۹ء

۱۔ جون ۲۶ء میں بھاگا تھا۔ اگست میں پکڑا ہوا آیا۔ پھر فوراً فرار ہو گیا۔ پہلے ہی چند بار فرار ہو چکا ہے۔

تاریخ وفات مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی و حضرت شاد عظیم آبادی

از دم نور بار شاد و شرر — صبح گردید شام اردوِ ما
یعنی از نظم شاد و نثر شرر — بود قائم نظام اردوِ ما
فلک از نظم و نثر شاد و شرر — خطبہ خواند بنام اردوِ ما

گفتہ ام سال رحلت ایشاں
شرر و شاد امام اردوِ ما

۱۳۴۰ھ

تاریخ وفات "ذاکر حسن فریدی" ابن مولوی عابد حسن فریدی

۱۳۴۳ھ

ولادت ۲ر نومبر ۱۹۲۵ء، وفات ۲۹ر جنوری ۱۹۲۷ء

چون باد خزاں بباغِ عابد — مرگ آمد و برد غنچۂ دل
حامد سالِ وفاتِ ذاکر — گفتم پژمرد غنچۂ دل

۱۳۴۵ھ

تاریخ وصال مولانا مولوی محمد حسین صاحب بی اے قصوریؒ

نقشبندی مجددی جماعتی خلیفہ حضرت قبلہ عالم مولانا حاجی حافظ جماعت علی شاہ صاحب [illegible]

(۱)

عاش حميدأمات رشيدا — في حب الله الخلاق
قلت تاريخا و دعاء — رضي عنه الله الباقي

۱۳۴۵ھ

ہماں مادۂ تاریخ بنظم فارسی

(۲)

روحش بعد فراق از جسمش — شد باخالق خویش ملاقی
بادہ کوثر با شرابش — ساقی کوثر باشدش ساقی
حامد سال وصالش گفتم — رضی عنہ اللہ الباقی

۱۳۴۵ھ

(۳)

ہو کے فنا ملی بقا، وصل کامل گیا مزا — پردہ فقط تھا جسم کا، پردہ اٹھا کے مل گئے
جا کے یہاں سے کیا ملا، رتبہ جو خاص تھا ملا — کھوئی خودی خدا ملا، بھید خدا کے مل گئے
جزو ہیں ان کے نام کے اسم محمد و حسین — کیسے بڑے بڑے بزرگ نام میں آ کے مل گئے
حامد خستہ حال نے سُن کے وفات کی خبر — سالِ وصال لکھ دیا: ذات میں جا کے مل گئے

۱۳۴۵ھ

راحت روح مل گئی — کشتی نوح مل گئی
ان کو وہ نا خدا ملا
فرقِ دوئی جو مٹ گیا — سال وصال لکھ دیا
کھوئی خودی خدا ملا

۱۳۴۷
-۲
۱۳۴۵

وحسنت مرتفقا
۱۳۴۵ (کہف)

جام مے فنا ملا — مرتبۂ بقا ملا
بندہ خدا سے جاملا
نامِ محمدؐ و حسین — نام کے وجہ زیب وزین
نام بھی واہ کیا ملا
کام برائے نام تھا — یاد خدا سے کام تھا
تھا دل با صفا ملا
ت مے الست تھے — نیست بشکل ہست تھے
وہ مزہ فنا ملا

یہ نظم مثلث طویل تھی کتاب "تحیاۃ الکمالاۃ" میں صرف یہی دو بند چھپے ہیں اور راقم کے پاس سے وہ نظم گم ہوئی۔
ناخدا سے مراد مولانا صاحب کے مرشد حضرت مولانا سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری مد ظلہ العالی ہیں

شیخ کے عشق میں فنا شیخ کی رات دن ثنا
دل کو تھا کیا مزا ملا

ہے وہ قیاس سے بلند فہم حواس سے بلند
پیر سے جو ملا ملا

پیر جماعت علی مل گئے کامل و ولی
زیست کا مدعا ملا

(۵)

حامد مخروں چہ میجوئی تو سال رحلتش
مخزنِ علم لدنی رہنمائے حق بگو

۱۳۴۵ھ

(۶)

بے سروپا آہ مولنا کے جانے سے ہوئے
۳۰ ۳۰۰ ۱۰۰ ۱۰ ۲۰ ۸۰۰ ۵ ۱۰
علم و رشد و فقر و دیں، شکر و رضا، مہر و وفا

۱۳۴۵ھ

(۷)

سالِ وصال شاہ محمد حسین کا
دل نے "وصال ذات الٰہی ملا" کہا

۱۳۴۵ھ

(۸)

کہہ دو سالِ وصالِ حق آگاہ ذات واحد میں مل گئے اب واہ

۱۳۴۵ھ

تاریخ وصال حضرت تاج الاولیا مولانا شاہ نظام الدین حسین صاحبؒ

(اس تاریخ کے بے ترتیب درج ہونے کا افسوس ہے۔ سال ہجری کی تاریخ صفحہ ۔۔ پر حسب ترتیب درج ہے)

کیف یموت الذی یکون تقیا

۱۹۰۴ء

تاریخ انتقال برادر عم زاد محمد اطہر فاروقی عرف پیارے میاں

کہ بتاریخ ۵ رمضان المبارک مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۲۷ء بروز پنجشنبہ بمقام پشاور بعمر ۱۷ سال بمرض نمونیا انتقال کرد

قد رضی الله الصمد

۱۳۴۵ھ

تواریخ ترتیب وطباعت مجموعہ کلام سید راز چاندپوری

(۱)

مجموعہ کلام ادیب والا مقام ابوالفاضل سید راز چاندپوری

۱۹۲۶ء

کلام ادیب یگانہ نامور ابوالفاضل سید راز چاندپوری

۱۹۲۶ء

(۲)

مجموعہ نظم بارک اللہ
جذبات لطیف و حسن تحریر
ترتیب کلام کے ہیں دو سال
جو نظم ہے مہرنامہ شعر

۱۹۲۵ء

ہے راز کے سر پہ افسر نظم
ہیں روح رواں پیکر نظم
مصرع ہیں یہ دونوں زیور نظم
جو شعر ہے سلک گوہر نظم

۱۹۲۵ء

تاریخ وفات عم مکرم جناب مولوی سراج احمد صاحب بچھرایونی

(۱)

قد رضی عنہ السبوح

۱۳۴۶

ـــ بتاریخ ۲ رجب ۱۳۴۶ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۲۷ء بمقام بچھراؤں بحالت تشہد نماز انتقال فرمایا۔

(۲)

چوں رفت سوے خلد سراج احمد زیجاہ
تاریخ و فاتش بنوشتم غفر الله
۱۳۴۶ھ

(۳)

ربنا واغفر لنا وارحمنا
(سورہ بقرہ۔ آخری آیت) ۱۹۲۷ء

تاریخ انتقال حاذق الملک و مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب دہلوی

کہ بتاریخ ۴ر رجب ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۹ر دسمبر ۱۹۲۷ء بمقام ریاست رامپور ناگہاں انتقال فرمود

(۱)	(۲)	(۳)	(۴)
قبلہ حذاقت	ماہ کامل حذاقت	والی ملک حذاقت	حکیم جہان حذاقت
۱۳۴۶	۱۳۴۶	۱۳۴۶	۱۳۴۶

(۵)
مسیح کردار حکیم اجمل خاں
۱۳۴۶

(۶)
آفتاب ہند حکیم اجمل خاں
۱۳۴۶

(۷)

کامل عصر حکیم محمد اجمل خاں
۱۳۴۶

(۸)

آہ از برما رفت مسیح دوراں
گردید غروب مہر طب یوناں

تاریخ وفات او زحامد ۵۳ برخواں
واصل بمجید شد حکیم اجمل خاں

۱۲۹۳
+۵۳
۱۳۴۶ھ

ـ یہ تاریخ عابد حسن نے نکالی تھی۔ ۵۳ کی کمی تھی وہ میں نے اپنے نام کے عدد شامل کر کے پوری کر دی۔ اور مصرع لگادے۔ مصرع تاریخ میں یہ خوبی ہے کہ حکیم صاحب کے برادران بزرگ حکیم عبدالمجید خاں صاحب مرحوم اور حکیم محمد واصل خاں صاحب مرحوم کے نام بھی آگئے ہیں۔

تاریخ شہادت پیرزادہ سید محمد صادق صاحب دہلوی

پدر زن خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی

ان له خير الجزا عند المليك المقتدر

افسوس ہوئے شہید صادق | تھے نیک صفات و نیک عادات
مردانہ جودی ہے جاں انھوں نے | تاریخ ہوئی ہے ۔ فخر سادات

۱۳۴۶ھ

تاریخ کامیابی امتحان جناب مہر بفرمایش منشی محمد زبیر صاحب روحی

تہنیت میں بار بھی لو قطعہ تاریخ بھی | مہر تم ہو آج مہر آسمانِ نارمل
سن کے مژدہ خود لب ہاتف سے یہ آئی صدا | مہر عاقل کامیاب امتحانِ نارمل

۱۳۴۱
+۵
۱۳۴۶ھ

تاریخ ولادت فرزند مولوی ضیاء الحق صدیق

(۱)

ہو مبارک تمھیں ضیاء الحق | چاہیئے دل سے شکر رب عباد
اس نے بخشا ہے چاند سا بیٹا | نیک اس کا نصیب! عمر زیادہ!
سُن کے مژدہ یہ میں نے اے حامد | کہی تاریخ : نخل باغ مراد

۱۹۲۸ء

(۲)

دیا حق نے چھنو کو نور نظر | سپہر سعادت کا ماہ تمام
یہی ہے ولادت کی تاریخ بھی | محمد ظہیر الحق اچھا ہے نام

۱۳۴۶ھ

تاریخ خریداری بائیسکل خاکسار حامد حسن قادری

۴ر مارچ ۱۹۲۸ کو میں نے ریلے بائیسکل خریدی ۔ مولوی مظفر علی صاحب طالب ـــ

اصرار کر کے قیمتی سائکل دلوادی۔ اسی دن یہ تاریخ کہی۔

رائے تھی عابد وطالب کی یہی — آدمی لے تو پھر اچھی شے لے
اور مری رائے میں بہتر یہ ہے — پاؤں چادر کے مطابق پھیلے
سائیکل لینی تھی معمولی سی — کہ نہ تھے پاس روپیوں کے تھیلے
میں تو ستر میں وہی لے لیتا — جس کے ٹائر بھی تھے میلے میلے
لیکن ارشاد یہ طالب نے کیا — ہم سے جتنے کی ضرورت ہے لے

کیا نتیجہ ہوا سنئے تاریخ
ماۃ عشرۃ کی لی ہے ریلے

۱۳۴۶ھ

تاریخ اشاعت نظام نمبر اخبار تازیانہ لاہور

(۱)

جدت کا نہیں ہے تازیانہ کی جواب — اخبار ہے یا پچاس صفحوں کی کتاب
نکلے گا یہ حسن ظن بھی حامد سچا — تاریخ لکھو۔ نظام نمبر نایاب

۱۳۴۷ھ

(۲)

شائع کرتا ہے تازیانہ — عمدہ ہر ایک عام نمبر
اس نمبر کا مگر سبھی سے — اول ہے الاکرام نمبر
کافی حجم اور پھر مصور — کیا دلکش ہے تمام نمبر

لکھو تاریخ سرورق پر
زیبا لوح نظام نمبر

۱۳۴۷ھ

تاریخ ترتیب دیوان سید ابو محمد صاحب ثاقب کانپوری

کانپور میں ثاقب صاحب ملنے آئے تھے۔ ان کے دیوان متاع روز ... آ گیا۔ میں نے فوراً مادۂ تاریخ نکال کر کہا کہ دیوان کے نام سے نیچے لکھ دیجئے۔

دیوان اشعار ابو محمد ثاقب

۱۳۴۷ھ

تاریخ وفات مولانا حافظ محمد احمد صاحب دیوبندی

(۱)

ہوے رحلت گرائے خلد ناگاہ   وہ حق گو۔ حق شنو۔ حق بیں۔ حق آگاہ
تھے ہم نام رسول پاک ذی جاہ   یہ ہمنامی ہے خود ہی مغفرت خواہ
انھیں تھی خدمت اسلام کی چاہ   اسی خدمت میں آخر جان دی واہ
وہی تھے دین حق کی مشعل راہ   وہی تھے یادگار قاسمی آہ

سُنی تاریخ یہ جس نے کہا ہاے
"چراغ دیوبندی بجھ گیا ہاے"

۱۳۴۷ھ

(۲)

کی دین حق کی جس نے چالیس سال خدمت
اس پر خدا کی بخشش ۔ اس پر خدا کی رحمت
مولانا دیوبندی حافظ محمد احمد
۱۳۴۸ھ
تاریخ تھی جو کرتے آیندہ سال رحلت

تاریخ وفات مولوی صدیق حسن ایم اے بدایونی سابق پروفیسر سنیٹ جانس کالج آگرہ

بعد کو حیدر آباد میں ملازم ہو گئے تھے۔ وہیں وفات پائی۔

(۱)

قربِ صدیق رض ملے گا تجھے صدیق حسن   (یاد نہیں کہ اس پر مصرع لگائے تھے یا نہیں)

۱۳۴۷ھ

(۲)

نعم مثوی المتقین (۱۳۴۷)

تاریخ اشاعت خاص نمبر رسالہ عالمگیر لاہور

مطبوعہ خاص نمبر

وہ شایانِ صحافت ہے یہ عالمگیر کا نمبر   کہ اک شانِ صحافت ہے یہ عالمگیر کا نمبر

اگر حامد ہے فکرِ سال تم کو خاص نمبر کی
کہو۔ جانِ صحافت ہے یہ عالمگیر کا نمبر
۱۳۴۷ھ

تاریخ اشاعت عید نمبر رسالہ عالمگیر لاہور

(۱)

میسر ہیں یہ دو عیدیں بھی جسمانی و روحانی
اور اپنی خوبیوں میں ایک سے ہے ایک بڑھ کر بھی
مبارک باد تاریخی کرو پیش اس طرح حامدؔ
مبارک قارئین کو عید بھی اب عید نمبر بھی
۱۳۴۷ھ

(۲)

شادماں ہیں عالم اسلام و دنیائے ادب
عید بھی ہے اور عالمگیر کی بھی دید آج
تہنیت میں مصرع تاریخ حامد نے لکھا
ہوں مبارک عید نمبر اور جشن عید آج
۱۳۴۸ھ

(۳)

ہے یہ اردو کے لیے وجہ حیات جاوداں
غیر فانی عید نمبر ہے یہ عالمگیر کا
سچ ہے یہ تاریخ اس کے دیکھ کر نقش و نگار
نقش مانی عید نمبر ہے یہ عالمگیر کا
۱۳۴۹ھ

تواریخ فسادات کانپور

(اندراج بے ترتیب کا افسوس ہے)

تاریخ فتح اہل ایماں
یا اللہ تعز من تشاء
۱۳۴۵ھ

تاریخ شکست اہل بطلان
وتذل من تشاء
۱۹۲۷ء

تاریخ جنگ ترکی و اٹلی

ماہ شوال ۱۳۲۹ھ میں ۲۹ ستمبر ۱۹۱۱ء کو حکومت اٹلی نے سلطنت ترکی کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا۔ شہدائے ترکی و مقتولین اٹلی کی یہ تاریخ قرآن مجید کی سورہ انفطار کی آیت سے نکلی ہے۔ بے ترتیب درج ہونے کا افسوس ہے۔

ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم
۱۳۲۹ھ

تاریخ فساد محرم و دسہرہ بمقام کانپور

فساد کی خبر گرم تھی۔ میں اور عابد حسن کانپور میں تھے۔ تعطیل محرم میں
مکان جانے کا ارادہ نہ تھا لیکن اس فساد کے اندیشہ سے چلے گئے۔ لیکن
فساد نہ ہوا بہر حال یہ تاریخ تو ہو ہی گئی۔

الفتنة اشد من القتل

۱۹۱۷ء

تاریخ وفات اہلیہ محترمہ منشی اخلاق علی صاحب میرٹھی

وجوه يومئذ ناعمة

۱۳۴۷ھ

۱۳ر رمضان ۲۴ر فروری ۱۹۲۹ء روز یکشنبہ کو میرٹھ میں انتقال ہوا

تاریخ وفات حضرت قبلہ و کعبہ مولوی انوار الحق صاحبؒ ناظر پنشنر

۲۶ر محرم ۱۳۴۸ھ مطابق ۵ر جولائی ۱۹۲۹ء کو جمعہ کے دن قبل نماز تہجد اوس میں اسی سال کی عمر میں انتقال فرمایا

(۱)

رضي عنه الله القوي

۱۳۴۸ھ

(۲)

تھی طبیعت ان کی وہ باغ و بہار — تھے وہ دنیا میں بھی گویا خلد میں
کہہ دو ناظر جی کی تاریخِ وفات — ہوگئے آرام فرما خلد میں

۱۳۴۸ھ

(۳)

ان الله غفور شكور

۱۹۲۹ء

رحمت الله وبركاته

۱۳۴۸ھ

۱۳۴۸ھ

سرورق تاریخی کلیات حضرت مولوی احمد حسن صاحب مرحوم والد راقم

والد صاحب قبلہ کا انتقال ۱۹۱۳ء میں ہوا تھا۔ ان کا کلام ۱۹۱۴ء میں نقل کرلیا گیا تھا۔ ۱۹۲۸ء میں اس کتاب کی از سر نو تزئین و تجلید ہوئی۔ اور اس پر یہ سرورق تاریخی لکھا گیا۔

تاریخ ختم سلسلہ تصنیف بوجہ وفات

دُرِ نگین حضرت احمد حسن

۱۹۱۳ء

تاریخ نقل نمودن کلام از مسودات

فرمودۂ حضرت احمد حسن

۱۹۱۴ء

تاریخ ختم تصنیف

برہان کمال مولوی احمد حسن محدث وکیل

۱۳۳۱ھ

تاریخ گلزار ساختن مجلد ہذا

گلزار کلام حضرت احمد حسن

۱۹۲۸ء

(یعنی کلیات نظم)

جناب محدث و مولوی احمد حسن صاحب وکیل بچھرایونی

۱۳۳۱ھ

تاریخ تجلید کتاب

کاغذ زر

۱۹۲۸ء

تاریخ تجلید و تزئین کتاب

نسخہ کلیات احمد حسن

۱۳۴۷ھ

تاریخ تجلید و تزئین کتاب

نظم والا جناب مولوی احمد حسن

۱۳۴۷ھ

اسم تاریخی کہ زیر تصویر نوشتہ شد

علامہ فصیح حضرت احمد حسن

۱۹۱۳ء

دفتر تواریخ

آثار تاریخ

۱۹۱۳ء

واردات انتقال ناگہانی

۱۳۳۱ھ

افضل الفاضلین عالیقدر مولوی احمد حسن صاحب محدث برد اللہ لعلی مضجعہ

۱۹۱۳ء ۱۳۳۱ھ ۱۳۳۱ھ

انار اللہ برھانہ وجعل الجنۃ مثواہ

۱۳۳۱ھ

مستخرجہ ناچیز ازلی حامد حسن قادری

۱۹۱۳ء

واللہ لہ اجر عظیم

۱۳۳۱ھ

مادّہ از کل بیت آخری

۱۳۳۱ھ

از سنہ ہجرت بماہِ دوّمیں — چہلم ذبح امام السیدین
بعد نصف اللیل در خلد بریں — رفتہ بر لب ذکر رب العالمین
کامل دینِ ہذا احمد حسن — رحمۃ اللہ علی احمد حسن

۱۳۳۱ھ

تواریخ ترجمہ رُباعیات حضرت مولانا سلطان ابو سعید ابوالخیرؒ

دعاے آغاز وانجام بجناب ایزد جلیل

۱۳۴۸ھ

یا رحمن انک میسر — رب یسر ولا تعسر

۲۹ ۹ا ء

وتم بالخیر یا ربنا القادر

۱۹۲۹ء

سرورق تاریخی

خزانۂ رباعیات

۱۳۴۷ھ

گنجِ نایاب مصنفات مولانا ابوسعید ابوالخیر

۱۹۲۹ء

مع ترجمہ اردو از قلم سیہ کار حامد حسن قادری

۱۹۲۹ء

لکچرر فارسی اردو سینیٹ جانس کالج آگرہ

۱۹۲۹ء

سرورق تاریخی

صدرُباعی	۳۷۷
از	۸
کلام بعدیل ابوسعید	۳۷۰
مترجم	۶۸۸
حامد حسن قادری	۴۸۶
	۱۹۲۹ء

آغاز و ختمِ دیباچہ پر لکھی گئیں

از قلم مترجم حامد حسن قادری

۱۳۴۷ھ

ختمِ دیباچہ رُباعی

۱۳۴۸ھ

تواریخ ختمِ ترجمہ رُباعیات

السعی منی والا تمام من الله المعین القدوس

۱۳۴۸ھ

صد رباعی سلطان ابوسعید ابوالخیر ملبسانِ اردو آمد

۱۹۲۹ھ

سو رباعیات مولنا بوسعید کا ترجمہ پورا ہوا

۱۹۲۹ھ

قطعۂ تاریخ

کلام بو سعید ایسا ہے اعلیٰ — نہیں ہے مثل جس کا زیرِ افلاک
ادا ہو مجھ سے حق ترجمہ کیا — کہاں ہے توسنِ کلک ایسا چالاک
نہیں یہ ترجمہ۔ اُن کا ہے اک فیض — مترجم بن کے کیوں ہوں میں بیباک
یہ پورے شعر سے نکلی ہے تاریخ — کہ جس سے ہو مرتب کا پتہ ادراک

۴۲۰ کجا حامد کجا وہ قدسی القاب
۱۵۰۹ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک
۱۹۲۹ء

تواریخ کہ برسر ورق بیاض اشعار خالد حسن قادری نوشتہ شد

مخزن گل تر — مملوکہ — خالد سلمہ اللہ تعالیٰ

۱۳۴۷ھ — ۱۳۴۷ھ

دعاے تاریخی براے ترقی مجلہ نیرنگ رامپور کہ بہ منشی عزیز اللہ خاں مدیر مجلہ نوشتہ شد

دیدم چو خرد نواز نیرنگ عزیز
گفتم عمرت دراز نیرنگ عزیز

۱۳۴۶ھ

تواریخ گرفتاری ورہائی مولوی نورالرحمٰن بی اے بچھرایونی مدیر مدینہ بجنور

ایک قابل اعتراض مضمون کی پاداش میں ۱۹ جنوری ۱۹۲۹ کو گرفتار اور ۲۲ جنوری کو رہا ہوے

(۱)

شد گرفتار نور و گشت آزاد — شکر ادا میکنم ہزار ہزار!
گفتہ ام سالہاے بند و خلاص — بخت بر گشتہ ۔ رحمت غفار

۱۹۲۹ء — ۱۹۲۹ء

(۲)

فضل رحماں بہ نور رحماں شد — دل ما گشت شاد یافت نجات
پے تاریخ زد رقم حامد — نور نیکو نہاد یافت نجات

۱۳۴۷ھ

(۳)

شکر خدا مدیر مدینہ رہا ہوے — تکلیف اتنی ہوئی تھی ، سو خیر ہوگئی
سن کر یہ مژدہ آئی دل شاد سے ندا — کہدو ۔ وہ زد پہ آگئے تھے ، خیر ہوگئی

۱۳۴۶
+۱
۱۳۴۷ھ

(۴)

یہ مصرع لگا کر نورالرحمٰن کو بھجواؤں بھیجے گئے

توبہ ایسی ادارت سے، لعنت ایسی صحافت پر — پکڑ دھکڑ ہویوں جس میں، جان پہ جس میں بن جاے
نور گرفتاری سے چھٹے، حامد نے تاریخ کہی — جان بچی لاکھوں پاے، خیر سے وہ گھر کو آے

۱۳۴۷ھ

یہ مصرع مولوی مجید حسن مالک اخبار مدینہ کو روانہ کئے گئے

لطف ادارت ہے اس میں، شان صحافت ہے اس میں — قید و بند کا خدشہ ہو، جان پر اکثر بن جاے
ڈرتے ہیں جو مرنے سے ان کی زبانی ہے تاریخ — جان بچی لاکھوں پاے، خیر سے وہ گھر کو آئے

۱۳۴۷ھ

تاریخ ضرب پاے مولوی سید محمود شاہ صاحب ممبر بزم ادب آگرہ

(۱)

مولوی محمود شہ کی ضرب پا کا رنج ہے — وہ نہ تھے تو آج کی بزم ادب پھیکی ہوئی
جس سے نکلے آہ وہ تاریخ اے حامد کہو — چوٹ تو ان کے لگی بزم ادب لنگڑی ہوئی

۱۳۵۳ھ
۶-
۱۳۴۷ھ

(۲)

ہوگی ظاہر یونہی ہمدردی سید محمود — اپنی اپنی سبھی احباب جو باندھیں لنگڑی
فکر تاریخ تھی، احبابؓ سے آئی یہ صدا — چوٹ تو ان کے لگے، بزم ادب ہو لنگڑی

۱۳۳۳
۱۴+
۱۳۴۷ھ

تاریخ صحت یابی ملک معظم جارج پنجم قیصر ہند

حسب فرمائش منشی فضل حسن صاحب صابری مالک اخبار دبدبہ سکندری رامپور

قیصر ہندوستاں کی ذات ہے — باعث خیر وصلاح تخت وتاج

سالِ صحت شاہِ والا جاہ کا — لکھ دوائے حامدؔ ۔ فلاحِ تخت و تاج

۱۹۲۹ء

تاریخ تعمیر مسجد بمقام ریلوے اسٹیشن لکھسر

حسب فرمایش عبدالعزیز خاں رامپوری ڈاکٹر ریلوے اسٹیشن ہاسپٹل لکھسر

مقصود علی وہ خان ذیشاں — جن کی نہیں مثل دوسرا آج
مسجد ہے یہ اُن کی مظہرِ جود — تیار ہے ثمرۂ عطا آج
"کیا اہل کرم ہیں اہل لکھسر" — آئی در و بام سے صدا آج
اللہ کا گھر بنا کے سب نے — فردوس میں گھر بنا لیا آج
حامدؔ ہے جو تجھ کو فکر تاریخ
لکھ۔ بن گیا خانہ خدا آج

۱۳۴۸ھ

تاریخ وفات

عابد حسن کی فرمایش سے ان کے کسی پیر بھائی کی تاریخ لکھی گئی۔ پہلا مصرع جس میں نام تھا یاد نہ آیا۔ دوسرا مصرع لگا دیا

صاحبدلے کہ یافت بقا در فنائے ذات — داغ دلش چو مہر درخشندہ شد بعشق
کردم چو فکر سال زعالمؔ ندا رسید — ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

۱۹۲۹ء

تاریخ اشاعت خاص نمبر نیرنگ رامپور

شائع کیا گیا مہِ نوروز وعید میں — یہ خاص نمبر اہل بصیرت کی عید ہے
حامدؔ لکھو یہ مصرع تاریخ تہنیت — نیرنگ کی اشاعت خاص اک نوید ہے

۱۹۲۹ء

تاریخ مرگ مفاجات اشتیاق حسین ابن مہدی حسن صاحب نقشبندی مجددی جماعتی

نوجواں بود اشتیاق حسیں! — آہ عمرش اقل مدت یافت
بست و ہفتم زماہِ ثالث بود — کہ ازیں دہر حکم رحلت یافت
از کرمہائے خالقِ یکتا — خوبی خلق و حسن سورت یافت

بندۂ حضرتِ جماعت مدظلہ شد — دست در دست داد و نعمت یافت
رفت در قبرو از عنایتِ حق — در کشادہ بسوے جنت یافت
خادم حضرتِ جماعت مدظلہ بود — رحمت حق ز فیض حضرت یافت
فکرِ تاریخ بود حامد را — گفت ہاتف ۔ جوارِ رحمت یافت

۱۳۴۹ھ

تواریخ اشاعت "امیر نمبر" مجلۂ نیرنگ ریاست رامپور

(۱)

نیرنگ کا ہے یہ خاص نمبر — نقدِ سخن امیر مغفور
مضمون سب اس کے خوب و بہتر — لکھنے والے ادیب و مشہور
تاریخ یہ پورے شعر میں ہے — ہے یہ بھی مورخوں کا دستور

۹۶۳ زیبا گلشن امیر نمبر
۹۶۷ ماشاء اللہ چشم بددور

۱۹۳۰ء

(۲)

شان اردو جو دیکھنی ہو — دیکھو اکبار امیر نمبر
احسانِ نیرنگ نے کیا ہے — کرکے تیار امیر نمبر
لکھی حامد نے اس کی تاریخ — جام سرشار امیر نمبر

۱۳۴۸ھ

(۳)

قدر دان گل ادب کے لیے — گل بداماں امیر نمبر ہے
اس کا سال اشاعت اے حامد — "صبح خنداں امیر نمبر" ہے

۱۳۴۸ھ

(۴)

یہ شاہکار دفتر نیرنگ رام پور — طرہ ہے زیب افسر نیرنگ رام پور
حامد تجھے جو سال اشاعت کی فکر ہے — لکھ ۔ خوب امیر نمبر نیرنگ رام پور

۱۹۳۰ء

تواریخِ وفاتِ حضرت امیر مینائی لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ

ان میں سے ایک تاریخ تو جیبی کی لکھی ہوئی ہے اور اس دفتر تواریخ میں سب سے پہلے نمبر پر درج ہے لیکن اس کے مصرعے اور دوسری تاریخیں نیر تنگ کے امیر نمبر کے لیے لکھی گئی تھیں اور اس میں درج ہوئی ہیں۔

(۱)

آہ رحلت کرد امیر لکھنوی — رونقِ ملکِ سخن باقی نماند
مصرعے بر خواندم و تاریخ شد — آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

۱۳۱۸ھ

(۲)

چو شد زدار فنا رہگرائے ملک بقا — دبیر دفتر معنی امیر مینائی
ندا رسید پے سال رحلتش زسروش — کہ: مہر کشور معنی امیر مینائی

۱۳۱۸ء

(۳)

ہزار حیف کہ ملک سخن ہوا تاراج — گئے جہان سے یعنی امیر مینائی
وہ جاتے ایک برس بعد تو یہ تھی تاریخ — امیر کشور معنی امیر مینائی

۱۳۱۹ھ

دفتر تواریخ

سرورقِ تاریخی

وماارسلنٰك الا رحمة للعلمین

۱۳۴۸ھ

بیاض نعتیہ

۱۳۴۸ھ

نذرِ شاہِ انام

۱۳۴۸ھ

علیه اطهر التحیات والسلام

۱۳۴۸ھ

تصنیف بندۂ عاصی حامد حسن قادری

۱۳۴۸ھ

لکچرار فارسی اردو سینٹ جانس کالج آگرہ

۱۹۳۰ء

تاریخ تعمیر ظفر منزل کہ مولوی حافظ محمد احمد صاحب بچھرایونی بنا کردند

ماموں میاں مرحوم کی فرمائش سے لکھی گئی تھی۔ قطعہ ضائع ہوگیا

کہی حامد نے یہ تاریخ تعمیر
ظفر منزل بنائی چشم بددور

۱۹۲۹ء

محمدؐ احمد والا گہر نے مکاں مختصر اچھا بنایا
عجب جدت، دکھائی چشم بدور یہ خوبی یہ صفائی چشم بدور

تاریخ خریداری کوٹھی مولوی غلام محی الدین صاحب تاجر کانپور

حسب فرمائش مولوی مسعود احمد صاحب بی اے بچھرایونی

چشم بددور یہ گلزار جہاں ہے کوٹھی

۱۳۴۸ھ

تاریخ خریداری مکان مولوی حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ بچھرایونی مرحوم

میں اس تاریخ کو بالکل بھول گیا تھا۔ اس وقت اور مکانوں کی تاریخیں نقل کرتے وقت خیال آگیا۔ اس کا قطعہ بھی اب یاد نہیں

مکاں ہے یہ کہ گھونگھٹ ہے عروس شمع تاباں کا

۱۹۰۸ء

تاریخ تعمیر حیات منزل حکیم محمد حیات خانصاحب دہلوی

جو حکیم صاحب کے مکان واقع کوچہ حکیماں آگرہ میں سنگ مرمر پر زینہ کے اوپر کندہ ہے

دار الشفاء حکیم محمد حیات خاں دہلوی

۱۹۱۲ء

تواریخ انتقال ناگاہِ شاہد علی خواہر زادۂ راقم

۷ر محرم ۱۶/ جون ۱۹۲۹ء کو دہلی میں ہیضہ سے انتقال کیا۔ بچھرایوں میں دفن ہوا

(۱)

واحسرتا کہ آنکھوں میں اندھیر چھا گیا ؎ کیا چاند ہوگیا ہے گہن وا مصیبتا

؎ یہ قطعہ بعد کو مل گیا اس لیے اس طرح درج کیا گیا

دفتر تواریخ

تاریخ مرگ سے بھی نکلتی ہے آہ آہ ۱۲ — شاہد کے جسم پر یہ کفن وا مصیبتا

۱۳۶۰

-۱۲

۱۳۴۸

(۳)

لکھ یہ تاریخ حامدِ رنجور — گور میں آہ شاہدِ مستور

۱۳۴۸

تاریخ آغاز روزنامچہ ۱۹۳۰ء ۴۹-۱۳۴۸ھ

(۱)

سرگزشت قادری تبہ کار

۱۹۳۰

(۲)

حال لکھنا ہے کیا بجز اس کے — خواب و خور سیر و گشت روزانہ
یہی عنوان ہے یہی تاریخ — نیک و بد سرگزشت روزانہ

۱۳۴۸ھ

تاریخ وفاتِ ہمشیرۂ راقم

بتاریخ یکم شوال بمرض تپ کہنہ بمقام بچھراؤں

رضی ربی عنها

۱۳۴۸

تاریخ وفات جناب مولوی نصیر عالم صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

روز پنجشنبہ ۱۴ر محرم ۱۲ر جون ۱۹۳۰ کو مراد آباد میں انتقال فرمایا بچھراؤں میں دفن ہوئے۔

پہلی دونوں تاریخیں سنگ مرمر پر کندہ کرا کے مزار پر لگائی گئیں

(۱)

مولوی نصیر عالم قبله نور الله قبره

۱۳۴۹ھ

(۲)

تن داد در رضایش تابود در تنش جاں
جاں داد و شد بجاناں واصل نصیر عالم

حامد زبہر تاریخ آمد ندائے غیبی
شد در جوارِ رحمت داخل نصیر عالم

۴۹۱ + ۸۵۸

۱۳۴۹ھ

(۳)

شد از گل ہائے رحمت حق
گلشن قبر نصیر عالم

حامد سال وصال گفتم
روشن قبر نصیر عالم

۱۳۴۹ھ

تاریخ وفات سجاد حسین ابن سید اشفاق حسین صاحب بچھرایونی

بتاریخ ۵ ربیع الاول یکم اگست ۱۹۳۰ء بروز جمعہ در مرض ہیضہ بمقام بچھراؤں بعمر ۱۸ سال

آہ سجاد کی مرگِ ناگاہ
آدمی بس یہیں مجبور ہوا

کس قدر روح کو صدمہ پہنچا
کس قدر دل مرا رنجور ہوا

تھا وہ مومن تو یہ بیجا کیا ہے
میں جو کہہ دوں کہ وہ مغفور ہوا

۱۳۴۹ھ

تاریخ وفات عم مکرم مولوی محمد محسن صاحب فاروقی قبلہ رحمتہ اللہ علیہ

تاریخ ۵ جمادی الاول ۲۹ ستمبر ۱۹۳۰ء بروز دوشنبہ بوقت عصر بمقام آگرہ بمرض ذیابطیس

بعمر ۵۵ سال بعد علالت وشدائد چند سال

۳	۲	۱
قدر رضی عنه الله الاحد	زائر بباغ بهشت	ارض عنه یاربی
۱۳۴۹ھ	۱۹۳۰ء	۱۳۴۹ھ

(۴)

اے عم ما و محسن ما و شفیق ما
مثلِ پدر تو مرکزِ تعظیم آمدی

درعلمِ دین وحکمت وفقہ وکلام وشعر
سردارِ فاضلان اقا لیم آمدی

تازیستی بجادۂ حق گام زن شدی
مصداقِ صدقِ احسن تقویم آمدی

ایں بود امر رب کے بمانی در آگرہ — گویا کہ جاں بکف پے تسلیم آمدی
رضوان ترا بگفت وشد القاے بردلم — تاریخ شد۔ بکوثر و تسنیم آمدی

۱۳۴۹ھ

تاریخ واقعہ کہ مخفی ماند نش اولیٰ تراست

بتاریخ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۳۰ء

بچالی اُس نے رنجش ہوتے ہوتے — اسے اللہ کا انعام کہیے
اگر تاریخ کی ہے فکر حامد — غلط فہمی نیک انجام کہیے

۱۳۴۹ھ

تواریخ طبع مجموعہ نظم ونثر جناب سید محمد علی شاہ صاحب میکش اکبر آبادی

(۱)

ہے گلشن نو بہار شعر میکش — اردو کا ہے افتخار شعر میکش
تاریخ نہ کیوں ہو معتبر حامد کی — سرمایۂ اعتبار شعر میکش

۱۹۳۰ء

(۲)

اہل ادب کی نظروں میں — سلک گہر شعر میکش
حامد نے تاریخ کہی — تنگ شکر شعر میکش

۱۹۳۰ء

(۳)

بشارت ہو جدت طرازان فن کو — چھپا ہے کلام نو آئین میکش
ہوا کام جاں اس سے شیریں تو حامد — یہ تاریخ لکھی۔ نظم شیریں میکش

۱۹۳۰ء

(۴)

مجموعۂ کلام جو میکش کا چھپ گیا — لبریز ہو گیا ہے عرفاں سے جام نظم
حامد نے دیکھ دیکھ کے جادو بیانیاں — تاریخ طبع لکھی ہے۔ سحر کلام نظم

۱۳۴۹ھ

(۵)

پوچھیے اس کے اہل دل سے مزے — واہ کیا اس کی شان ہے کیا قدر!
نظم میکش کا سال طبع ایدل — لکھ دے۔ نظم ادیب والا قدر
۱۳۴۹ھ

(۶-۷)

مضامینِ میکش بہارِ ادب ہیں — غزل عارضِ شاعری کا ہے غازہ
لکھو ایک مصرع میں دو سال حامد — فروغِ بیاں اور مضمون تازہ
۱۳۴۹ ۱۳۴۹

تاریخ وفات منشی اشفاق حسین صاحب علی گڑھی انسپکٹر پولیس پنشنر

(۱)

آہ اشفاق حسین انسپکٹر
۱۳۴۹ھ

(۲)

در جوارِ کرم و رحمت حق جایش باد — الم افزاست عجب رحلتِ اشفاق حسین
حامد ایں سال وفاتش بسر لوح مزار — ثبت کن۔ منزلِ بار احتِ اشفاق حسین
۱۳۴۹ھ

تاریخ وفات منشی مظہر حسن صاحب علی گڑھی

عجب مومن صادق و نیک بود — برفت ازجہاں آہ مظہر حسن
خدایا بکن راست ایں قولِ من — جناں یافت واللہ مظہر حسن
۱۹۳۰ء

تاریخ وفات جناب عزیز الحسن صاحب ہیڈ ماسٹر سٹی اسلامیہ اسکول علی گڑھ

عزیزی افضال احمد سلمہ کی فرمائش سے ان کی طرف سے لکھی گئی۔ انھوں نے ماسٹر صاحب مرحوم کے قبر پر لوہے کی روغنی بورڈ پر لکھوا کر لگادی ہے

شفیق کرم گرم استادِ ما — زصہبا ے تلخ اجل جام یافت
سر لوح افضالِ احمد نوشت — عزیز الحسن جنت انعام یافت
۱۳۴۹ھ

دفتر تواریخ

تاریخ عطیۂ خلافت

بسلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ جماعتیہ

کہ حضرت قبلہ عالم مولنا حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب

محدث علی پوری مد ظلہم دامت برکاتہم مولوی عابد حسن صاحب فریدی

ایم اے ایل ٹی۔ ایم آر اے ایس (لندن) را با خرقہ و دستار خلافت ارزانی فرمودند

یہ پیر کے انوار مبارک عابد — یہ طالع بیدار مبارک عابد
یہ فیض کے آثار مبارک عابد — یہ لطف کا اظہار مبارک عابد
یہ مطلع انوار مبارک عابد — یہ مخزن اسرار مبارک عابد
یہ تحفہ احرار مبارک عابد — یہ ہدیۂ ابرار مبارک عابد
یہ نافۂ تاتار مبارک عابد — یہ طبلۂ عطار مبارک عابد
یہ گوہر شہوار مبارک عابد — یہ گنج گرانبار مبارک عابد

یہ سال فرح بار مبارک عابد
یہ خرقہ و دستار مبارک عابد

۱۹۳۱ء

تاریخ آغاز روزنامچہ ۱۹۳۱ء

اپنی تدبیر کی جو گردش ہے — وہ تسبیح رشتۂ تقدیر
زندگی میں جو کچھ ہے سعی درد — ہے ازل سے وہ کشتۂ تقدیر
ہے اُسی کا ظہور انساں سے — لکھ چکا جو فرشتۂ تقدیر
جبر کے ساتھ دی ہے قدرت بھی — ہے طبیعت سرشتۂ تقدیر
اس لیے ہے مواخذہ سب سے — ہیں سلاطین بھی بستۂ تقدیر

نام و تاریخ ڈائری کے لیے
لکھ۔ نقوش نوشتۂ تقدیر

۱۹۳۱ھ

مفلس و محتاج

تواریخ وفات رئیس الاحرار مولانا محمد علی رامپوری بی اے (آکسن)

سالہاسال سے مرض ذیابیطس میں مبتلا تھے۔اسی حالت میں گول منیر کانفرنس کی شرکت کے لیے لندن گئے وہیں قوم وملک کی خدمت کرتے کرتے ۴؍جنوری ۱۹۳۱ء ۱۴؍شعبان ۱۳۴۹ھ روز یکشنبہ کو انتقال فرمایا مفتی اعظم بیت المقدس کی آرزو و تمنا کے مطابق خاک قدس میں سپرد خاک کیے گئے اقبال نے خوب کہا ہے۔

خاک قدس اورابا آغوش تمنا در گرفت　　سوے گردوں رفت زاں راہے کہ پیغمبر گذشت

انجمن ترقی اردو سینٹ جانس کالج آگرہ کے جلسہ تعزیت میں یہ تاریخیں ۷؍جنوری کو سنائی گئیں۔

علیهم صلوٰت من ربهم ورحمه واولئك هم المهتدون

۱۹۳۱ء

(۱)

خیر خواہ قوم بود وحریت خواہ وطن　　شد فنا در آتش ہل من مزید حب قوم
جاں برائے قوم داد۔ایدل بگو سال وفات　　شد علمبردار آزادی شہید حب قوم

۱۳۴۹ھ

(۲)

آنکس کہ بود وا لیِ دلہاے ماگذشت　　آنکس کہ بود ملک ووطن را ولی برفت
حق عفو ہر گناہ خفی وجلی کند　　اوپیش راز دان خفی وجلی برفت
جانش بقوم کرد فدا۔سال رحلتش
گفتم۔شہید قوم محمد علی برفت

۱۳۴۹ھ

(۳)

غم ساری قوم کا ہے محمد علی کا غم　　یہ موت ایک شخص کی ہے یا ہزار کی
اپنی حیات وصحت وراحت کا غم نہ تھا　　اس کو تو فکر تھی وطن دلفگار کی
جانے کا گول میز کی مجلس میں دم نہ تھا　　مانا نہ اس نے سعی سبھی نے ہزار کی
کہتا تھا یا تو ہند کو آزاد کیجیے　　یا فکر کیجیے یہیں میرے مزار کی

جو کچھ کہا تھا کر کے وہ آخر دکھادیا　　لاریب شان ہے یہی مردانِ کار کی
خدمت وطن کی ترک نہ کی اور جان دی　　آخر نباہ دی جو روش اختیار کی
ظلِ لوائے حمد میں اس کو جگہ ملے　　رحمت ہو اس کی روح پہ پروردگار کی

تاریخ یہ سرالم و اشک و آہ سے
لکھ دو کہ ۔ جان ملک پر آخر نثار کی

۱۹۲۸ء
+۳
۱۹۳۱ء

(۴)

بگفتم چو او از جہاں رو بتافت
کہ ۔ حاجی محمد علی خلد یافت

۱۳۴۹ھ

(۵)

تاریخ سے ہے ان کی فضیلت ظاہر
اب جان نثار ملک پر کی آخر

۱۹۳۱ء

تاریخ عدم شرکت مولوی مظفر علی صاحب طالب ایم اے ناظم بزم ادب آگرہ

در جلسہ دعوت رمضان کہ بتاریخ ۹ ر رمضان بخانہ خاکسار قادری منعقد شد

ہیں جمع اور تو سب ممبرانِ بزمِ ادب　　نہیں ہیں حضرت طالب ہی اب یہ ہے افسوس
نہیں شریک وہ کھانے میں اس کی حسرت ہے　　ہوئی جو کھانے میں تاخیر کب یہ ہے افسوس
برابر ان کا خیال آرہا ہے رہ رہ کر　　تہی طرب سے ہے بزم طرب یہ ہے افسوس
کمی ہے ایک کی ۔ اور وہ سکریٹری کی کمی　　بڑی کمی ہے تو کیا بے سبب یہ ہے افسوس

کمی سے ایک کی تاریخ ہو گئی پوری
نہ آئے ناظم بزم ادب یہ ہے افسوس

۱۳۵۰ھ
۱ـ
۱۳۴۹ھ

تاریخ تفریح

۲؍فروری ۱۹۳۱ء ۱۳؍رمضان کو مولوی سعادت اللہ صاحب کے گھر کی اور ہمارے گھر کی لڑکیاں اوپر خوب کھیلیں کودیں میں نے اسی وقت یہ تاریخ لکھی

گھر کے دھندوں سے فرصت سر اُٹھانے کی کہاں　　ہو گئی ہے اب تو سب زندہ دلی گویا کہ سلب
چھت کے اوپر چاندنی میں خوب کھیلیں لڑکیاں　　میں نے یہ تاریخ لکھی۔ ورزش و تفریح قلب

۱۳۴۹ھ

تاریخ عقیقہ جناب سید عابد حسن صاحب کانپوری کہ بعہد پیری ادا کردند

کانپور سے عظیم الحق نے اطلاع دی کہ رمضان میں بھائی عابد حسن صاحب کا عقیقہ ہوا جو صحیح وقت پر کسی حادثہ کے سبب سے نہ ہو سکا تھا۔ سر مونڈا گیا۔ دو بکرے ذبح ہوے۔ جشن ہوا۔ لڈو بٹے۔ میں نے فوراً ۲؍شوال ۲۱؍فروری ۱۹۳۱ء کو یہ تاریخ لکھ کر عابد حسن صاحب کو بھیج دی۔ انھوں نے جواب میں اس ہجو صریح کا شکریہ بلیغ ادا کر کے لکھا کہ وہ شب قدر مراقب تھے کہ خواب و بیداری کی درمیانی حالت میں ان کے کان میں ایک آواز آئی کہ "عقیقہ کر ڈالو" چنانچہ صبح کو اس حکم کی تعمیل کر دی گئی۔

(۱)

مسنون ہے عقیقہ کوئی فرض تو نہیں　　پیری میں کیا ضرور اسے لایئے بجا
رنگیں دلی سے دور نہیں ہے مگر یہ جشن　　ہاں شادیانے گایئے ڈھولک بجا بجا
عابد میں زہد خشک کا ہونا نہیں ضرور　　زندہ وہی ہے عیش کو جس نے نہیں تجا
تو طفل بن۔ جواں تو بنا ہی کیے ہیں پیر　　توریشخندِ خلق پر اے زندہ دل نجا
تاریخ یہ کہے جو کوئی تو بُرا نہ مان
ریش دراز پر یہ عقیقہ نیا سجا

۱۳۴۹ھ

تاریخ دیگر

عقیقہ نکردی چرا پیش ازیں　　چہل سال عمر عزیزت گذشت　　تکویم چرا گرچہ بے جاست ایں　　مزاج تو از حال طفلی نگشت

۱۳۴۹ھ

تخرجہ اعداد جا(۴)

تاریخ وفات مولوی مزمل خان صاحب افغانی خلیفہ سلسلہ نیازیہؒ

۷ا۔۱۸ سال کی عمر میں بریلی آئے۔ حضرت تاج الاولیا مولانا شاہ نظام الدین حسین صاحب قدس سرہ سے بیعت کی اور ہجرت وطن کر کے خانقاہ شریف کی خدمت اختیار کر لی۔ حضرت سراج السالکین مولانا شاہ محی الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا فرمائی۔ ۴۰ سال سے زیادہ خانقاہ میں مقیم رہے یکم مارچ ۱۹۳۱ء ۱۰ر شوال کو انتقال فرمایا۔

(۱)

مزمل خاں انار اللہ برھانہ

۱۳۴۹ھ

(۲)

آہ کہ مزملِ روشن ضمیر — پردہ پسندید ز چشم جہاں
حامد غمدیدہ بگو سال فوت — نذر بجاناں بہ ادب کرد جاں

۱۳۴۹ھ

تاریخ تعمیر مسجد شبلی منزل اعظم گڑھ

۲۸۷

سال تعمیر این بنائے نکو — یا فتم من ز سعدی حق گو
روزِ محشر کہ جاں گداز بود — اولیں پرسشِ نماز بود

۱۹۳۱ء

تاریخ برائے سید اظہر حسین صاحب مارہروی از مقدمہ بلوہ و قتل

(۱)

جو بے قصور تھے اظہر نہ کیوں بری ہوتے — خدا رحیم۔ خداوند عدل پرور ہے
جو کٹ گیا سر الزام تو ہوئی تاریخ — قوی ہو لاکھ بھی دشمن خدا قوی تر ہے

۱۹۲۹ء

(۲)

الزام کا تھا رنج بریت کی خوشی ہے — یہ مژدہ بھی اللہ کی رحمت کا ہے مظہر

تاریخ کی ہے فکر جو اے کلکِ مورخ　　لکھ شکر ہے اچھا ہے بری ہوگئے اظہر

۱۹۲۹ء

تاریخ اجرائے مجلّہ زنانہ بنام "خاتون" زیرِ ادارت مرزا مظفر حسن سیفی دہلوی

(۱)

احیائے مجلّہ علمیہ وادبیہ خاتون

۱۳۴۸ھ

(۲)

یہ لڑکیوں کا اتالیق بی بیوں کا رفیق　　زنانِ ہند کو بے شبہ وجہ نازش ہے
یہ حسن ظن ہے کہ لکھتا ہوں پیشگی تاریخ　　کہ: یہ مجلّہ خاتون شمع دانش ہے

۱۹۳۰ء

تاریخ وفات مفاجات حضرت مولنا مفتی نثار احمد صاحب کانپوری

مفتی وواعظ جامع مسجد آگرہ بمقام جدہ بہنگام مراجعت سفر حرمین شریفین درماہ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ

(۱)

تلکﷲ عقبی الذین اتقوا (سورۂ رعد) رکوع ۵

۱۹۳۱ء

(۲)

سفرِ حج میں جان کی قرباں　　واہ مفتی نثار احمد واہ
ہے لبِ جبرئیل سے تاریخ　　آہ مفتی نثار احمد آہ

۱۳۴۹ھ

(۳)

جہاں میں کہیں ہو۔ مگر آگرے میں　　نہ مفتی اب ایسا، نہ حافظ اب ایسا
یہ حامد نے لکھی ہے تاریخ رحلت　　کہ عالم ملے گا نہ واعظ اب ایسا

۱۳۴۹ھ

ﷲ یعنی یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو پرہیزگاری کرتے رہے۔ اور اس انجام کو اسی آیت میں اس لیے اوپر ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔مثل الجنۃ التی وعد المتقون تجری من تحتہا الانہٰر اکلہا دائم وظلہا۔ تلک عقبی الذین اتقوا۔

تاریخ مراجعت حضرت مولانا حافظ سید شاہ نور حسین صاحب قبلہ

علی پوری از سفر حج بیت اللہ و زیارت روضۃ الرسول زاد اللہ شرفہما

بتاریخ ۱۰ر جون ۱۹۳۱ء روز چار شنبہ

آے حج کر کے شاہ نور حسین — دیکھ آے مناظر روضہ
باطنِ روضہ چشم باطن سے — چشم ظاہر سے ظاہر روضہ
بھر کے لاے ہیں اپنے سینے میں — برکات مقابر روضہ
میں لگاؤں گا ان کو آنکھوں سے — جو قدم تھے مسافر روضہ
میں بھی ان کا کروں گا نظارہ — ان کی آنکھیں تھیں ناظر روضہ
کاش میں بھی وہیں پہنچ جاؤں — بن کے جاؤں مہاجر روضہ
میں ہوں اوروں کی نعت خوانی ہو — سب کہیں مجھ کو شاعر روضہ
ہو مرا جسم خاک کوے نبیؐ — ہو مری روح طائر روضہ

یہ دل شادؔ سے ہوئی تاریخ
حاجی کعبہ زائر روضہ

۱۳۴۹ھ

تواریخ کتاب فن شکار مصنفہ صاحبزادہ محمد عبدالرحمن خان صاحب ٹونکی

حسب فرمائش ماسٹر عبدالباری صاحب بی اے و رفاقت حسین صاحب۔ اناؤ بتاریخ ۱۹ جون ۱۹۳۱ء

(۱)

خان ذی جاہ عبدِ رحمٰن خاں — ٹونک کیا ہند کو ہے ان پہ ناز
وہ فروتن بھی سر بلند بھی ہیں — ان کے دو شغل ہیں شکار و نماز
یا اُٹھا دیکھ کر شکار کو سر — یا جھکی پیش حق جبین نیاز
ہر نشانہ ہے بے خطا ان کا — آفت جان صید بے انداز
ہے یہ ان کی کتابِ فن شکار — فن تصنیف کا ہے جو اعجاز
یہ تصانیف صید میں اعلیٰ — اور وہ ارباب صید میں ممتاز
اس میں لکھے ہیں سب رموز و نکات — تب شکاری کی ہمدم و دمساز
اس سے لکھے نشانہ بندوق — اور پاے شکار میں اعزاز

مور سرخاب اور مرغابی | یا کبوتر ۔ کلنگ ۔ تیتر قاز
تیند وا ۔ شیر ۔ نیل گاے ۔ ہرن | گرگ و خرس و شغال روبہ باز
بچ کے جائیں کہاں کہ ٹوٹ گئے | پائے رفتار اور پر پرواز
ہے غرض یہ بہت مفید کتاب | خوشتر انجام و خوب تر آغاز

لکھی تاریخ طبع حامد نے
آشکارا ہیں اب شکار کے راز
۱۳۵۰ھ

(۲)

کیا جامع فن صید ہے یہ تصنیف | مشکل تھا کہ کوزے میں سمندر آے
تاریخ اشاعت یہ لکھی حامد نے | اسرارِ شکار اس کے اندر آے
۱۳۵۰ھ

(۳)

لو یہ تصنیف شائقو! آؤ | آؤ سیکھو کمالِ فن شکار
لکھی حامد نے بے بدل تاریخ | مخزنِ بے مثالِ فنِ شکار
۱۹۳۱ھ

(۴)

صاحبزادہ محمد عبد الرحمٰن | رکھتے ہیں عجب مہارتِ فنِ شکار
ہے فن شکار میں یہ اُن کی تصنیف | تاریخ ہوئی ۔ صراحتِ فنِ شکار
۱۳۵۰ھ

(۵)

عبد رحمٰن خانِ والا شانِ ٹونک | در شکار او راست شانے بے بدل
کرد تصنیفے چو او در فن صید | سال گفتم ۔ ارمغانے بے بدل
۱۳۵۰

(۶)

اِس کتاب عجیب کو پڑھ کر | کرلو پیدا صحیح ذوق شکار

چھپ رہی ہے کتاب اے حامد — سال لکھ دو ۔ کتاب شوق شکار

۱۳۵۰ھ

تاریخ اجرائے رسالہ رفیق نسواں از عزیزی پریس آگرہ

کبھی "رفیق" کو استاد علم ودانش کہہ — کبھی "رفیق" کو خضر طریق نسواں لکھ
جو چاہتا ہے کہ تاریخ بھی لکھے حامد — تو رہنمائے خواتین رفیق نسواں لکھ

۱۹۳۰ء

تاریخ شادی عبدالحکیم پسر ملاجی ساکن مسجد بساون گلی

نیا بیاہا ساون کا اندھا ہے لاریب — نظر کیوں نہ آئے ہرا ہی ہرا آج ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ
کہی میں نے حامد یہ شادی کی تاریخ — "بندھا عقد کیسا پھنسا مسخرا آج" ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۱ء

۱۳۵۰ھ

تاریخ انعام یافتن مولوی محمد عظیم الحق جنیدی بی اے، بی ٹی

ہندوستان اکیڈمی الہ آباد نے انعامی مقابلہ مضمون نگاری کا اعلان کیا تھا، ہر بہترین مضمون پر سو روپیہ نقد کا انعام مقرر تھا۔ برادر عزیز عظیم الحق عرف منا اسی زمانے میں کرائسٹ چرچ کالج کانپور میں پڑھتے تھے انھوں نے "اقبال کا فلسفہ موت" موضوع تجویز کر کے مضمون لکھا وہ قابل انعام قرار پایا اور سو روپیہ حاصل ہو گئے۔

(۱)

انعام بھی عظیم نے پایا ہے، نام بھی — مضمون چھ گیا نظر انتخاب میں
خرما وہم ثواب کی صادق ہوئی مثل — یہ بات بھی ہے لکھنے کے قابل کتاب میں
تاریخ بھی یہی ہوتی ہے صادق مثل کے ساتھ — شامل جو کر کے دیکھیے خرما ثواب میں

۸۴۱ + ۵۰۹

۱۳۵۰ھ

(۲)

اردو اکیڈمی کی یہ رائے صحیح ہے — برہان باہر ادب کامل عظیم
جب فاضلان عصر فضیلت کی دیں سند — تاریخ کیوں نہ صحیح ہو فاضل عظیم

۱۹۳۱ء

تاریخِ ترکِ حقہ

۱۵؍ فروری ۱۹۳۲ء/۶؍ شوال ۱۳۵۰ھ کو جس دن میں عابد اور بوا اور رشیدہ و عارف کے ساتھ سفر مقدس حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوا اس روز صبح سے حقہ پینا چھوڑ دیا۔ جولائی ۱۹۰۹ء میں شروع کیا تھا۔ چھوڑتے وقت بہت فکر و تردد تھا۔ اسی دن صبح کو یہ تاریخ کہی۔

ترکِ حقہ کا سوچ کیا فی الحال = ۱۰۱۴
کچھ بڑی ایسی کائنات نہیں = ۹۱۸
۱۹۳۲ء

تاریخ حصولِ شرفِ حجِ اکبر

سفر حج سے واپسی میں جہاز علوی میں ۲۸؍ اپریل ۳۲ء ۲۲؍ ذی الحجہ ۵۰ھ کو یہ تاریخ لکھی اس جملہ دعائیہ کے صحیح و فصیح الفاظ سے حضرت صاحبزادہ نور حسین شاہ صاحب علی پوری مد ظلہم کی تاریخ حج خوب نکلی ہے بجنسہٖ دعا کے الفاظ ہیں۔ (جعله الله حجا مبروراً وسعياً مشكوراً) ۱۳۴۹

الله جاعله حجا مبروراً وسعيا مشكورا
۱۳۵۰ھ

"تاریخ مراجعت اہل و عیال قادری و فریدی از مراد آباد بہ آگرہ"

آگے عارف مئی کے بعد آج | میں نے یہ تاریخ آنے کی کہی
جون میں واجد گئے تھے آگئے | خیریت سے آج بچے آگئے۔

۲۶؍ صفر ۱۳۵۰ھ۔ ۱۳؍ جولائی ۱۹۳۱ء

تاریخ مراجعت مولوی عابد حسن فریدی از سفر حج

ہم ۶؍ مئی ۳۲ء کو جہاز سے کراچی اترے، وہاں سے لاہور تک سب ساتھ آئے، لاہور سے عابد حسن مع اپنی اہلیہ اور بچہ کے علی پور شریف چلے گئے۔ میں اور والدہ آگرہ آگئے پھر جب عابد واپس آگرہ پہنچے تو میں نے یہ تاریخ کہی:۔

حج سے آئے ہیں فریدی خیر سے
۱۳۵۱ھ

۱۔ اس پورے شعر سے تاریخ نکلتی ہے۔ یہ خیال ناسخ لکھنوی کے اس مقطع سے ماخوذ ہے۔ دوسرا مصرع بالکل ناسخ ہی کا ہے:۔

ترک دنیا میں سوچ کیا ناسخ | کچھ بڑی ایسی کائنات نہیں

تاریخ طباعت "خمخانہ فرید" یعنی مجموعہ کلام نعتیہ مصنفہ غلام فرید خان صاحب

(مطبوعہ در کتاب مذکور)

(۱)

ہے کلام فرید کا ہر شعر گوہر شب چراغ مدح رسول
یہ گل نعت دیکھ کر حامد کہدو تاریخ باغ مدح رسول

۱۳۵۱ھ

(۲)

بہار آئی فرید دہر نے کھولا ہے خم خانہ کھلے ہیں شیشہ مل آج باغ نعت احمد میں
شگفتہ مصرع تاریخ لکھ دو تم بھی اے حامد کھلے ہیں لالہ و گل آج باغ نعت احمد میں

۱۹۳۲ء

تاریخ نکاح مولوی محمد طاہر فاروقی عرف نوشہ میاں

اکتوبر ۳۲ء میں نوشہ میاں کا نکاح مولانا سعادت اللہ صاحب اسرائیل سنبھلی کی چھوٹی لڑکی سے ہوا۔ میں نے جلسہ نکاح میں فارسی کا بہت طویل قصیدہ پڑھا۔ اس میں تاریخ نکاح بھی شامل تھی۔ اس کے دو شعر نقل کیے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ اردو کے سہرے میں بھی چند تاریخیں نظم کی تھیں۔ وہ سہرا میرے پاس نہیں رہا۔ اس لیے بعض مادے جو حاصل ہوگئے ہیں لکھتا ہوں۔

وصل گردید آخر آں فصلے کہ بود درمیان آفتاب و ماہتاب
زد رقم کلک مورخ سال عقد ایں قران آفتاب و ماہتاب

۱۳۵۱ھ

(اس قصیدے کا تاریخی عنوان)

قصیدہ گوہر نگار تاریخی

۱۹۳۲ء

(اس قصیدے کی تاریخ)

آب و تاب آفتاب و ماہتاب

۱۳۵۱ھ

(سہرے کی تاریخیں)

دفتر تواریخ

(۱)

ہے جلوۂ صبح طرب کا ترجماں سہرا

۱۳۵۱ھ

(۲)

یہ ہے اشعار کا نوشہ میاں سہرا

۱۳۵۱ھ

(۳)

گل اندام دولھا ہے بہارِ بے خزاں سہرا

۱۳۵۱ھ

(۴)

لیجئے نظم کے پھولوں کا اے نوشہ میاں سہرا

=۱۹۳۲ء

تاریخ ولادت فرزند اول محمد حبیب ایم اے ابن مولانا سعادت اللہ صاحب اسرائیلی

(۱)

خدا نے گوہر مقصد سے بھر دیا دامن
کرم کا اس کے برستا ہوا سحاب آیا
خدا نے چاند سا بیٹا حبیب کو بخشا
یہ تیرے ماہ کا اے آسماں جواب آیا
اگر ہے سال ولادت کی فکر اے حامد
لکھو، یہ بُرج سعادت میں آفتاب آیا

۱۳۵۱ھ

(۲)

دلھن کی گود ہمیشہ بھری رہے یارب
یہ چاند سا ہو مبارک حبیب کو بیٹا
دعا کے ساتھ ہی تاریخ بھی لکھا اے حامد
کہ اے خدا ہو مبارک حبیب کو بیٹا

۱۳۵۱ھ

(۳)

ایزد وہاب فرزندے عطا فرمود دوش
از گل مقصود پر گردید داماں حبیب
مصرع سال مسیحی نیز از غیب آمدہ
نور آگیں ایں گل شاخ گلستاں حبیب

۱۹۳۲ء

جستجوے سال ہجری حامد مسرور کرد
گفت دل، ایں نور چشم وراحت جاں حبیب

۱۳۵۱ھ

بار دیگر فکری کردم کہ زد ہاتف ندا
ہاں بگو، ایں فضل ایزد ایں ڈرکان حبیب

۱۳۵۱ھ

(۴)

عنایت کرو فرزندے خدایت		مبارک حبیب نیک خوباد
بتاریخ و دعائیم ہمزباں شو		بگو، خورشید اوج آرزو باد

۱۳۵۱ھ

(۵)

ہو مبارک تم کو فرزند اے حبیب		ہے یہ باغ فضل مولیٰ کا ثمر
میں نے بھی سال ولادت سوچ کر		لکھ دیا، نخل تمنا کا ثمر

۱۹۳۲ء

تاریخ واقعہ پیش آمد

(۱)

اب تک سنی نہ تھی یہ سزا جرم عشق کی		سنتے تھے، اس کی ناک کٹی اس کا سر کٹا
گزرا دیال باغ میں اک واقعہ عجیب		تاریخ بھی عجیب ہے "اچھا۰۰ے+۲۰+۲۰۰ کٹا"

۱۳۵۱ھ

(۲)

زندگی تلخ ہے ..... کو ..... کے		کیوں نہ ہو، جبکہ کوئی کاٹ لے "ـزا" جڑ سے
کہنے والے نے یہ تاریخ بھی کیا خوب کہی		بابے لوکاٹ دیا نخل تمنا جڑ سے

۱۹۳۲ء

تاریخ نکاحِ ششم مولوی ولی محمد خاں صاحب پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ

(۱)

اس قطعہ میں خواجہ حافظ شیرازی کی غزل پر مصرع لگائے ہیں اور انھیں سے مصرع سے مادہ تاریخ نکالا ہے۔

پہلے وہ اُن کے تصور سے کہا کرتے تھے		"ناز از سر بنہ و سایہ بریں خاک انداز"
اور تصور یہ جواب ان کو دیا کرتا تھا		"پاک شو اول و پس دیدہ بریں پاک انداز"
آج وہ پیر جواں بن کے دلھن لے آئے		"حالیا غلغلہ در گنبد افلاک انداز"
ہے یہ بھی زندہ دلی خوب پیو کاسۂ عیش		"پیش از آنکہ شود کاسۂ سر خاک انداز"

تو کبھی طعنہ بدباطن و بدبیں سے نہ ڈر — "دودِ آتش در آئینہ ادراک انداز"
فیض سے حافظ شیراز کے نکلی تاریخ — گرچہ حاصل مجھے حافظ کا ہے کیا خاک انداز

۴۶۴

ایں صدائیست کہ از حُسن عروسی آید
"خیز و در کاسہ زر آب طربناک انداز"

۱۴۶۸
+ ۴۶۴
۱۹۳۲ء

(۲)

اس قطعہ کا مصرع ثانی اور مادہ تاریخ میر انیس لکھنوی کے مطلع سلام سے لیے گئے ہیں

اُبال آجائے گر باسی کڑھی میں کیا تعجب ہے — بھڑکتا ہے چراغ صبح جب خاموش ہوتا ہے
کہو تاریخ حامد از روئے شادی و آبادی — جوانی سے زیادہ وقت پیری جوش ہوتا ہے

۱۹۳۲ء

تاریخ ولادت فرزندار جمند حضرت حافظ سید خادم حسین شاہ صاحب قبلہ

صاحبزادہ ثانی اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مرشدی و مولائی شاہ صاحب محدث علی پوری مدظلہم

عجیب نعمت حق ولادت فرزند — خدا کا فضل ہے یہ، رحمت الہ ہے یہ
مبارک آپ کو نور نگاہ وراحت جاں — خدا کے فضل سے اوج شرف کا ماہ ہے یہ
حضور قبلہ عالم کا فیض ہے اس پر — وہ غنچہ چمن شاہ دیں پناہ ہے یہ
خلوص دل سے دعا گو ہیں آگرے والے — کہ ہم غلاموں کا آقا، خدا گواہ، ہے یہ
لکھا ہے سال ولادت بھی آج حامد نے
کہ پارہ دل خادم حسین شاہ ہے یہ

۱۳۵۱ھ

تاریخ اشاعت "عید نمبر" مجلّہ عالمگیر لاہور بتقریب عید الفطر

(۱)

بڑھ گیا سب سے آج عالمگیر — سب کی بے سود آب تگ و دو ہے
ہند میں شمع طور ہے اردو — یہ اسی شمع طور کی لو ہے
ہے ادب آفتاب عالم تاب — یہ اسی آفتاب کی ضو ہے

بحر ذخار ہے صحافت ہند — یہ اسی سیل علم کی رو ہے
اس کی تاریخ تو لکھو حامدؔ — عید نمبر بشارت نو ہے

۱۳۵۰ھ

(۲)

سال بھر کی آرزوئیں پوری ہو گئیں — عید ہے اور عید نمبر کا میسر دید ہے
لکھ دو حامد عید نمبر کے لیے تاریخ بھی — عید نمبر کی اشاعت گلبن اُمید ہے

۱۳۵۰ھ

تاریخ ولادت فرزند صوبہ دار صاحب

بفرمائش افضال احمد علی گڑھی

رہے تابندہ صوبہ دار کے گھر — سپہر حُسن کا یہ ماہ کامل
لب افضال سے آئی آواز — کہ لکھ ایدل، "فروغ دیدہ ودل"

۱۳۵۰ھ

تاریخ ولادت دختر برادر عزیز مولوی شمس الحق نظامی عرف چھمن

تم کو چھمن خدا نے بیٹی دی — روح مسرور اس سے ہے دل شاد
ایک[۱] سے دو تو دو سے تین ہوے — تم رہو یونہی شاد اور آباد
یا الٰہی ہو اس کی عمر دراز — ہر غم ورنج سے رہے آزاد
بھائی[۲] صاحب کو بھی مبارک ہو — آج پھولا ہے ان کا نخل مراد

یہ دل شادؔ سے ندا آئی
کہدو، "یہ لخت دل مبارک باد"

۱۳۵۰ھ

۱ یعنی اکیلے تھے، بیوی آئی دو ہوے، لڑکی ہوئی، تین ہو گئے۔ ۲ بھائی سید عابد حسن صاحب ماہری

دفترِ تواریخ

سرورق تاریخی دیوانِ خاکسار حامد حسن قادری

بسم اللہ علم الغیب

۱۳۵۱ھ

مرآتِ سخن

۱۳۵۱ھ

یا

چمن زار تخیل

۱۳۵۱ھ

یعنی

دیوان غزلیات تازہ

۱۹۳۲ء

از ننگ شاعران اہل فن حامد حسن قادری

۱۳۵۱ھ

بدنام کنندہ علم و عمل بچھراؤں ضلع مراد آباد

۱۹۳۲ء

تواریخ بفرمایش عبدالحی صاحب

رایت نصرت

۱۳۵۱ھ

تاریخ بیعت اقل العباد

۱۹۳۲ء

بندۂ ازل عبدالحی نقشبندی جماعتی عابدی

۱۳۵۱ھ

بدست حق پرست والا جاہ مولانا حاجی عابد حسن فریدی

۱۹۳۲ء

خلیفہ ایزد آگاہ قبلہ عالم محدث علی پوری

۱۹۳۲ء

تاریخ ولادت فرزند اول برادر عزیز مولوی محمد طاہر فاروقی

بتاریخ ۲ر رمضان ۵۲ھ ۲۰ر دسمبر ۳۳ھ

(۱)

(بچے کے باپ سے)

بیٹا مبارک بیٹا مبارک

۱۳۵۲ھ

(۲)

(بچے کی دادی سے)

پوتا مبارک آیا۔ پوتا مبارک آیا

۱۳۵۲ھ

تاریخ ولادت فرزند اول حکیم قمر احمد صاحب اکبر آبادی

فرزند مبارک ہو حکیم قمر احمد — امید وتمنا کے شجر میں ثمر آیا
پیری میں نہ کیوں آئے نئے سر سے جوانی — فرزند جواں بخت کا چہرہ نظر آیا
خورشید ہے یہ وہ، جو ہوا شب کو درخشاں — وہ ماہ ہے جو گھر میں قمر کے اُتر آیا
حامد نے یہ تاریخ کہی سنتے ہی مژدہ — نورِ نگہ و راحت جان قمر آیا

۱۳۵۲ھ

تاریخ وفات محمد صدیق صاحب صابن والے اکبر آبادی

(مرحوم کے مزار پر کندہ کی گئی)

مرقد صدیق نورانی رہے — ہے جوار رحمت داور نصیب
حامد اُن کی قبر پر سالِ وفات — لکھ دو، قربِ ساقی کوثر نصیب

۱۳۵۱ء

تاریخ روزنامچہ خاکسار قادری

(۱)

تشریح سرنوشت

۱۹۳۴ء

(۲)

تاریخ روز نامچہ پوچھے اگر کوئی کہدو کہ، یہ لکھا ہے مری سر نوشت میں
۱۳۵۲ھ

(۳)

(تاریخ ختم روم نامچہ سال ہجری)

ختم روزنامچہ
۱۳۵۲ھ

تواریخ اشاعت عید نمبر مجلّہ، عالمگیر لاہور

یہ عالمگیر کا ہے عید نمبر دولت باقی
۱۳۵۱ھ

کیا نادر دہر اشاعت عید
۱۳۵۱ھ

عید نمبر ہے تہنیت نامہ
۱۳۵۲

تاریخ مرگ مفاجات مولوی عزیز الرحمٰن صاحب بچھرایونی

۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۳ اگست ۱۹۳۱ء کو مراد آباد میں طبیب عالم صاحب چشتی
کے ہاں یکایک وفات ہوئی، اور بچھراؤں میں دفن ہوئے

(۱)

آں عزیز عزیز خاطر ہا ناگہاں از جہاں بجنت رفت
چوں گزشت عمر او بحسرت ویاس سال رحلت بگو، بحسرت رفت
۱۳۵۰ھ

(۲)

جنت میں ملے خلود اُن کو
۱۳۵۰ھ

تاریخ وفات مولوی محبوب الرحمٰن خلف مولوی عبدالرحمٰن صاحب قبلہ

مولوی عزیزالرحمٰن مرحوم کا برادر خالق تھا، موتی جھرہ کے مرض میں ۲۲ سال کی عمر میں یہ بھی انتقال کر گیا

گیا وہ بھی جنت کو دو ماہ بعد — یہ مقصد تھا، بھائی سے مر کر ملے
لکھو سال رحلت یہ محبوب کا — اُسے قرب ساقی کوثر ملے

۱۳۵۰ھ

تاریخ انتقال پسر اصغر خاکسار حامد حسن قادری

چھوٹا بچہ واجد حسن ۱۸ر جمادی الاول یکم اکتوبر ۱۹۳۱ کو چار سال کی عمر میں رحلت کر گیا

واجد صبر و قرارم بُردہ
گفتم، غنچۂ دل پژمردہ

۱۳۵۰ھ

تاریخ قتل دردناک و شہادت مظلوم حافظ حبیب حسن بچھرایونی

حافظ شہید اپنے گھر میں تنہا رہتے تھے کسی نے رات میں ان کو بیدردی کے ساتھ قتل کر کے اندر سے دروازہ بند کر دیا۔ اہل محلّہ کو خبر نہ ہوئی، کئی دن بعد جب نعش متعفن ہونے لگی، دروازہ کھولا، اور کفن دفن کا انتظام کیا۔ قاتل کا کچھ پتہ نہ لگا۔

دارِ دنیا سجن ودار محنت است — رفت و آزاد از بلائے شد حبیب
لاکن از دست ستمگاران دہر — بافغان زیر لوائے شد حبیب
گفت حامد سال قتل نا گہش — کشتۂ بے جرم و خطائے شد حبیب (لوائے جرم)

۱۹۳۲ء

تاریخ وفات مولوی محمودالحسن صاحب بچھرایونی کورٹ انسپکٹر پنشنر

مات الذی کان محمودا

۱۳۵۲ھ

زاہل دہر کرد آں شاہ محمودالحسن پردہ — کہ از گلہائے اخلاقش گل گلشن خجل باشد
ہمی تاریخ او جستم کہ ازہاتف ندا آمد — بگو حامد، بہشت آرام گاہ اہل دل باشد

۱۳۵۲ھ

لایضیع اجر المؤمنین

۱۳۵۲ھ

تاریخ انتقال شفیق حسین بفرمائش مہدی حسن صاحب اکبر آبادی

شفیق حسین غفرلہ

۱۹۳۳ء

طالب جنت شفیق داخل دار السلام

۹۸۵ + ۳۶۷

۱۳۵۲ھ

تاریخ وفات رابعہ اہلیہ محمد الیاس صاحب مجیبی بفرمائش مظہر الرحمٰن عرف چھٹن

رحمت رب بروح رابعہ بادا

۱۳۵۲ھ

تاریخ صحت یابی خالد حسن پسر خاکسار حامد حسن قادری از بحار طویل

(۱)

خندہ زن باز گل اندر چمن آمد ۔۔۔ دلم آزاد ز رنج و محن آمد

شکر ادا کردم و تاریخ بگفتم ۔۔۔ مژدۂ صحت خالد حسن آمد

۱۳۵۲ھ

(۲)

بخشی صحت خدا نے خالد کو ۔۔۔ ورنہ تھا نور دیدہ و دل ماند

یہ دل شاد سے ہوئی تاریخ ۔۔۔ شکر یارب گہن سے چھوٹا چاند

۱۳۵۲ھ

(۳)

خالد اچھا ہوا بفضل خدا ۔۔۔ یارب اچھا رہے [illegible] ہے یہی

کہی تاریخ سن کے خوشخبری ۔۔۔ پھول باغ مراد [illegible] ہے یہی

۱۳۵۲ھ

دفترتواریخ

تاریخ وفات حاجی فضل احمد صاحب بچھرایونی

۱۳۵۱ھ

یکم محرم ۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲ء کو سفر حرمین شریفین سے واپس آئے۔ اور ۲ر رجب کو لکھنو میں ناگہاں انتقال کیا

(۱)

لوح مرقد فضل احمد

۱۳۵۱ھ

(۲)

تاریخ وفات او بخواندم از لوح — آمد ز مدینہ و بجنت رفتہ

۱۳۵۱ھ

(۳)

لب جبریل سے تاریخ نکلی — گئے جنت میں وہ جنت سے آکر

۱۳۵۱ھ

تواریخ وفات مولوی حسن احمد صاحب و مولوی محمد احمد صاحب بچھرایونی

حسن احمد صاحب اپنے چھوٹے بھائی حاجی فضل احمد سے پورے ایک سال بعد اور ان کے چچازاد بھائی محمد احمد صاحب اور چند ماہ بعد رخصت ہوئے۔

قدرضی الله المنان

۱۳۵۲ھ

لایضیع عمل عامل منکم

۱۳۵۲ھ (آل عمران۔ع ۱۱۔پ ۴)

خلد الله الوحید زوجه فی الرحمة

۱۳۵۲ھ

ے حدیث شریف ہے:۔مابین قبری ومنبری روضة ریاض الجنة (میری قبر و منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے)

تاریخ وفات اہلیات مولوی شفیع الرحمٰن و مولوی ضیاء الرحمٰن بچھرایونی

در یک سال بفصل چار ماہ

ہوئیں بیویاں آہ دونوں کی رخصت — نہ پوچھو مصیبت شفیع وضیا کی
جو تاریخ دونوں کی لکھنی ہو یکجا — تو کہدو کہ ہو ان پر رحمت خدا کی

۱۳۵۲ھ

تاریخ مراجعت مولوی شفیع الرحمٰن صاحب از سفر حج

شفیع الرحمٰن سالہا سال سے ایسے سخت بیمار تھے کہ غذا چند تولے رہ گئی تھی، کھانے کے بعد معدے میں درد ہوتا تھا، اسی حالت مرض وضعف میں انھوں نے حرمین الشریفین کا تنہا سفر کیا۔ سفر مبارک کی برکت سے ان کا برسوں کا مرض بالکل جاتا رہا۔ پوری غذا کھانے لگے۔ ضعف بھی رفع ہو گیا۔ الحمد اللہ مارچ ۳۴ء میں گئے تھے ۵۲ ۱۳ھ کا حج کر کے صفر ۵۳ھ میں ۴؍جون ۱۹۳۴ء کو واپس گھر آگئے۔

گئے حج کرنے بیماری میں اور آئے شفا پاکر — شفیع اللہ کی دیکھ آئے ہیں رحمت بھی قدرت بھی
اگر لکھنی ہے تاریخ اس سفر کی اور صحت کی — تو لکھدو، آگئے لے کر ثواب حج بھی صحت بھی

۱۳۵۳ھ

تاریخ اجرائے جدید مجلہ "الناظر" لکھنو

اجرا مجلات ہے گو عام بہت — کم ان میں ہیں کامیاب، ناکام بہت
ایک ان میں سے "نیک نام الناظر" ہے — بدنام کنندہ نکونام بہت

۱۳۵۳ھ

تواریخ وفات ناگہانی مولوی عبدالعزیز فرزند مولنا حافظ محمد ابوالشرف صاحب مہاجر مکی خلف الرشید و سجادہ نشین حضرت شاہ محمد معصوم صاحب رحمتہ اللہ علیہ دہلوی ثم رامپوری مہاجر مدنی و مدفون مکی

شغل بکا

۱۳۵۳ھ

ے یہ سب قطعات تاریخ مع عنوان اور نوٹ کے رسالہ الناظر لکھنو بابت مارچ ۱۹۳۵ میں شائع ہو چکے ہیں۔

دفترِ تواریخ

مرحوم عبدالعزیز مولنا ابوشرف عرف اچھن صاحب کا اکلوتا جوان بیٹا تھا۔ چار سال ہوئے مکہ مکرمہ سے ہندوستان آیا تھا۔ ریاست رامپور میں اپنے چچا مولوی ابوطاہر صاحب عرف ؛بّن صاحب کے ہاں رہتا تھا۔ ان کی لڑکی سے اس کی شادی ہونے والی تھی کہ یکایک ۱۲ر محرم ۱۳۵۳ھ کو جمعہ کے روز انتقال کیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون! اس کے والدین مکہ معظمہ میں تھے اور شادی کے بعد بیٹے اور بہو کو دیکھنے کے منتظر و مشتاق تھے۔ چونکہ شادی کی تاریخ مقرر ہو چکی تھی اس لیے اس کے والد نے مکہ مکرمہ میں اپنے احباب کو شادی کی خوشی میں دعوت دے دی۔ اللہ اکبر!

(۱)

چھائی ہے یہ مُردنی سی کیسی ؟ — کیا سانحہ آج ہوگیا ہے
آیا ہے شرف کے پاس جو آج — آنکھوں سے لہو وہ روگیا ہے
آیا ہے جو مضطرب ہوا ہے — بیتاب گیا ہے جو گیا ہے
کیا کہیے کہ کون بحرِ غم میں — کشتیِ شرف ڈبوگیا ہے
فرزندِ عزیز خلد پہنچا — وہ سمجھے تھے ہند کو گیا ہے
دولھا بننے کو تھا جو تیار — آغوشِ اجل میں سوگیا ہے
کیا دل پہ چھری چلا گیا ہے — کیا نشترِ غم چبھو گیا ہے
دریا دریا رُلا گیا ہے — دامن دامن بھگوگیا ہے
سب چین دلوں کا لے گیا ہے — سب دفترِ عیش دھوگیا ہے
گرم اشک ہیں اب تو سرد آہیں — دل میں وہ انھیں سمو گیا ہے
تھمتی نہیں آنسوؤں کی لڑیاں — موتی یہ وہی پروگیا ہے
اب دل میں کہاں پتا ملے گا — ساتھ اس کے ہی صبر تو گیا ہے
روشن تھی جو شمع بجھ گئی ہے — نادر تھا جو لعل کھوگیا ہے
آتا ہے وہ بار بار دل میں — آنے کو نہیں وہ گوگیا ہے
پائے وہ بہشت میں پھل اُس کا — نیکی کا جو بیج بوگیا ہے
مغفور ہو وہ کہ ساتھ اس کے — اُس کا عمل نکو گیا ہے
تھا ذکر کہ اب نہ آئے گا ہاتھ — جو ہاتھ سے دوستو، گیا ہے
کیا شاہد خوبرو اٹھا ہے — کیا عاقل نکتہ گو گیا ہے
اُٹھ کر کہی ایکؔ نے یہ تاریخ — کیا چاند غروب ہوگیا ہے

۱۳۵۳ھ

(۲)

شرؔف جہاں سے گزر جائے جب جواں بیٹا — سیاہ کیوں نہو آنکھوں میں پھر جہاں کی فضا

یہ سالِ مرگ سنا تا ہے حامدؔ غمگین — جب اور کچھ نہیں چارہ بجز رضا بقضا
ہوے عزیز کے جانے سے آہ بے سروپا — شباب و حُسن ووفا، فقر ودین ورشد ورضا

۱۳۵۳ھ

(۳)

پہلو سے شرف، عزیز محبوب گیا — وہ طالب حق تھا سوے مطلوب گیا
ٹوٹا دل زار تو یہ نکلی تاریخ — وہ ماہ ہوا غروب دل ڈوب گیا

۱۳۵۳ھ

(۴)

وہی مادۂ تاریخ بغیر تخرجہ

یہ حوصلہ تھا شرف کا کہ سُن کے مرگ پسر — کہا یہی تھی رضاے خدا تو خوب ہوا
مگر مجھے ہے وہ صدمہ کہ میں نے سالِ وفات — کہا کہ ڈوب گیا دل وہ مہ غروب ہوا

۱۳۵۳ھ

(۵)

فرزند جواں نور نظر بود پدر را — رفت از برواز جان و دلش تاب وتواں برد
تاریخ وفاتش شدہ، برخاست چو محشر ۵۴۸ — ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد

۱۹۳۴ء

تاریخ وفات سید نظام الدین شاہ صاحب دلگیر اکبر آبادی

(۱)

فنائی الذات — ۱۳۵۳ھ
بزمِ غم دلگیر — ۱۳۵۳ھ
عندہ اجرٌ عظیم — ۱۳۵۳ھ (تغابل)

(۲)

ادیب کامل شاہ دلگیر اکبر آبادی رحمتہ اللہ علیہ

۱۳۵۳ھ

(۳)

خبر کیا تھی کہ اتنی جلد حامدؔ — کریں گے خلد و آباد دلگیر
ہمیں کرکے اسیر رنج و اندوہ — ہر اک غم سے ہوے آزاد دلگیر
مروّت پیکر و مہر مجسم — شرف زا و سیادت زاد دلگیر

وفا پرور، کرم گستر، ہنر ور — اساسِ[1] داد ودیں[2] بنیاد دلگیر
سخندان و سخن سنج و سخنور — سخن کے مانی و بہزاد دلگیر
ادب لیلیٰ وش و دلگیر مجنوں — سخن شیریں ادا، فرہاد دلگیر
یہ نجم و اخضر و سیماب و میکش — تیرے غم میں ہیں سب ناشاد دلگیر
نہ بھولے گی غزل خوانی وہ تیری — وہ تیری اک نرالی داد دلگیر
ترا "انقاد" تھا بے شبہ و شک — صحافت میں نئی ایجاد دلگیر
وہ تیری شوخ باتیں، گرم فقرے — رُلائیں کیوں نہ آکر یاد دلگیر
محبت کا تقاضا تو یہی ہے — کریں ہم نالہ و فریاد دلگیر
مگر ہے شیوہ تسلیم کچھ اور — ہوا ہے صبر کا ارشاد دلگیر
یہ ہستی کچھ نہ میری ہے نہ تیری — ہے اُس کی دین اس کی داد دلگیر
نہ چھوڑے گا ہمیں بھی بعد تیرے — یہ دور چرخ بے بنیاد دلگیر
پھر اک دن چرخ کا بھی خاتمہ ہے — کہ ہوگا صید خود صیاد دلگیر
بہے آنسو ہمارے تیرے غم میں — طبیعت کی تھی یہ افتاد دلگیر
اذیت کچھ نہ واں ہو تجھ کو اس سے — رہے جنت میں تو دلشاد دلگیر
خدا دے صبر پس ماندوں کو تیرے — رہے شاداں تیری اولاد دلگیر
پھلے پھولے چمن تیرا ترے بعد — نہ ہو محنت تری برباد دلگیر

تری تاریخ یہ لکھتا ہے حامدؔ
ادیب فاضل و نقاد دلگیر
۱۳۵۴ھ

(۴)

دلگیر ہی کے نام سے تھا آگرے کا نام — دلگیر ہی کی ذات تھی ہاں فخر آگرہ
تاریخ انتقال کی حامدؔ کو فکر تھی — دل نے کہا، فصیح جہاں فخر آگرہ
۱۳۵۴ھ

---

[1] انگریزی مجسٹریٹ آگرہ [2] صاحب سجادۂ قادریہ میوہ کٹرہ آگرہ

(۵)

نہیں کچھ آگرے ہی کو ترا غم — ترے ماتم میں ہے ہر شہر دلگیر
تری نام آوری پر تیری تاریخ — کہی حامد نے ، فخر دہر دلگیر

۱۳۵۳ھ

(٦)

مُستند تھی اہل دل میں اُن کی آہ — مُعتبر اہل نظر میں ان کی واہ
فکر ہے حامد اگر تاریخ کی — کہدو ، بزم خلد میں دلگیر شاہ

۱۳۵۳ھ

(۷)

شاہ دلگیر از جہاں رحلت نمود — کشتِ ہستی راہ ہمیں یک حاصل است
سالِ داخل گشتنش درباغ خلد — شاہ وسید، شاعر و رو شندل است

۱۳۵۳

(۸)

کس قدر رویا ہے دل دلگیر کو — منعقد تھا جلسہ احباب کل
فکر سالِ رحلتِ دلگیر تھی — مادّہ مل جاے کوئی بر محل
دل پکار اٹھا کہ بے دلگیر ہے ۲٦۴ — اہتمام جلسہ شعر و غزل

۲۱۹۸
-۲٦۴
۱۹۳۴ء

(۹)

ذات دلگیر نور بزم سخن — مرگ او وجہ انطفائے چراغ
گفت تاریخ رحلتش حامد — گوہر ارجمند ارض تاج

۱۹۳۴ء

(۱۰)

تھے شمع وچراغ بزم دنیا دلگیر — جنت میں، اُسے چھوڑ کر، آباد ہوئے

حامد یہ دل زار سے نکلی تاریخ
گل شمع وچراغ اکبر آباد ہوے

۱۹۳۴ھ

(۱۱)

تاریک ہے دلگیر ہے اب محفل مہر و وفا
صحت میں عیش ایسے کئے دنیا بھی حیراں ہوگئی
جز صبر کچھ چارہ نہیں حامد غم دلگیر میں
تھی آرزو تاریخ میں تقلید مومن خاں کی ہو
سب بے سروپا ہوگئے دلگیر کے جانے سے اب

خالی ہے اب دلگیر سے شعر و سخن کا میکدا
پھر رنج بیاری سہا تقدیر میں جو تھا بدا
ہوناہے دنیا میں یہی انجام ہر شاہ وگدا
جب دیر تک کی جستجو، ہاتف سے آئی یہ صدا
لطف وکرم، شعرو سخن، عشق ووفا، وصل واذا

۱۳۵۳ھ

(۱۲)

بہار بزم ادب بود حضرت دلگیر
بفکر سال وفاتش چو سر فرد بردم
دلم بگفت کہ بیدل زمرگ او گشتند

بصورت اجل آمد خزاں باغ وچمن
کہ صنعت نوی آرم زوضع وطرز کہن
وفاو ناز وکرم، ذوق وشوق وشعر وسخن

۱۹۳۴ء

(۱۳)

مرگ دلگیراست مرگ دل، عجب بنود اگر
سال مرگش گفتہ ام حامد کہ اندر ہجر وے

بے نہایت یاس وحسرت، رنج وماتم بے حداست
آہ وافسوس وملال وصدمہ و غم بے حداست

۱۳۵۳ھ

تاریخ وفات حضرت ریاض خیر آبادی

(مطبوعہ رسالہ الناظر لکھنو بابت اکتوبر ۳۴ء)

تاریخ خواب عدم

۱۹۳۴ء

"لسان الملک خیام العصر شیریں زباں، فصیح زماں جناب ریاض"

۱۳۵۳ھ لحد ریاض احمد خیر آبادی ۱۹۳۴

۱۹۳۴ھ

دفتر تواریخ

(۱)

تغزل کے خاتم تھے بے شک ریاض   ہوا ختم بس اب یہ باب سخن
غزل سے گئی رندی و عاشقی   انھی تک تھی سب آب و تاب سخن
جوانی میں کیا کیا نہ ہوگی بہار   جو پیری میں تھا یہ شباب سخن

یہ حامد نے تاریخ رحلت کہی
کہ بے کیف ہے اب شراب سخن

۱۳۵۳ھ

(۲)

کیا حشر ہو عمارت شعر و سخن کا اب   جب تک ریاض کا تھا سہارا، ڈری نہیں
تاریخ انتقال دل زار سے ہوئی   ہے یوں کہ جب ریاض نہیں شاعری نہیں

۱۹۳۴

(۳)

ریاض خیر آبادی ز رفتہ است   کہ رفتہ است از غزل آں رنگ و بوے
رقم زد سال رحلت کلک حامد   ادیب خوش بیان و شوخ گوے

۱۹۳۴ء

(۴)

ناگاہ سن کے حادثہ، رحلت ریاض   بے اختیار نالہ جگر سے نکل گیا
رنگ قدیم تھا فقط ان کے کلام میں   اس دور میں وہ رنگ سراسر بدل گیا
تاریخ حسب حال اگر چاہتے ہو تم   حامد کہو کہ: آج وہ رنگ غزل گیا

۱۳۵۳ھ

(۵)

شاعر نغز گو ریاض برفت   آں شہ ملک شعر و صاحب تاج
گفت سال وفات او حامد   آہ زندہ دل و ظریف مزاج

۱۳۵۳ھ

تاریخ سالگرہ نمبر رسالہ "ہونہار" (بچوں کا ماہوار پرچہ) دہلی

(۱)

آئی ہے جو" ہونہار " کی سالگرہ — سامان نشاط علم لائی ہے یہ
پیری میں خوشی ہے مجھ کو بچوں کی طرح — بوڑھوں کو جواں بنانے آئی ہے یہ
بچے تو کھلے ہوئے ہیں پھولوں کی طرح — اللہ نے کیا خوشی دکھائی ہے یہ
حامد یہ لکھو سالگرہ کی تاریخ — بچوں کی بہار باغ آئی ہے یہ

۱۳۵۳ھ

(۲)

کیا دلربا ہے سالگرہ کا یہ ہونہار — بچوں سے پوچھئے تو کہیں آگئی بہار
حامد کو سال سالگرہ کی جو فکر تھی — دل نے کہا، کھلا ہوا ہے باغ "ہونہار"

۱۳۵۳ھ

تاریخ وفات برادر مکرم مولوی حافظ سعید الرحمٰن صاحب تاثیر بچھرایونی

۲۷/اگست ۱۹۳۴ء ۱۰جمادی الاول ۱۳۵۳ھ روز دوشنبہ کو ۱۱بجے شب کے بمرض ہیضہ نگینہ میں انتقال فرمایا۔

(۱)

آہ کیا داغ فرقت دے گئے — حافظ قاری و دیں پرور سعید
نیک خوے و خوب روے و پاک نفس — صوفی صاف صفا گستر سعید
خوش بیاں و خوش گلو و خوش نویس — خوش دل و خوش باش و خوش منظر سعید
رمزداں و نکتہ گوے و بذلہ سنج — شاعر و خوش فہم و دانشور سعید
صاحبِ دل ، صاحب طبع ذکی — صاحبِ خلق و وفا پیکر سعید
دیکھیئے جب تک رہے کیسے رہے — باہمہ و بے ہمہ بن کر سعید
بھائیوں میں بلکہ سارے گھر میں تھے — بہتر و مہتر ، سرو سرور سعید
کیوں نہ تڑپیں حامد و محمود اب — کر گئے بسمل جو بے خنجر سعید
نوروا چھن ہوں، ولی ہوں یا شفیع — کر گئے ہر ایک کو مضطر سعید
گو نگینے میں گزاری زندگی — گو نگینے میں رہے مر کر سعید

تھے شریکِ راحت و رنجِ وطن　　رکھتے نقش وفا دل پر سعید
دل سے وہ عیشِ وطن بھولے نہ تھے　　رنجِ غربت کے تھے گو خوگر سعید
باد عیشِ جاودانش در بہشت　　باد لطف و رحمت حق بر سعید

حامد اب تو ان کی تاریخِ وفات
لکھ، قریب ساقی کوثر سعید

۱۳۵۳ھ

(۲)

سعید نیک ذات و پاک باطن　　گئے دنیا سے سوئے جنت خلد
ہوئی تاریخ کی جب فکر حامد　　کہا دل نے، ملے کی راحت خلد

۱۳۵۳ھ

(۳)

چوں ز دنیائے دنی شد حافظ　　محو عیش ابدی شد حافظ
گفت تاریخ وصالش حامد　　داخل قرب نبی شد حافظ

۹۸۹ + ۳۶۴

۱۳۵۳ھ

(۴)

تاریخ وفات اُن کی نکلے بے مثل　　یکتا تھے سرشت میں سعید الرحمن
تھا ذکر یہی کہ ایک نے اُٹھ کے کہا　　جا پہنچے بہشت میں سعید الرحمن

۱۳۵۳ھ

تاریخ طباعت کتاب "العتیق" مولفہ جناب مولوی عبدالحفیظ صاحب قبلہ علی گڑھی

جناب کرم شیوہ عبدالحفیظ　　مطاع معظم شفیق خلیق
فراہم نمودند گنجینۂ　　زاحوال اسلاف عہد عتیق
بہ سعی بلیغ و بجہد عظیم　　بہ علم وسیع و نگاہ عمیق
بطبع بلند و بذہن رسا　　بہ تخییل عالی و فکر دقیق
زبس حال صدیق اکبر دروست　　کہ در غار بودہ نبی را رفیق

بلب تشنگان است ماء معین — بگم گشتگان است خضر طریق
عجب چشمہ آب حیوانست آں — حوالیہ من کل فج عمیق
رقم کلکِ حامدؔ کند سال طبع
کہ مقبول عالم کتاب العتیق

۱۳۵۳ھ

تاریخ رخصت نکاح محبوبہ جہاں دختر سید معصوم علی صاحب اکبر آبادی تحصیلدار بھوپال

دائم رہے عیش و عشرت محبوبہ — خیر و برکت ہو قسمت محبوبہ
حامدؔ نے یہ مژدۂ مسرت سن کر — تاریخ کہی ہے، رخصت محبوبہ

۱۳۵۳ھ

تاریخ واقعہ لطیفہ مالم یسم فاعلہ[1]

۱۹۳۴ء

میاں کے گھر میں وہ آئی ہے بیگم بن کے جس دن سے — اسی دن سے پہن رکھا ہے شاہی تاج بیوی نے
مسہری پر وہ بیٹھی پان کے بیڑے چباتی ہے — میاں کے سر پٹک رکھے ہیں چھلنی چھاج بیوی نے
مگر وہ ٹھہرے مولانا بھی، خانصاب بھی، شوہر بھی — سمجھ رکھا تھا کیا اپنا انھیں محتاج بیوی نے
وہ سمجھے، یہ بھی ہے تو ہیں ان کی شوہریت کی — اگر مانا نہ ان کو ثانی حجاج بیوی نے
کیا گھونسا رسید اک دن کہ اچھا یوں تو مانے گی — اگر مانا نہیں اب تک میاں کا راج بیوی نے
مگر وہ ایک آفت تھی، پلٹ کر وہ دیا تھپڑ — کہ سر سے کردیا خناس کا اخراج بیوی نے
جتایا انتقام اور زور دونوں ایک تھپڑ میں — نکالے دیکھیے اک پنتھ میں دو کاج بیوی نے
چھٹی کا دودھ قوالی کو بھی یاد آگیا ہوگا — لیا اپنی نسائیت کا ایسا باج بیوی نے
یہ سن کر واقعہ تاریخ برجستہ کہی میں نے
طبیعت آپ کی بھی ٹھیک کردی آج بیوی نے

۱۳۵۳ھ

[1] (ترجمہ) جس کے فاعل کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ [2] واقعہ کا لفظ عربی میں مونث ہے، اس لیئے "فاعلہا" ضمیر مونث کے ساتھ ہونا چاہیے تھا، لیکن تاریخ کی خاطر بے قاعدگی جائز رکھی ہے۔

تاریخ خریداری لامیاء گاز (گیس کا لمپ)

(۳؍ نومبر ۱۹۳۴ء کو لمپ آیا، اسی وقت یہ قطعہ کہہ کر سنایا گیا)

گیس کا عابد نے دہلی سے منگایا ہے وہ لمپ　　جس کی آمد سُن کے جا مغرب میں سویا آفتاب
یا یہ کہیے اس سے کسب نور کرنے کے لیے　　رات بھر مغرب سے مشرق تک ہے جویا آفتاب
یا یہ کہیے آج اک روشن ہے، لعل شب چراغ　　یا یہ کہیے ایک پایا، ایک کھویا آفتاب
آج گھر میں رات کو اس نے بنا رکھا ہے دن　　اب بجا ہے، ماہتاب اس کو کہو، یا آفتاب
چاہیے حامدؔ اگر تاریخ بھی اس لمپ کی
لیجیے، یہ رات میں نکلا ہے گویا آفتاب

۱۳۵۳ھ

تاریخ وفات جناب مولوی منصور الحق صاحب قبلہ علی گڑھی

بارش انوارؔ ہو افضالؔ حق سے تا ابد　　روح پاک ان کی ریاضؔ خلد میں مسرور ہو
سالِ رحلت کی اگر ہے فکر اے حامدؔ تجھے　　لکھ، الٰہی مرقدِ منصور حق پُر نور ہو

۱۳۵۳ھ

(نوٹ) مولوی منصور الحق صاحب کے صاحبزادوں کے ریاض احمد، افضال احمد، انوار احمد ہیں۔ قطعہ میں یہ تینوں نام نظم کر دیے گئے ہیں۔

تاریخ انتقال بشیر الحسن بفرمائش الیاس علی صاحب بی اے اکبر آبادی

بشیر الحسن نے دیا داغ فرقت　　وہ تھا نیک خو، نیک دل، نیک منظر
کہا سال رحلت یہ حامد حسن نے　　ملے اب اُسے قرب ساقی کوثر

۱۳۵۳ھ

تاریخ طباعت "میخانہ فرید" مجموعہ نعت مصنفہ غلام فرید خان صاحب

اشعار سے عیاں ہے محبت فرید کی　　پنہاں جو دل میں تھا غم جانانہ کھل گیا
مجموعہ دوم کی یہ تاریخ طبع ہے　　لو آج پھر فریدؔ کا میخانہ کھل گیا

۱۳۵۴ھ

تاریخِ انتقال صغیر فاطمہ بفرمائش مہدی حسن صاحب اکبر آبادی

رفتہ است صغیر فاطمہ از دنیا — باعصمت و نیک ذات و خوش خلق و جواں
تاریخِ وفات درد ناکش حامد — گفتم، بجناں کنیزِ خاتونِ جناں

۱۳۵۴ھ

تاریخ وفاتِ مفاجات نسیم احمد بچھرایونی

بفرمائش ڈاکٹر فصیح الدین بچھرایونی

نسیم احمد! ارم ماوائے تو باد — جوارِ رحمتِ حق جائے تو باد
ترا آرام و راحت، عیش و عشرت — بہ عقبیٰ خوشتر از دنیائے تو باد
بدنیا نام نیک و ذکرِ خیرت — ہمیشہ باعث احیائے تو باد
بدارِ آخرت اعمالِ نیکت — بلطفِ حق چمن آرائے تو باد

کشیدم آہ و گفتم سالِ رحلت
نسیم خلد جاں افزائے تو باد

۱۳۵۴ھ

تاریخ جشن حکومت بست و پنج [۲۵] سالہ (سلور جوبلی) ملک معظم جارج پنجم قیصر ہند شاہ برطانیہ

۶ر مئی ۱۹۳۵ء کو ہندوستان میں اور تمام ممالک مقبوضہ برطانیہ میں اظہار مسرت و تہنیت کیا گیا

(عنوان قصیدہ)

"قصیدہ مشتمل تہنیت جوبلی"۔ "ملک معظم خلد اللہ ملکہ"

۱۹۳۵ء — ۱۹۳۵ء

یادگارِ جشن جبلی شہنشاہ جہاں

۱۳۵۴ھ

تاریخ ولادت فرزند و حصول ملازمت بابو کمال الدین احمد شوہر خواہر نوشہ میاں

(۱)

تہنیت باد کمال الدین را — کہ خدا خاص عطایا دادہ
می کنم شکر کہ ایں نعمت ہا — خالق و رازقِ یکتا دادہ
عمدۂ بہتر و اعلیٰ بخشید — پسرے نیکو و زیبا دادہ

آنچہ بود آرزوے او بخشید   آنچہ می خواست دل ما دادہ
ہاں بگو حامد شاداں تاریخ
ثمرے نخل تمنا دادہ
۱۹۳۵ء

(۲)

آمدہ اختر کمال باوج
۱۳۵۴ھ

تاریخ ولادت فرزند ثانی مولوی محمد طاہر فاروقی ایم اے عرف نوشہ میاں

طلعت خوب پسر طاہر است   روشنی منظر اوج شرف
سال ولادت چو مہ روشن است   جلوہ نمود اختر اوج شرف
۱۹۳۵ء

تاریخ طباعت "قانونِ تصوف" مصنفہ حضرت حافظ انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نقشبندی زہنکی، ڈسٹرکٹ جج پشتر

(۱)

پڑھیئے قانونِ حضرت انور   باب گلشن کھلا تصوف کا
لکھیئے تاریخ طبع اے حامد   آج مخزن کھلا تصوف کا
۱۳۵۴ھ

(۲)

چشمۂ فیض دوام آمد پدید
۱۳۵۴ھ

(۳)

رشک آب حیات چشمۂ دیں
۱۳۵۴ھ

قطعہ تاریخ سالگرہ پنجاہم خاکسار سیہ کار سر بصحرا ے عصیاں نہادہ، عمر عزیز بباد دادہ

خاکسار حامد حسن قادری ۲۹ر جمادی الاخری ۱۳۰۴ھ مطابق ۲۹ر مارچ ۱۸۸۷ء بروز جمعہ پیدا ہوا تھا، اس سال عمر کے پچاس سال پورے ہوگئے، ہر سال سالگرہ ہوتی ہے۔

دفتر تواریخ

پچاسویں سالگرہ کے دن صبح کو شیخ سعدی کا یہ شعر یاد آگیا:۔

ایکہ پنجاہ رفت و در خوابی — مگر ایں پنج روز دریابی

اور اسی شعر کے مضمون والفاظ سے یہ تاریخ موزوں ہو گئی:۔

رفت اشہبِ عمر، لیک بے راہ برفت — کمتر با قیست، بیشتر آہ برفت
شد نصف صدی زعمر ضائع حامدؔ — تاریخ بگو، بخواب پنجاہ برفت

۱۳۵۴ھ

گنجِ نایابِ تواریخ

۱۳۵۴

یعنی

تواریخ نکاح پسر و دختر جناب حکیم محمد حیات خاں صاحب دہلوی طبیبِ آگرہ

(دعوت نامہ مشترک پر لکھی گئی)

شادی نکاح صاحبزادہ و صاحبزادی حکیم محمد حیات خاں دہلوی

۱۹۳۶ء

(مٹھائی کی طشتری پر کندہ کرانے کے لیے)

(۱)

یادگار تقریب شادی محمد اشرف

۱۹۳۶ء

(۲)

ایں یادگار شادی محمد اشرف خاں

۱۹۳۶ء

ان تاریخوں پر حکیم صاحب کی اہلیہ نے دہلی سے یہ اعتراض کر بھیجا کہ شادی کے لیے "یادگار" کا لفظ اچھا نہیں ہے۔ اس لیے چند مادّے اور نکالے گئے۔

(۳)

جشنِ مسعودِ نکاح محمد اشرف خاں

۱۹۳۶ء

(۴)

ہدیہ عروسی سعید زماں محمد اشرف خاں

۱۹۳۶ء

(۵)

یہ ہدیۂ عروسیِ حکیم محمد اشرف خاں قبول ہو

۱۹۳۶ء

(۶)

مجلس عروسی حکیم محمد اشرف خاں دہلوی

۱۹۳۶ء

(۷)

ساچق شادی حکیم محمد اشرف دہلوی

۱۹۳۶ء

(۸)

ولیمہ مسنون شادی محمد اشرف خاں

۱۹۳۶ء

تاریخ شفایابی خاکسار حامد حسن قادری از تپ لرزہ

(۱)

دن رات کی خبر ہی نہ تھی کچھ بخار میں
گویا ہے میرے واسطے دن آج رات آج
حامد خدائے پاک کی رحمت کا کر کے شکر
تاریخ لکھ، بخار سے پائی نجات آج

۱۳۵۴ھ

(۲)

کلمہ زبان پر تھا مرض میں بھی شکر کا
صحت میں بھی عنایت خالق کا شکر ہے
حامد شفا جو پائی بخارِ شدید سے
تاریخ لکھ کہ: رحمت خالق کا شکر ہے

۱۹۳۵ء

(۳)

زندوں میں جو پھر ہوا شمارِ حامد
بننے سے جو بچ گیا مزارِ حامد
تاریخ کی فکر تھی کہ دل بول اٹھا
تاریخ ہے: صحت بخار حامد

۱۳۵۴ھ

(۴)

یہ امراض و آلام دنیا میں حامدؔ کبھی امتحاں، گاہ قہر و غضب ہیں
رضا پر ہو راضی، کرو دل سے توبہ تردّد حماقت، گلے بے سبب ہیں
مرض دے، دوا دے، دوا سے شفا دے حکیم حقیقی کی باتیں عجب ہیں
بخار اور صحت کی تاریخ چاہو
تو لکھ لو، شفا و مرض امر رب ہیں

۱۹۳۵ء

تاریخِ آغازِ روزنامچہ (ڈائری) خاکسار حامد حسن قادری

(۱)

طومارِ سرگذشت

۱۹۳۶ء

(۲)

بر ناصیۂ اہل جہاں تحریر است وابستہ تقدیر ازل تدبیر است
آغاز چو روز نامہ کردی حامدؔ تاریخ بگو، نوشتہ تقدیر است

۱۹۳۶ء

تاریخ وفات قیصر ہند شاہ برطانیہ ملک معظم جارج پنجم

۲۰ر جنوری ۱۹۳۶ء روز دو شنبہ کو رات کے وقت ۱۱ بج کر ۵۵ منٹ پر انتقال کیا، اس وقت سے صرف چند گھنٹے کے عرصے میں یعنی ۲۱ر کی صبح ہوتے ہوتے تمام دنیا میں اس واقعہ کا اعلان بے تار خبر رسانی کے ذریعہ سے ہو گیا۔ چنانچہ منگل کے روز ہمارے سنیٹ جانس کالج آگرہ میں بھی پرنسپل نے اظہار غم کے واسطے چھٹی دے دی۔ زاہد نے کالج سے آ کر کہا کہ پرنسپل صاحب نے رقت آمیز انداز سے اعلان کیا۔ اسی کا ذکر پہلے قطعہ میں ہے۔

(۱)

چو کرد اعلانِ مرگ جارج پنجم سلی صاحب باشک و نالہ و آہ
بگفتا زاہدؔ ایں حالش چرا شد بگفتم فی البدیہت از غم شاہ

۱۳۵۴ھ

(۲)

روئیے غم میں بادشاہوں کے — وہ زمانہ گیا، رواج گیا
کہیئے تاریخ مرگ قیصر ہند — مالک تخت و تاج آج گیا

۱۹۳۶ء

تاریخ تخت نشینی ملک معظم، اڈورڈ ہشتم قیصر ہند و شاہ برطانیہ

گاہ بر خویش بالید زفرطِ شادی — کہ زغم کاستہ شد سلطنت انگلشیہ[1]
سالِ آغازِ شہنشاہیِ ہشتم اڈورڈ — گفتم، آراستہ شد سلطنت انگلشیہ

۱۹۳۶ء

تاریخ انعقاد جلسۂ بزم ادب آگرہ پس از مدت مدید

بزم ادب ایک مجلس احباب بے تکلف ہے جو ۱۹۲۱ء سے قائم ہے۔ آج کل اس کے مقامی ممبر آٹھ ہیں، ترتیب مقررہ کے مطابق یکے بعد دیگرے ایک ایک ممبر کے ہاں دعوت ہوتی ہے۔ عموماً ہر سال کی جولائی میں جلسوں کا آغاز ہو جاتا ہے۔ لیکن اب کے ۳۵ء میں کوئی جلسہ نہ ہو سکا۔ رمضان شریف میں البتہ ایک دور ہوا کرتا تھا وہ بھی نہ ہوا۔ آخر ۲؍ فروری ۱۹۳۶ء کو پہلا جلسہ خاکسار راقم کے مکان پر ہوا۔ اسی دن صبح کو یہ تاریخیں کہی گئیں۔ پہلے قطعہ میں خواب طویل اور غفلت بے نہایت کی طرف اشارہ ہے۔

(۱)

سوتے گزرا ہے ۱۹۳۵ء تمام — اور اٹھنے کا نہیں قصد بھی واللہ ابھی
اس کی تاریخ کوئی پوچھے تو کہہ دو حامد — خواب خرگوش میں ہے بزم ادب واوا بھی

۱۹۳۶ء

(۲)

جمع ہیں پھر آج ممبر، شکر ہے اللہ کا — از سر نو پھر مشاغل بزم کے جاری ہیں آج

---

[1] فارسی جدید ایران میں "انگلشیہ" کی جگہ "انگلیس" بنا لیا ہے۔ لیکن ہندوستان کے قدیم فارسی دانوں نے انگلشیہ ہی تجویز کیا تھا، چنانچہ آج تک والیان ریاست کے خطابات میں "فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ" یا "وفادار دولت انگلشیہ" وغیرہ موجود ہے۔ نیز میرے لیے ضرورت تاریخ کا عذر بھی قوی ہے۔

جس نے پوچھا سال اس ایقاظ بعد النوم کا
کہہ دیا پھر بزم میں آثار بیداری ہیں آج
۱۳۵۴ھ

تاریخ وفات مولانا راشد الخیری دہلوی

مصنف کتب کثیرہ ادبیات نسواں، مدیر مجلہ عصمت، بانی تربیت گاہ نبات

(۱)

علامۂ روزگار راشد الخیری
۱۹۳۶

(۲)

علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ
۱۹۳۶

(۳)

مشہور ادیب راشد الخیری بود
۱۹۳۶ء

(۵)

لاخوف علیکم ولا انتم تحزنون
۱۹۳۶ء (اعراف)

(۵)

برفت آں تربیت گاہِ بنات ہند را بانی
کہ بود احیاے تعلیم نساء ہند را حامی
زتصنیفات بودش مدعا تا زندگی یابد
روایات قدیم ملتِ بیضاے اسلامی
زبان و کلک و علم و فکر و مال و زر کہ بود اورا
ہمیشہ ساخت وقفِ مقصدِ اصلاحِ ہر خامی
خلوص و ہمتِ مردانہ بنیادِ عمل بودش
برآمد آرزوے دل، ندیدہ روے ناکامی
بذات اوست فخر دہلی و ہم فخر ہندستاں
در انشا بود آں علامہ چوں ابوالفضل علامی
اگر پرسد کسے سال وصال راشد الخیری
بگو حامد، بجنت رفت ادیبے کامل نامی
۱۳۵۴ء

(۶)

کوئی لکھ سکتا نہیں اب ایسی انشاے لطیف
جس قدر اس فن میں کامل راشد الخیری ہوے
منزل دنیا سے گزرے وہ، لکھو سال وفات
منزل جنت میں داخل راشد الخیری ہوے
۵۸۰ + ۱۳۵۶ = ۱۹۳۶ء

(۲)

خبر کسی نے سنائی جو اُن کے مرنے کی　　تو نکلی دل سے مرے چیخ "راشد الخیری"
اگر وہ اور بھی دو سال جی گئے ہوتے　　تو ہوتی نام سے تاریخ راشد الخیری

۱۳۵۶ھ
۲ -
۱۳۵۴ھ

قافیہ بدل کر

یہ کیا غضب ہے خدایا، ترا فرشتۂ موت　　رہا ہے اچھے ہی اچھوں کی جان کا بیری
اگر وہ اور بھی دو سال جی گئے ہوتے　　تو ہوتی نام سے تاریخ راشد الخیری

تاریخ انتقال سید غلام الحسنین ابن سید محمد مومن جالندھری

بفرمائش مفتی محمد حبیب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور

مومن کا وہ نور چشم تھا دل کا چین　　حاصل ہوا ہے قرب رسول الثقلین
مرنے کی خبر یہ نام خود دیتا تھا　　تاریخ ہے: سید غلام الحسنین

۱۳۵۴ھ

تاریخ وفات اہلیہ الیاس احمد صاحب مجیبی دہلوی

ایک مادہ تاریخ لکھ کر بھیجا گیا لیکن الیاس صاحب نے لکھا کہ سال وفات ۵۲ نہیں ۵۳ ہے۔ اس لئے یہ قطعہ لکھا گیا۔

از رحمت حق اُمید باشد کہ بخلد　　دارد خوش عیش سرمد رابعہ را
تاریخ وفات ثبت کردند بہ لوح　　ساز و پُر نور مرقد رابعہ را

۱۳۵۳ھ

تاریخ وفات منشی احسان الدین صاحب اکبر آبادی

ہمسایۂ راقم در کوچہ قاضی و کوچہ تکیہاں آگرہ

منشی شمس الدین صاحب کی فرمائش سے فاتحہ کا مضمون نظم کیا گیا

تھے عابد و نیک نفس احساں　　تھے عاقل و حق پسند و حق گو
وہ ہوگئے راہی عدم آہ　　در پیش ہے راہ ہے سبھی کو
امید ہے تم سے فاتحہ کی　　اس مقبرہ تے نظر نے والو

بخشش کی تمھیں بھی آرزو ہے — تم بھی تو کچھ اُن کو پڑھ کے بخشو
تاریخ وفات ہے یہ ان کی
عیش اُن کو نصیب خلد میں ہو

۱۳۵۴ھ

تاریخ وفات اہلیہ ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب کانپوری (والدۂ ماسٹر خلیل الرحمٰن)

اہلیہ جمعدار شیخ عبداللہ — راحت ہو نصیب زیر تربت اُن کو
تھیں نیک نہاد وپاک باطن کیسی — بخشی تھی خدا نے کیا کرامت اُن کو
شوہر پہ نثار تھیں وہ بچوں پہ فدا — بھیجا تھا بنا کے حق نے نعمت اُن کو
کیا شوہر و اولاد پہ ٹوٹا ہے ستم — کیوں اور نہ دی اجل نے مہلت اُن کو
تاریخ ہوئی ہے یہ ز روئے الہام — کروٹ کروٹ نصیب جنت اُن کو

۱۹۳۵ء

تاریخ تجدید تعمیر منبر و عیدگاہ کرتپور بسعی میاں محمد شاہ صاحب دہلوی

بفرمائش عم مکرم مولوی طفیل احمد صاحب قبلہ مدظلہ

(۱)

منبر کرامت نشاں

۱۳۵۴ھ

(۲)

یہ ہے کرامت حضرت میاں محمد شاہ — کہ عید گاہ کا پیش نظر ہے منظر نو
بنائے نو کا یہ لکھا ہے سال حامد نے — یہ عید گاہ کرتپور بنی ہے از سر نو

۱۳۵۴ھ

کرتپور کا تلفظ محاورۂ عام کے مطابق بحذف واو نظم کر دیا گیا ہے۔ پورکسی طرح مصرع تاریخی میں موزوں نہ ہوتا تھا (قادری)

نوٹ: طفیل چچا نے اطلاع دی کہ حضرت شاہ صاحب کو اپنے نام کا اعلان پسند نہیں ہے۔ اس لیے انھوں نے صرف پہلی تاریخ منبر پر کندہ کرائی تجویز فرمائی

(۳)

حامد ہے طفیل شاہ صاحب ۔ یہ جامع عید و منبر عید
تاریخ بنائے نو سرلوح ۔ دیکھ : آج نیا ہے منظر عید

۱۳۵۴ھ

(۴)

بطفیلِ میاں محمد شاہ ۔ ہوگئی عید گاہ کی تعمیر
سال تعمیر اس کا اے حامد ۔ ہے ، مقام اقامتِ تکبیر

۱۳۵۵ھ

تاریخ وفات پیر سید غیاث الدین عرف چاند میاں سجادہ نشین دائرہ ریاست پالن پور

ان کے صاحب زادے پیر سید شمس الدین کی فرمائش سے ۱۲ر اپریل ۳۶ء کو لکھی گئی

تاریخ وفات واصل حق

۱۹۳۳ء

مزار حکیم الملک سید چاند میاں نور اللہ مرقدہ

۱۳۵۱ھ

(۱)

زچشم عالمیاں پردہ زیر تربت کرد ۔ ولی کامل وقطب یگانہ چاند میاں
زبہر سال وصالش ندائے غیب آمد ۔ کہ ، شد بخلد مسیح الزمانہ چاند میاں

۱۳۵۱ھ

(۲)

فرشتۂ اجلش بود قاصدِ محبوب ۔ وصال یافتہ باجانِ جاں غیاث الدین
بلوحِ قبر نوشتند سالِ رحلت او ۔ ولی ہند و مسیح زماں غیاث الدین

۱۹۳۳ء

تصنیف اقل العباد حامد حسن قادری

۱۳۵۵ھ

لکچرار فارسی و اردو سینٹ جانس کالج آگرہ

۱۹۳۶ء

تاریخ وفات رابعہ بیگم اہلیہ عبدالصمد صاحب

بفرمائش افضال احمد صاحب علی گڑھی

(۱)

بہارِ عمر جو دنیا میں کچھ نہ دیکھ سکی — کرے گی عیش وہ باغ و بہار جنت میں
یہی دعا یہی سال وفات ہے افضال — الٰہی رابعہ بیگم جوارِ رحمت میں

۱۳۵۴ھ

(۲)

فراقِ رابعہ ہے گلشنِ صمد کی خزاں — کلی خوشی کی کوئی باغ دہر میں نہ کھلی
صدائے ہاتفِ غیبی ہے یہ پئے تاریخ — جوارِ رحمت حق آج رابعہ کو ملی

۱۳۵۴ھ

تاریخِ دربارِ سینٹ جانس کالج

ہمارے کالج کے سابق پرنسپل کینن ڈیویس کے شاہانہ دماغ اور خود نما طبیعت نے یہ "ایجادِ بندہ" رائج کردی ہے کہ ہر سال سالانہ نتیجۂ امتحان ایک جلسہ میں سب پروفیسروں کے سامنے ایک ایک لڑکے کو بلا کر سنایا جاتا ہے اور کم محنت طلبہ کو چشم نمائی بھی کی جاتی ہے۔ اس کا نام دربار رکھا ہے مجھے یہ حرکت نہایت ناپسند ہے پہلے بھی اس دربار کی شان میں ایک آدھ رباعی کہی تھی۔ اب کے یہ تاریخ نکل آئی۔ (مورخہ ۲۴؍اپریل ۱۹۳۶ء)

اک کج دماغ کی یادگار

۱۳۵۵ھ

مجلس اعلان نتیجہ کی ہے تو دربار کیا — ہے اگر دربار، تو ڈانٹ اور ڈپٹ ہے بے محل
چاہیے حامد اگر تاریخ اس دربار کی — لو، یہی ہے یادگارِ کج دماغی بے مثل

۱۹۳۶ء

تاریخ مرگ مفاجات فرزند حافظ محمد عالم مدیر مجلّہ عالمگیر لاہور

(۱)

مرگِ پسر چہ حادثہ برجان حافظ است — بودہ است ہمچناں زازل بندوبست آہ
ممکن نشد ز کس کہ بگرداندش زراہ — تیرے کہ از کمانِ مقدر بجست آہ

کے متواں کشید وچساں متواں کشید — تیرِ غمے کہ در جگرِ او نشست آہ
رفتہ بہارِ وسیر ندیدیم روے گل — گوئی حیات پردہ بکشاد و بست آہ
تاریخ رحلتش ز دلِ حامدِ حزیں
برجست، ناگہاں دل حافظ شکست آہ

۱۹۳۶ء

(۲)

دلِ حافظ بخست از مرگِ فرزند — چہ تاریخ غمش کلکم نگارد
بچشمِ دل نظر کردم بروِیش — بگفتم، دیدہ از غم خوں ببارد

۱۹۳۶ء

تاریخِ سعید

۱۹۵۵ء

تعمیر مستحکم بنیاد

۱۳۵۵ھ

مکان نو جناب مولانا محمد مظفر علی صاحب ایم اے

۱۹۳۶ء

مدرس والا جاہ سینٹ جانس ہائی اسکول آگرہ

۱۳۵۴ھ

ہدیۂ قلمی حامد حسن قادری پروفیسر سینٹ جانس کالج

۱۹۳۶

(۱)

یہ شان و شوکت، یہ اوج و رفعت — ہے قصر گویا ممتاز منزل
ندرت مجسم، نزہت مصور — زینت سراپا ممتاز منزل
راحت کا پیکر، فرحت کا منظر — عشرت کا جلوا ممتاز منزل
قصر یگانہ، فخرِ زمانہ — شہکار یکتا ممتاز منزل
ہے سرزمینِ تاج اس پہ نازاں — دیکھے گی دنیا ممتاز منزل
یاں لائقِ سیر اور قابلِ دید — یا تاج ہے یا ممتاز منزل

آبادِ یارب بانی و مالک — قائم خدایا ممتاز منزل
حامد نے لکھی تاریخ اس کی — تعمیرِ زیبا ممتاز منزل

۱۳۵۵ھ

(دعوت بزم ادب کے لیے لکھی گئی جو بمقام ممتاز منزل محلہ تاج گنج آگرہ میں ہونے والی تھی)

یہاں احباب سب بزم ادب کے — بہت طے کر کے آئے ہیں مسافت
مجھے باوصفِ ضعف آنا پڑا ہے — وہ جھٹکے راہ کے اور یہ نحافت
معاذ اللہ سڑکیں آگرے کی — ملی رستے میں کیا گرد و کثافت
مگر ممتاز منزل میں پہنچ کر — نظر آئی صفائی اور نظافت
مکاں سے ہے عیاں مالک کی خوبی — ہے ان کے ذوق کا حُسن ولطافت
بنا ہے یہ بنائے راحت و عیش — تو بانی بانیِ خلق و شرافت
رہیں محفوظ دونوں ہر بلا سے — رہے مہجور دونوں سے ہر آفت
خدا کا سایہ رحمت ہو ان پر — نبیؐ کا ان پہ ظل لطف و رافت

....

یہ دعوت دعوتِ بزم ادب ہے — مگر شہ[1] جی کی یہ سنئے ظرافت
مجھے تو آپ جانیں شوق ٹھہرا — وہ کچھ ہو، شعر وتاریخ وصحافت
ملے گر نظم کرنے کو لطیفہ — مجھے لکھنے سے مطلب بے مخافت
وہ کہتے ہیں یہ دعوت ہے مکاں کی — کہ دو پیازے سے ہے ان کو خلافت
سبب اور ظرف دونوں کا ہے امکان — جو چاہو لے لو مفہوم اضافت
یہ تاریخ ان کی فرمائش سے میں نے — کہی، ممتاز منزل کی ضیافت

۱۹۳۶ء

(۲)

چہ دلکش منزلے ممتاز منزل — زہیر اوست روشن چشم و دل شاد
بنام بانیش تاریخ تعمیر — بگو حامد، مظفر منزل آباد

۱۳۵۵ھ

[1] سید محمود شاہ صاحب نہایت ظریف آدمی ہیں

(۴)

رہیں شاد ساکن اور آباد مسکن
یہ دعوت مبارک، یہ محفل مبارک
لکھو آج کے جشن کا سال حامدؔ
کہ تزئین ممتاز منزل مبارک

۱۳۵۵ھ

(۵)

کاشانہ مولانا مظفر علی صاحب

۱۹۳۶ء

گرامی محل قصر ممتاز منزل

۱۳۵۴ھ

(۷)

محل نفیس است ممتاز منزل

۱۳۵۴ھ

(۸)

مکان زیبا بنا کردۂ مولوی مظفر علی صاحب

۱۹۳۶ء

(۹)

بنائے مکان نیک بنیاد مولوی محمد مظفر علی صاحب

۱۹۳۶ء

تاریخ مظاہرہ دوچرخہ بازی (بائسکل سواری) مسٹر عبدالحمید علی گڑھی

مسٹر عبدالحمید نے فروری ۱۹۳۶ء میں نمائش علی گڑھ کے موقع پر یہ کمال دکھایا کہ بائسکل پر سوار ہو کر ایک وسیع دائرہ کے اندر مسلسل ۷۲ گھنٹے یعنی تین دن تین رات چلتا رہا۔ ایک لحہ کے لیے نہ ٹھہرا، اس میں اتنی طویل بیداری سب سے بڑا کمال تھا۔ عبدالحمید مارچ میں آگرہ آیا، اور میدان زیر قلعہ میں ۷۲ گھنٹے چلنے کے ارادے سے اپنا مظاہرہ شروع کیا، لیکن ۴۵ گھنٹے کے بعد یکایک گر پڑا اور بیہوش ہو گیا تقریباً ایک مہینہ بعد پھر اس نے وہی تماشہ دکھانا چاہا۔ اور ۹/ اپریل کو ۹ بجے صبح سے چلنا شروع کیا۔ ۱۰/ اپریل کو میں بھی دیکھنے گیا۔ اور وہاں سے آکر یہ قطعہ تاریخ لکھنا شروع کیا۔ ۱۱/ اپریل کو شام کے وقت ادھر میری نظم مکمل ہوئی اُدھر عبدالحمید کا مظاہرہ نامکمل ختم ہو گیا، یعنی ڈاکٹر ان متعین موقع نے اندیشہ ہلاکت ظاہر کر کے کلکٹر صاحب کے ذریعہ

سے عبدالحمید کو باوجود اس کے انکار کے تقریباً ۶۰ گھنٹے کے بعد اتروا دیا۔

روان بر سائکل عبد الحمید است — خدایش ناصر و یار و معین باد
سہ روز و شب کند گردش بمیداں — الٰہی ہمت او بیش ازیں باد
کند ترکِ سکون و راحت وخواب — خدایا قائم ایں عزم متیں باد
خیالِ خواب ازوے دور بادا — توان و تاب با جانش قریں باد
قوی جسم و قوی جان و قوی دل — بعونِ ایزدِ جاں آفریں باد
پے نظارہ ایں عزم و ہمت — فزوں ہر دم ہجوم زائریں باد
ز آواز دف و طبل ونے و چنگ — نشاط و شادمانی دل نشیں باد
دلش خرم تروعزمش قوی تر — ز شورِ مرحبا و آفریں باد
برائے قوت و تفریح و قوتش — پُر از چاے وز شربت سا تگیں باد
گہے دستش پُر از نارنج وانگور — گہے جامش ز شیر و انگبیں باد
بماند بیم ناکامی ز دل دور — امید کامیابی جاگزیں باد
زشوقِ شاہدِ مقصود دائم — درخشاں رویش وخنداں جبیں باد
رواں است ورواں است ورواں است — رواں تا ختم مدت ہم چنیں باد
ز جبر است آں و ایں از اختیار است — ز دورش دور گردوں شرمگیں باد
فرود آید چو بعد از سہ شب وروز — بحفظ از چشم زخم عیب بیں باد
پُر از شورِ جزاک اللہ واحسنت — ز فرش خاک تا عرش بریں باد
ز جوشِ نعرہ اللہ اکبر — دلِ حساد غمگین و حزیں باد
پُر از سیم و زر و نوٹ و دُر وگُل — کف و دامن و جیب وآستیں باد
بریں شہکار عزمِ مردِ ہندی — بتحسیں وا لب ہر نکتہ چیں باد
بحسرت مشرق ومغرب بما ناد — بحیرت یورپ و جاپاں و چیں باد

بیا حامدؔ کلامت مختصر کن — بگوئی تا بکے آں باد و ایں باد
بکن تحسیں بدیں مصراع تاریخ
بریں مردانہ ہمت آفریں باد
۱۳۵۵ھ

مظاہر حوصلہ ہیں — مظاہرہ تمام شد
۱۳۵۴ھ — ۱۹۳۶ء

تاریخ وفات شیخ حامد حسن صاحب

بفرمائش برادرِ مرحوم یعنی شیخ امیرالحسن صاحب ساکن نالہ پیپل منڈی آگرہ

(۱)

اخِی معظم شفیق و خلیق — برفت آہ وشد رونق افزائے خلد
امیر الحسن سالِ رحلت بگفت — کہ ، حامد حسن یافت ماوائے خلد

۱۳۵۴ھ

(۲)

راحت ہو ان کے جسم کو حاصل مزار میں — روح ان کی محوِ سیرِ ارم کے چمن میں ہو
تاریخ لکھنی ہو جو امیر الحسن تجھے — لکھ ، اک بہشت مرقد حامد حسن میں ہو

۱۳۵۴ھ

رُباعی تاریخی

جو "محمکدۂ رباعیات" (مجموعہ رباعیات خاکسار راقم) میں بجائے دیباچہ درج کی گئی

واتیرے لیے ہوا کہیں بابِ کمال — صادق بھی کبھی ہو اترا خواب کمال
تاریخ ہے تیری بے کمالی کی یہی — اے ذرہ خاک راہ اصحاب کمال

۱۹۳۶ء

سرورق تاریخی

اس مجموعہ کی نظمیں مختلف مواقع پر تصنیف ہوئیں اور متفرق اوقات میں درج ہوتی رہیں
اس لیے سرورق تاریخی کے عنوانات میں مختلف سنین ہجریہ و مسیحیہ جائیز رکھے گئے

بسم اللہ الذی خلق الانسان والبیان

۱۹۳۲ء

"مرآت شعر و سخن"

۱۹۲۷ء

یعنی

چند متفرق نظمیں

۱۹۲۷ء

جو خاص مواقع پر موزوں کی گئیں

۱۳۴۸ھ

از منظومات حامد حسن قادری

۱۹۳۱ء

مقدمہ لطائف منظوم

۱۳۵۵ھ

سرورقِ تاریخی

بسم الله الرحمن الرحیم مالك الملك القدیم العلیم

۱۳۵۴ھ

خمکدۂ رُباعیات

۱۳۵۳ھ

یا

کارنامۂ منظوم

۱۳۵۳ھ

نتائج فکر بے کمال حامد حسن قادری

۱۳۵۳ھ

دیباچۂ مختصر

۱۳۵۵ھ

یعنی

حقیقت رباعیات حامد

۱۳۵۵ھ

آغاز مقدمہ رباعیات حامد

۱۹۳۵ء

اتمام مقدمۂ رباعیات

۱۳۵۵ھ

دفتر تواریخ

سرورق تاریخی

(اس جدید اردو کورس میں پہلا امتحان بی اے ۳۸ء میں ہوگا)

نصاب اردو بی اے آگرہ یونیورسٹی

۱۳۵۵ھ

چمنستان نثر

۱۳۵۴ھ

یعنی

مضامین مشاہیر ادبیاتِ جدید

۱۹۳۶ء

مرتبہ

پروفیسر مولوی محمد طاہر فاروقی

۱۳۵۴ھ

آغازِ زمان نفاذ

۱۹۳۸ء

دفتر تواریخ

سرورقِ تاریخی

(برادر زادہ عزیز زاہد حسن فریدی کی بیاض پر لکھا گیا)

بہارِ انتخاب کلام

۱۳۵۳ھ

یا

بے مثال آئینۂ شعر و سخن

۱۹۳۵ء

یعنی

بیاض زاہد حسن صاحب فریدی

۱۳۵۳ھ

بلبل گلزار شعر و غزل

۱۹۳۵ء

دفتر تواریخ

تواریخ جشن جوبلی (۲۵ سالہ) نظام دکن واشاعت جوبلی نمبر دبدبہ سکندری

اخبار دبدبہ سکندری ریاست رامپور کے لیے لکھی گئی تھیں، لیکن ابھی مکمل نہ ہوئی تھیں کہ جشن جُبلی بوجہ وفات ملک معظم جارج پنجم ملتوی ہو گیا اور اخبار کی اشاعت خاص بھی۔ اس لیے مصرعے نہ لگائے گئے۔

(۱)

نوید جُبلی تخت نشینی

۱۹۳۵ء

(۲)

نظام آپ کو ہو یہ جُبلی مبارک

۱۳۵۴ھ

(۳)

چھپا ہے نظام جُبلی نمبر

۱۳۵۴ھ

(۴)

واہ کیا عثمان سلور جوبلی نمبر چھپا

۱۳۵۴ھ

تاریخ رخصت حمیرا بیگم بنت مولانا سعادت اللہ صاحب اسرائیلی سنبھلی

حمیرا کا نکاح ۱۹۲۶ء میں اس کے والدین نے اپنے ایک عزیز قریب عبدالقیوم کے ساتھ کر دیا تھا، لیکن اس کے بعد اس لڑکے سے ناراض ہو گئے اور بچی کو رخصت نہ کیا۔ سالہا سال بعد وہ خفگی رفع ہوئی اور عبدالقیوم کو بلانا چاہا تو اس کو ضد ہو گئی اور نہ آیا۔ غرض بڑی ترکیبوں اور کوششوں سے اس کو بلایا۔ وہ ۳ر مئی ۳۶ء کو آگرہ سسرال میں آیا۔ اور گھر ہی میں لڑکی کو رخصت کر دیا گیا۔ شکر ہے۔ غالباً دو سال ہوئے حمیرا نے ایک نعتیہ غزل کہی تھی اور مجھے دکھائی تھی۔ اس کے مقطع میں اپنا درد دل کہا تھا۔

"حمیرا کنیز آپ کے خاک در کی   کچھ اس کا بھی سرکارؐ سامان ہوگا"

مجھے جبھی سے یہ شعر یاد ہے اور تاریخ میں اسی کا حوالہ ہے۔

(۱)

بیٹھی رہی ماں کے گھر حُمیرا　　دس سال نکاح وعقد کے بعد
رخصت ہوئی اب تو میں نے لکھی　　تاریخ : ظہور طالع سعد
۱۳۵۵ھ

(۲)

جو سرکار دوعالم سے ہو فریاد　　تو کیوں پورا نہ ہو ارمانِ رخصت
ہوا بس ان کی رحمت سے یہ ساماں　　بظاہر کچھ نہ تھا امکان رخصت
ندائے غیب ہے گویا یہ تاریخ　　حُمیرا کردیا سامان رخصت
۱۹۳۶ء

(۳)

میسر آہی گیا دس برس کے بعد یہ دن　　لے اپنا بحر طرب میں سفینہ تیرا آج
یہ سالِ رخصتِ شادی لکھا ہے حامد نے　　خدا نے کردیا سامان لے حمیرا آج
۱۳۵۵ھ

(۴)

دنیا میں ہے نکاح جو اک نعمت عجیب　　سب نور ہے چراغ جوانی وحُسن کا
قیوم کو عیش ملا بعد انتظار　　تشنہ تھا وہ ایاغ جوانی وحُسن کا
حامد شب زفاف کی تاریخ ہے یہ خوب　　گلچیں ہوا ہے باغ جوانی وحُسن کا
۱۳۵۵ھ

تاریخ وفات کُبّڑے خان صاحب علی محمدؐ خاں رامپوری بفرمائش مظہر الرحمن

لحد علی محمد خاں رام پوری
۱۳۵۴ھ

(۱)

یا الٰہی جناں کے پھولوں سے　　کردے معمور قبر خان صاحب
لکھا سال وفات حامد نے　　جلوۂ نور قبر خان صاحب
۱۳۵۴ھ

(۲)

باغِ خلد کی جانب یارب کھڑکی کھل جائے تربت میں
یہ تاریخ لکھی حامد نے خان صاحب بزم جنت میں

۱۳۵۴ھ

تاریخ وفات اہلیہ مفتی محمد الیاس حسین صاحب کرتپوری

گنج مرقد بیگم صاحبہ مفتی الیاس حسین

۱۳۵۵ھ

قبرپاک بیگم صاحبہ مفتی محمد الیاس حسین

۱۳۵۵ھ

گو رفیقِ حیات کی فرقت غم جانکاہ ہے حقیقت میں
دلِ الیاس و ماہی بے آب گرچہ دونوں ہیں ایک حالت میں
کس کو یارائے دم زدن لیکن ایزدِ پاک کی مشیت میں
نیک بی بی کے واسطے بیشک قصر جنت ہے کُنجِ تربت میں
قُرب شوہر کا گرچہ چھوٹ گیا پہنچیں لیکن جوارِ رحمت میں

لکھ دو تاریخ لوحِ تربت پر
ہوگی راحت نصیب جنت میں

۱۳۵۵ھ

تاریخ وفات مفاجاتِ ڈاکٹر انصاری

ڈاکٹر مختار احمد انصاری بے نظیر ڈاکٹر اور مخلص کانگریسی لیڈر تھے، تشخیص، علاج اور جراحی تینوں میں بڑا ملکہ تھا۔ دس سال ولایت میں رہ کر تعلیم و مشق حاصل کی تھی۔ بعض آپریشن عجیب و حیرتناک کئے ہیں۔ نواب بھوپال و نواب رامپور (سابق و حال) کے معالج خاص تھے۔ غازی پور وطن تھا اور دہلی میں مطب۔ نواب رامپور کے پاس سے واپس آرہے تھے کہ ۹؍ مئی کو شب کے وقت ریل میں قلب کا دورہ پڑا۔ اور یکایک انتقال ہوگیا آخری بات جو انھوں نے ریل میں کسی ہمسفر سے کی یہ تھی:۔ ''میں ابھی مرنا نہیں چاہتا لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ مر رہا ہوں۔'' غالباً یہ بات انگریزی زبان میں کہی ہوگی۔ عجب

دفترِ تواریخ

حسرت ناک موت ہوئی۔اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے!(جون ۱۹۳۶ء)

تواریخ انتقال ناگہانی

۱۹۳۶ء

بر

سنگِ مزار ڈاکٹر انصاری

۱۳۵۵ھ

زبدۂ عصر ڈاکٹر انصاری	**فخرِ عہد ڈاکٹر انصاری**	**کانِ وقار ڈاکٹر انصاری**
۱۳۵۵ھ	۱۹۳۶ء	۱۳۵۵ھ
نادر العصر سرجن ڈاکٹر انصاری		**حق گو لیڈر ڈاکٹر انصاری**
۱۹۳۶ء		۱۳۵۵ھ

طبیبِ ہمدمِ مقبول مختار احمد انصاری

۱۹۳۶

(۱)

بڑے ڈاکٹر تھے مگر حکم حق میں ۔۔۔ خداقت نہ کچھ کام واللہ آئی
یہ تاریخ خود مشعر واقعہ ہے ۔۔۔ قضا ریل میں ہائے ناگاہ آئی

۱۳۵۵ھ

(۲)

وہ دہرہ دون سے جاتے تھے دہلی ۔۔۔ کہ رستے میں ملا حکم خدا آہ
وہ حاذق ڈاکٹر بے مثل سرجن ۔۔۔ نہ اپنے واسطے کچھ کر سکا آہ

مولوی سید شرف الدین صاحب یاس ٹونکی استاد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب شیخ الجامعہ کی فرمائش سے ڈاکٹر انصاری کی تاریخ کہی ہے۔ "تربت انصاری" میں ایک عدد، اضافہ کیا ہے لیکن تعمیہ کی صورت خوب پیدا کی ہے فرمایا ہے:۔

سروالف اللہ بر تربت انصاری ۱۳۵۴ھ

+۱

۱۳۵۵ھ

"نہیں میں چاہتا مرنا ابھی سے" دم آخر کہا تو یہ کہا آہ
لکھو حامد یہ عبرت ناک تاریخ
بچھوڑے خود مسیحا کو قضا آہ

۱۹۳۶ء

(۳)

کسی نے مجھ سے پوچھا، کون ہے، یہ جس کی تربت ہے کہا میں نے، مُشیر جاں نثار ملک و ملت ہے

۱۹۳۶ء

(۴)

ان کی تاریخ رقم حامد غم گیں نے کی پیش آے سفر آخرت ایکا ایکی

۱۹۳۶ء

تاریخ کامیابی خواجہ احمد فاروقی خلف مولوی حسن احمد صاحب مرحوم در امتحان بی اے

یکم جولائی ۱۹۳۶ء

الفاظ تاریخ میں یہ ایجاد بندہ ہے کہ B.A کو ان کے مترادف حروف اردو میں لکھا ہے

خواجہ احمد فاروقی بچھرا یونی ب، ا

۱۳۵۵ھ

تاریخ عبرت پیغام

۱۹۳۶ء

(نوشتہ فی البدیہہ بتاریخ ۱۳؍ جولائی ۱۹۳۶ء دوشنبہ)

چاہیے تھی قدر کرنی، پیرے کہ دم زعشق زند بس غنیمت است۔ اُلٹی یہ تاریخ تصنیف فرمائی گئی

نکلا اپنے فعلوں سے باندھ کے سب بستر بستا
میں نے کہی فوراً تاریخ ہو گیا بڈھا خر مستا۔؛

۱۳۵۵ھ

تاریخ وفات سر فضل حسین صاحب قائداعظم ہند

رحلت سر فضل حسین

۱۹۳۶ء

تھے مسلم قائد اسلام سر فضل حسین، تھی سیاست میں عجب نعمت خدا کی ان کی ذات
ذکر تھا تاریخ کا، یہ ایکؔ نے بڑھ کر کہا آہ اک ماتم ہے ملک و قوم کا اُن کی وفات
۲۴ر جولائی ۱۹۳۶ء ۱۳۵۵ھ

تاریخ وفات شاعر نعت و عاشقِ رسولؐ منشی امام الدین صاحب راقب فیروزپوری نقشبندی جماعتی

(۱)

از جہاں کرد سفر عاشق ومداحِ رسولؐ درارم قسمتِ او راحت صد گلشن باد
حامدا ایں مصرعِ تاریخ بقرش بنویس مرقدِ راقب اعجاز بیاں روشن باد
۱۳۵۵ھ

(۲)

الٰہی رحمتیں روحِ امام الدین راقبؔ پر خدا یا پاے جنت میں محل مداحِ پیغمبر
عجب شیوا بیاں شاعر تھا وہ مرحوم اے حامد کہو تاریخ رحلت۔ بے بدل مداحِ پیغمبر
۱۳۵۵ھ

(۳)

تھا کلامِ راقب شریں سخن ناز دہلی و دکن، پنجاب و سند
لکھ دو حامد ان کی تاریخ وفات فخرِ اسلام و فصیحِ ملک ہند
۱۳۵۵ھ

(۴)

آج ہے جورِ اجل سے حامدؔ آہ راقب سا سخنور خاموش
کیا ہوئیں ہائے وہ نعتیں اُس کی جو نہ رہتا تھا گھڑی بھر خاموش
حسرت آگیں ہے یہ تاریخ وفات کیوں ہے مداح پیمبر خاموش
۲۷ر جولائی ۱۹۳۶ء ۱۳۵۵ھ

رنگ تواریخ نشاط افزا

۱۹۳۶

بتقریب ولادت دختر نیک اختر مولوی ضیاء الرحمٰن صاحب بی اے۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر ابوانی

(۱)

(تاریخ نکاح ثانی)

گشت شاداں ز نکاحِ ثانی دل رنجور ضیاء الرحمٰن

چوں شنیدم زنِ دیگر آمد — گفت دل ۔ "حورِ ضیاء الرحمٰن"

۱۳۵۴ھ

(۲)

دخترِ زاد بسالِ اول — زنِ منکوح ضیاء الرحمٰن
سالِ میلاد ز روے الہام — گفتہ ام ۔ "روحِ ضیاء الرحمٰن"

۱۳۵۵ھ

(۳)

گشتہ است از شادمانی ہا بدل — حسرتِ چندیں مہ و سال ضیا
یا الٰہی زندہ باد و شاد باد — زاد دختر ۔ اے خوشا حالِ ضیا
فکر تاریخ ولادت کرد دل — گفت ہاتف ۔ شمعِ اقبالِ ضیا

۱۳۵۵ھ

(۴)

ازبہارِ گلِ روے دختر — گشت اُردی مہِ آبانِ ضیا
سالِ میلاد سعیدش حامد — گفت۔ آمد مہِ تابانِ ضیا

۱۳۵۵ھ

(۵)

پدید آمد از شمعِ رخسار دختر — شبستان اُمید را روشنائی
بگو حامدِ شاد سالِ ولادت — سرورِ دل ونورِ چشمِ ضیائی

۱۹۳۶ء

(۶)

دی ہے بیٹی تو دے گا بیٹا بھی — شکر ہے جو بھی کچھ خدا نے دیا
میں نے سالِ ولادت اے حامد — لکھ دیا ۔ بنت مولوی ضیا

۱۳۵۵ھ

۴؍اگست ۱۹۳۶ء

تواریخ سیر نشاط افزا

۱۹۳۶ء

مُرقعہ تواریخ سیر ڈیگ

۱۹۳۶ء

سنیٹ جانس کالج آگرہ کے اسٹاف کی سالانہ پکنک بمقام بھرت پورو ڈیگ بتاریخ ۱۸راگست ۱۹۳۶ء

(۱)

مقرر ہے ہر سال پکنک[۱] کی رسم — بڑے زندہ دل ہیں ہمارے کُلیگ[۲]
پڈگری[۳] میں بھی، اور ڈگری[۴] میں بھی — یہ اسٹاف[۵] بھی کاملوں کی ہے لیگ
کوئی پادری، پنڈت اور مولوی — کوئی آکسن[۶] کے کینٹب[۸] اور علیگ[۹]
سفر میں ہے بارش نہ ہونے کی شرط — یہ ڈر ہے کہ رستے میں جائیں نہ بھیگ
یہ پکنک کی تاریخ حامد لکھو — کرو آج سیر بھرت پور و ڈیگ

۱۳۵۵ھ

(۲)

کبھی متھرا کی کبھی ڈیگ کی سیر — اہل کالج بھی کیا کرتے ہیں
آتش اُلفت وہمدردی سے — دل کا روشن جو دیا کرتے ہیں
مہر ومہ نورِ خرد سے ان کے — رات دن کسب ضیا کرتے ہیں
خوشدلوں کا کہیں ہوتا ہے جو ذکر — نام ان کا ہی لیا کرتے ہیں
صاف دل رندِ ہیں اُن سے بہتر — جو تقدس میں ریا کرتے ہیں
یاں تو بیرے ہیں بجاے ساقی — جاے ےٗ چاے پیا کرتے ہیں
کھیل کر کیرم و تاش و شطرنج — مات پر مات دیا کرتے ہیں
کرتے ہیں شعروں میں ہم تک بندی — یعنی پیوند سیا کرتے ہیں
پاے اندیشۂ کو کرکے خارج — فکرِ تاریخ کیا کرتے ہیں

۳۲۸ زندگی زندہ دلی کا ہے نام
۱۶۱۳ مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

۱۹۳۶ء

---

۱ PICNIC سیاحت تفریحی ۲ COLLEAGUE ہم پیشہ، ایک محکمے کے ملازم۔ ۳ PEDIGREE نسل ونسب۔ ۴ DEGREE درجہ فضیلت مثلاً بی اے، ایم اے ۵ STAFF یعنی کالج کے پروفیسر ۶ OXON آکسفورڈ یونیورسٹی کا سندیافتہ ۸ CANTAB کیمبرج کا سندیافتہ ۹ ALIG علی گڑھ کا سندیافتہ

تواریخ مسرت بیز

۱۹۳۶ء

بہنگام سعی نکاحِ ثانی ڈاکٹر فصیح الدین بچھرایونی بمقام آگرہ

(۱)

شادی کی اندنوں ہے ضرورت فصیح کو — ذکر اس کا ہے ہر ایک عزیز و قریب سے
لیکن جو ایک خوش ہے تو ناخوش ہے دوسرا — لوگوں کے اختلاف ہیں اس میں عجیب سے
کہتا ہے اک، سہانے ہیں یہ ڈھول دور کے — کیا جانیے کہ نکلیں گے کیسے قریب سے
کہتا ہے کوئی سونے کی چڑیا ملی ہے یہ — خوبیٔ اتفاق سے حُسنِ نصیب سے
حیران ہے فصیح کہ کیا فیصلہ کرے — بنتی نہیں ہے بات بنائے غریب سے
لوگو کوئی علاج کرو اس مریض کا — گو عشق کی دوا نہیں ممکن طبیب سے
اس کو یہی ہے فکر، یہی دھن، یہی خیال — فریاد ہے اسی کی خدائے مجیب سے

تاریخ میں نے بھی یہ دلِ فکر سے کہی
ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

۱۳۵۵ھ

(۲)

بن گیا ہے عاشقِ نادیدہ فصیح — کچھ نہ ہو تو غمِ اُلفت ہی سہی
کہتا ہے لوگوں کے طعنے سن کر — "عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی"
آپ ہی آپ کہا کرتا ہے — "میری وحشت تری شہرت ہی سہی"
"ہم کوئی ترکِ وفا کرتے ہیں — نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی"
"ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے — بے نیازی تری عادت ہی سہی"
یار سے چھیڑ چلی جاتی ہے — کچھ نہیں ہے تو شکایت ہی سہی
کچھ تعلق تو لگا رہتا ہے — گو فقط ذکر و حکایت ہی سہی
مل تو جاتا ہے کبھی لطفِ طواف — اس کے کوچے کی بدولت ہی سہی
عجلتِ عقد ہے مقصود فصیح — چست گو طعنۂ سُرعت ہی سہی

کاٹا عُمر کا مقصد تھا اسے — کچھ نہ کچھ کٹ تو گیا مت ہی سہی
جانِ مجروح سے نکل تاریخ
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

۱۹۳۶ء

(۳)

آبیاری تو کرو کوشش سے — پھل بھی دے جائے گا یہ پیڑ فصیح
چل ہی نکلے گا یہ ٹٹو آخر — تم کیے جاؤ مگر ایڑ فصیح
ہارنا دل نہ تم اس میداں میں — گو رقیبوں سے ہو مڈ بھیڑ فصیح
عقد کے فکر کی حامدؔ تاریخ
کہہ دو۔ "خوبوں سے رہے چھیڑ فصیح"

۱۳۵۵ھ

(۴)

مشغلہ ہے فصیح کا دن رات — ذکر منگنی اور نکاح کی فکر
تم بھی تاریخ اس کی اے حامدؔ — کہہ دو۔ ہے نصف عیش، عیش کا ذکر

۱۹۳۶ء

(۵)

اللہ کہیں بیاہ کرادے فصیح کا — جلدی کہیں سے اس کو سنادے نوید عیش
ہر وقت ذکر سُنتا ہوں منگنی کا بیاہ کا — تاریخ میں نے لکھی ہے۔ ذکرِ امید عیش

۱۳۵۵ھ

(۶)

نہ دنیا کا ذکر اور نہ عقبیٰ کی فکر — فقط ذکر شادی ہے اور فکر عیش
مبارک ہو سعیِ نکاحِ فصیح — یہ تاریخ ہے۔ با مزہ ذکر عیش

۱۳۵۵ھ

(۷)

ہے جوانوں کے حق میں عقدِ نکاح — دلِ غمگین کا مرہم شادی

غم میں شادی کے اندنوں ہے فصیح   ہوئی تاریخ بھی ۔ غم شادی
۱۳۵۵ھ

(۸)

اس درجہ جو شوق خانہ آبادی ہے   شادی میں فصیح سلب آزادی ہے
دنیا ہو جو اشتہار ۔ عنوان کے لیے   تاریخ ہوئی ۔ ضرورت شادی ہے
۱۵/ اگست ۱۹۳۶ء   ۱۹۳۶ء

ہدیہ مستزاد مع تاریخِ نکاح

۱۹۳۶ء

(۱۶/ اگست ۳۶ھ کو منگنی ہوئی اور ۱۸/ اگست کو نکاح قرار پایا)

(منگنی کی خبر سنتے ہی یہ تاریخیں کہی گئیں)

(۱)

ماما بولی یہ اندھیر   چٹ منگنی پٹ بیاہ   گویا تھیں بیٹی سے سیر   چٹ منگنی پٹ بیاہ
میں نے سال عقد لکھا   اور ماما سے کہا   کہدے، "لو، بی کیسی دیر   چٹ منگنی پٹ بیاہ"
۱۳۵۵ھ

(۲)

کہتی تھی ماما سنیو بوا   چٹ منگنی چٹ بیاہ   کیسا ہے بیتاب موا   چٹ منگنی چٹ بیاہ
برسوں رہتے ہیں پیغام   تب بنتا ہے کام   شادی ہے یا کوئی جوا   چٹ منگنی چٹ بیاہ
اس پر دل کی ٹھہری صلاح   لکھیے سال نکاح   صادق اب یہ قول ہوا   چٹ منگنی چٹ بیاہ
۱۳۵۵ھ

(۱۸/ اگست کو معلوم ہوا کہ تعداد مہر میں فریقین کے درمیان اختلاف ہو گیا اور نکاح ملتوی رہا۔ فوراً یہ تاریخ ہو گئی)

قاضی کا نہیں خوف جو دو دل رہیں راضی   ہوتا نہیں پھر کچھ اثرِ بیش و کم مہر
ہے مہر کی تکرار سے رنجور فصیح آہ   اس واسطے تاریخ ہے ۔ تیر ستم مہر
۱۳۵۵ھ

تاریخ قاعدہ اردو قلمی نوشتۂ خالد حسن قادری برائے برادرِ خوردِ خودش

(۱۶؍اگست کو راشد نے خالد کا لکھا ہوا باتصویر قاعدہ دکھایا۔ میں نے فوراً یہ قطعہ تاریخ قاعدہ پر لکھ دیا)

لکھ دیا قاعدہ راشد کے لیے — بن گیا آج مصنف خالد
خود بنائی ہیں یہ سب تصویریں — کیوں نہ ہو دیکھ کے حیراں زاہد
"راہِ تعلیم" بھی ہے نام اچھا — اس کی تاریخ بھی لکھ دو حامد
ہاتف غیب سے پوچھو تو کہے — راہِ تعلیم عزیز راشد

۱۳۵۵ھ

تاریخ فسخِ عزمِ نکاحِ فصیح بسبب الزام ناروا

نوشتہ ۱۹، ۲۲؍اگست ۱۹۳۶ء

(۱)

ہیں گرچہ فصیح زندہ دل بھی — لیکن ہیں وہ نیک دل مسلماں
شوخی و مزاح بھی ہے اُن میں — لیکن نہیں یہ عیوب انساں
گاتے بھی ہیں وہ کہ خوش گلو ہیں — یہ بھی ہے مگر عطاے یزداں
گو اُن میں نہیں ہے خشکیِ زُہد — رندی بھی نہیں بحد عصیاں
ہے ڈاکٹری میں ذہن روشن — دعوے میں نہیں مسیح دوراں
شو فیکٹری کے بن کے ایجنٹ — گردش میں ہیں مثل چرخ گرداں
اسلاف تھے ان کے قابل فخر — ارباب علوم واہل عرفاں
برکت یہ اُنھیں کی ہے کہ یہ بھی — ہیں خلق نکو سے گل بداماں
ہے آج کل ان کو عقد کی فکر — دن رات ہیں بس اسی میں کوشاں
اک روز وہ کھیلتے تھے شطرنج — آنکلے اُدھر جناب ملاں[۱]
تھا ان کی بہن کو ان کا پیغام — ممکن تھا بر آے جلد ارماں
کیا جانئے کیا جناب سمجھے — گھر جا کے کہا، سنا کچھ اماں؟
لڑکا وہ قمار باز نکلا — دیکھ آیا میں اپنی آنکھ سے ہاں
پھر کیا تھا، وہ امی جان ان کی — لے کر غیظ وغضب کا طوفاں

۱؎ اصلی نام مخفی رکھنے کے لیے یہ لفظ تراشا گیا ہے۔ وہ اسی کے ہم وزن وہم قافیہ ہے۔

آئیں اور خوب روئیں پیٹیں — اور پھر ہوئیں یوں وہ گوہر افشاں
بولیں کہ بچا لیا خدا نے — ہے اس کا ہزار شکر احساس
بیٹی کی بھلی ہی سمجھو تقدیر — ہونا نہ پڑا ہمیں پشیماں
کھلتا جو یہ حال عقد کے بعد — کیا ملتا سوائے یاس وحرماں
ہم سمجھے تھے ہیں شریف یہ لوگ — نیکوں کو نہیں چلن یہ شایاں
ہر چند کہا کہ جھوٹ ہے یہ — کوسوں ہے جوے سے وہ گریزاں
شطرنج تو کھیلتے ہیں سب لوگ — حرمت نہیں ثابت و نمایاں
ٹینس ، شطرنج اور کیرم — تفریح کے ہیں فقط یہ ساماں
گو لہو و لعب ضرور ہیں یہ — زنہار نہیں جوے کا امکاں
تم خود بھی ہو مولوی کی بیوی — گھر علم وہنر کا مخزن وکاں
بیٹا ہے بفضلہٖ تمھارا — ہمنام امام اعظم الشاں
مومن کی طرف سے بد گمانی — ہے صاف خلاف حکم قرآں
لیکن نہ سمجھ میں ان کی آیا — اپنی ہی کہے گئیں وہ ناداں
مارا تھا جو مولوی نے کانٹا — اس کانٹے نے چھیدی رگِ جاں
بُہتان عظیم نے کیا آہ — سب عیش کا گھر تباہ و ویراں
راضی نہ ہوئیں نکاح پر وہ — وہ جانیں اور ان کا دین و ایماں

حامد اس واقعہ کی تاریخ
لکھ دو۔ "اثرِ فسونِ بُہتاں"
۱۳۵۵ھ

(۲)

نیست ہرگز قمار باز فصیح — گرچہ از لہو ولعب[1] تائب نیست
پند وتاریخ حامد اے ملاں — گوش کن ۔ "افترا مناسب نیست"
۱۳۵۵ھ

[1] اِصراح میں لعب فتح عین اور سکون عین دونوں سے لکھا ہے۔ اس لیے میں نے یہاں سکون عین کے ساتھ اور پہلے قطعہ میں فتح عین کے ساتھ نظم کیا ہے۔

(۳)

بمفتی ملاں بگو اے فصیح — کہ مپسند آزاد در حق من
بتاریخ گو مصرعے حسب حال — مبر ظن اقمار[۱] درحق من

۱۹۳۶ء

تاریخ ولادت دختر نیک اختر جناب امیر احمد صاحب صدیقی ایم اے ایل ٹی

اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول کان پور

(بفرمائش زاہد حسن فریدی سلمہ بتاریخ ۲۰/اگست ۳۶ء نوشتہ شد)

امیر احمد میرے مخدوم و استاد — بلندی پر رہے ان کا ستارہ
عطا کی ہے خدا نے ان کو دختر — یہ نعمت بھی ہے رحمت کا اشارہ
سعادت مند ہو یارب یہ بچی — مثال رابعہؒ مانند سارہؓ
کھلے اس کے لیے راحت کا گلشن — رہے دور اس سے غم کا ہر شرارہ
لکھی زاہد نے تاریخ ولادت
کہ بیٹی دی خدا نے ماہ پارہ

۱۳۵۵ھ

(یہی تاریخ دوسری طرح نظم کی گئی)

عید کی سی خوشی ہے بیٹی کی — مجھ کو استاد دیجیے عیدی
سالِ میلاد پیش کرتا ہوں — ماہ پارہ خدا نے بیٹی دی

۱۳۵۵ھ

تاریخ[۲]

وصال شاہ محمد اسمٰعیل صاحب قدس اللہ سرہ

۱۳۴۲ھ

حضرت اسمٰعیل شاہِ قادری — ہوگئے عالم کی نظروں سے نہاں

---

[۱] نظم کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ قمار سے مصدر اقمار نہیں آتا۔ مقامر و تقامر آتے ہیں۔ اب اس کو ضرورت تاریخی سمجھیے یا ایجاد بندہ۔

[۲] ماسٹر آفتاب احمد صاحب بی اے ٹیچر اسلامیہ ہائی اسکول اناؤ کی فرمائش سے لکھی گئی۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۶

راج شاہ[1] سوندھوی کے فیض سے — تھے فنافی اللہ وہ شیخ زماں
حافظ[2] ابراہیم صاحب کا خلوص — تادم آخر رہا آرام جاں
رحمتیں ہوں ان کی روح پاک پر — ان کا مرقدر شکِ گلزار جناں

آفتاب احمد لکھو سال وصال
شاہِ اسمٰعیل جنت آشیاں
۱۳۷۲ھ

تواریخ دیوان سوم نعتیہ (ساغر فرید) مصنفہ منشی غلام فرید خان صاحب

(۱)

عاشقانِ سرورؐ کل دیکھنا — نعت میں یہ گلفشانی فرید
تیسرے دیوان کی تاریخ ہے — ساغر بحر معانی فرید
۱۹۳۶ء

(۲)

شاعر و صاحب دل و خوش خلق ہیں — سہل نہیں حصر صفات فرید
تیسرے دیوان کی تصنیف کا — سال ہے ۔ شیریں کلمات فرید
۱۳۵۵ھ

(۳)

منکشف اسرار نہاں گشتہ است — بردلِ دانا ے غلامِ فرید
وا اشد در گلشن عرفان حق — چشم تماشاے غلام فرید
پُر شدہ از بادۂ عشقِ نبیؐ — ساغر و مینا ے غلام فرید
ساختہ گنجے ز مضامین نعت — طبع گہر زاے غلام فرید
یافت چہ گل ہاے تر از باغ نعت — ذوق تولاے غلام فرید
واہ زہر شعر تر اوش کند — شوق و تمناے غلام فرید

---

[1] شاہ اسمٰعیل صاحبؒ کے پیر و مرشد۔

[2] شاہ صاحب کے پیر بھائی اور دوست۔

سال بگو حامدِ رنگیں نوا گلشن معنائے غلام فرید

۱۹۳۶ء

تواریخ نیش زدن زنبور بر ران خاکسار حامد حسن قادری

ہمارے مکان شکستہ ڈاکٹر ماشاءاللہ خاں مرحوم واقع قاضی گلی میں بھڑوں کا چھتا ہے۔ بلند ہونے کے سبب سے رسائی مشکل ہے کہ توڑا یا جلایا جائے۔ بھڑیں اس قدر موذی ہیں کہ گھر بھر میں مشکل سے کسی کو کاٹنے سے چھوڑا ہوگا۔ مولوی حاجی محمد فیاض الدین صاحب رامپوری مہمان تھے اور ان کے ساتھ فتحپور سیکری جانے کا ارادہ تھا۔ رات میں لال ٹین اٹھا کر چلا کہ صبح کے لیے کپڑے نکال لوں۔ لالٹین پر تنہا ہوگا اس نے کاٹ لیا۔ پاجامے کے اوپر ہلکا سا ڈنگ لگا۔ لیکن اس نے بھی کافی اذیت دی۔ ورم بھی ہو گیا اور تھوڑی سی پتی بھی اُچھل آئی۔ صبح کا جانا کیا رات کا کھانا بھی ملتوی کیا۔ ناشتہ بھی پکتے پکتے رہ گیا غالباً بیس سال بعد میرے تیتے نے کاٹا ہے۔ (۱۸ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

(۱)

زخمے زد امشب بر رانم تیرے از کیشِ زنبورے
شکوہ چرا؟ چوں ہست مسلم نیش زنی کیش زنبورے
ہاں تاریخ بگو اے حامد ایذا از نیش زنبورے

۱۳۵۵ھ

(۲)

ارادہ تھا ہم اور فیاض صاحب کریں سیکری چل کے سیر اور سپاٹا
مگر نیشِ زنبور نے باز رکھا گندھا رہ گیا ناشتے کا بھی آٹا
یہ تاریخ تم التوا کے سبب کی سنا دو کر ۔ حامد تتیے نے کاٹا

۱۳۵۵ھ

تاریخ ہزلیہ اُعجوبہ

آگرہ یونیورسٹی کے کانووکیشن (سالانہ جلسہ تقسیم اسناد) کے لیے ہمیشہ سے از روئے قانون نومبر کا مہینہ اور سنیچر کا دن مقرر ہے۔ تاریخ کوئی ہو ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۵ء تک آٹھ جلسے اسی پابندی سے ہوتے رہے۔ ان جلسوں میں کبھی کبھی گورنران صوبہ نے بھی صدارت کی جو یونیورسٹی کے چانسلر ہوتے ہیں۔ لیکن ہمیشہ سنیچر کا دن ہی رہا۔ ۱۹۳۶ء

کے لیے گورنر صاحب نے ۲۰ نومبر روز جمعہ مقرر کر دیا۔ ان کو خود کیا خیال ہوتا، یہ رجسٹرار اور چانسلر کا فرض تھا کہ جمعہ کے جلسے کی دشواری کو دیکھتے۔ لیکن وہ دونوں ہندو ہیں بلکہ ساری یونیورسٹی گویا کفرستان ہے چنانچہ اسی دن کا اعلان کر دیا۔ اس میں بڑی خرابی یہ تھی کہ سند لینے والے لڑکوں کو ساڑھے بارہ بجے سے حاضر رہنا پڑتا ہے۔ اس طرح مسلمانوں کو نماز جمعہ کا وقت نہیں ملتا۔ یہ دیکھ کر جلسے سے کئی مہینے پہلے عابد حسن نے وائس چانسلر ڈاکٹر باسو کو ایک طویل خط لکھا کہ آپ نے مسلمان لڑکوں کے لیے یہ مسئلہ پیش کر دیا ہے کہ وہ یا سند لے لیں یا نماز جمعہ پڑھ لیں۔ اگر ایک لڑکا بھی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو اس کی رعایت ضروری ہے۔ اس خط نے یونیورسٹی میں ایک تہلکہ ڈال دیا اور اور شورش خاموش برپا کر دی۔ آخر لڑکوں کو اطلاع کر دی گئی کہ دس بجے آکر گون لے لیں اور بعد نماز دو بجے آکر شریک جلسہ ہو جائیں اور سند لے لیں۔

جمعہ کو رکھا کانووکیشن — توہین اسلام تھی کیسی
آگیا ہوش ان بے دینوں کو — سُننی پڑیں کچھ ایسی ایسی
کرنی پڑی آخر کو رعایت — بات نہ تھی کچھ ایسی ویسی
لکھنی ہے تاریخ جو حامد — ایسی ہو یہ بات ہے جیسی

۳۲۹

یعنی کہہ دے کُفر کدہ سے
بات ترے کی ایسی تیسی

۳۲۹+۱۶۰۷=۱۹۳۶ء

تواریخ وفات مفاجات مُنیر الزماں خاں مارہروی طالب علم سنیٹ جانس کالج آگرہ

ماہ اپریل ۱۹۳۶ء میں ایف اے کا امتحان دے کر مارہرہ گیا۔ مئی میں اتفاق سے دریا میں ڈوب گیا جون میں کامیابی امتحان کا نتیجہ آیا زاہد حسن فریدی سلمہ کی فرمائش سے یہ تاریخیں کہی گئیں اور کالج میگزین میں شائع ہوئیں۔

(۱)

نامش منیر و رعنا جوانے — پیش ضمیر ش مہ غرق خجلت
در کالج ما مشغل بنودہ — شیریں مقالے، نیکو سریت
بہر شنا شد روزے بدریا — ناگاہ آمد پیغامِ رحلت

زندہ نیا مد از آب بیروں — اے وائے حسرت، اے وائے عبرت

تاریخ مرگش حامد نوشتم

تنش بدریا روحش بجنت

۱۹۳۶ء

(۲)

چہ دستِ اجل بود آں موجِ آب — کہ بُرد از برِ ما جوانے سعید

من از روے الہام تاریخِ مرگ — بگفتم - منیرِ غریق و شہید

۱۹۳۶ء

(۳)

زمرگش غمین و حزینیم ما — خدا داردش شاداں در بہشت

ہمیں قول رضو انست تاریخ او — کہ - آید منیر الزماں در بہشت

۱۳۵۵ھ

(۴)

تو رہا خوب اے منیر زماں — غم ہستی کا بار اترا

یہ دل زار سے ہوئی تاریخ — ڈوب کر بھی منیر پار اترا

۱۳۵۵ھ

(۵)

منیر اس طرح مر جائے، یہی رونا ہے، گو سچ ہے

کسے رہنا ہے دنیا میں، کسے اٹھنا ہے دنیا سے

سنا ہے، اُس سے پہلے کہہ دیا تھا اک نجومی نے

نہ جانا پاس دریا کے تمھیں خطرہ ہے دریا سے

نہ جانا تھا لبِ دریا، مگر اک روز جا پہنچا

کہ نادانی بھی ہو جاتی ہے اکثر مرد دانا سے

نہ کیوں جاتا کہ سچ ہے کان وعد اللہ مفعولا

نکلنا اس کا گھر سے، تھا ادھر کے کم دریا سے

حیات و موت کا واللہ وہ عقدہ ہے پیچیدہ
کہ دانشمند بھی عاجز رہے حلِ معما سے
تماشے کو گیا تھا دوستوں کے ساتھ دریا پر
مزہ چکھنا تھا لیکن موت کا ذوق تماشا سے
جو دیکھا تیرتے لوگوں کو، جی اس کا بھی للچایا
چلا دریا کی جانب جیسے پانی پر گریں پیاسے
بس اک غوطہ لگایا تھا کہ پیغام قضا پہنچا
اجل ٹالے نہیں ٹلتی کسی دانا توانا سے
غریق ناگہاں کو رتبہ ملتا ہے شہادت کا
امید مغفرت اس کو نہ کیوں ہو حق تعالیٰ سے
"خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں"
ملے باغ جناں اس کو طفیل شاہ بطحیٰ سے
مجھے تاریخ کی تھی فکر، بولا ہاتف غیبی
لکھو۔ کیا خوب پہنچا خلد میں وہ راہ دریا سے

۱۹۳۶ء

تاریخ تخت نشینی مہاراجہ گوالیار

۵ر نومبر ۱۹۳۶ کو یہ رسم ادا کی گئی

(یہ تاریخ حافظ سعید الرحمٰن صاحب مرحوم کے سالے حافظ بشیر احمد صاحب کے فرزند محمود الرحمٰن صدیقی عندلیب نگینوی کے لیے لکھی گئی تھی)

سندھیا کا رہے خورشید ہے ریاست تاباں — اے جواں بخت مہاراجہ جیا جی راؤ
عندلیب آج ہے دن جشن کا، پڑھ دو تاریخ — والی تخت مہاراجہ جیاجی راؤ

۱۹۳۶ء

تاریخ انقلاب شاہی ایڈورڈ

۱۹۳۶ء

تاج سے دست برادری

۱۳۵۵ھ

شاہ برطانیہ وقیصر ہند ملک معظم ایڈورڈ ہشتم جنوری ۱۹۳۶ء میں اپنے والد بزرگوار جارج پنجم کی جگہ تخت نشین ہوے۔ بادشاہ سلامت سالہا سال سے ایک عورت کے دام عشق میں گرفتار تھے۔ کہتے ہیں کہ اس عورت نے ۱۹۱۶ میں ایک شخص ویلس وار فیلڈ آف بالٹی مور سے شادی کی تھی اور ۱۹۲۶ میں اس سے طلاق لے کر ایک دوسرے شخص ارنسٹ سمپسن کے نکاح میں آگئی تھی اور پھر دس سال بعد اکتوبر ۱۹۳۶ء میں دوسرے شوہر سے بھی آزادی حاصل کرلی۔ اسی مرتبہ بادشاہ سلامت کی زینت پہلو بننے کے لیے طلاق لی ہے وزارے برطانیہ نے شاہ ایڈروڈ کو اس نکاح کی اجازت نہ دی اس لیے بادشاہ نے حکومت سے دست برداری کرلی۔ اور ان کے دوسرے بھائی جارج ششم کا لقب اختیار کر کے بادشاہ بن گئے۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۶ء کو برطانیہ میں اور ۱۴ دسمبر کو ہندوستان میں سرکاری طور پر اعلان کردیا گیا اب شاہ سابق ڈیوک آف ونڈسر کہلائیں گے۔ اپریل ۱۹۳۷ء میں اپنی محبوبہ مسز سمپسن سے نکاح فرمائیں گے۔

(۱)

شہنشاہِ اڈورڈ شاہی کند ترک — بعشق مسز سمپسن شوخ طرار
چو تاریخ جستم، ندا آمد از غیب — کہ از "تخت وخیل وحشم" "دست" بردار

۲۴۰۰ ـ ۴۶۴ = ۱۹۳۶ء

۱۹۳۶ء

(۲)

جو اڈورڈ کی بدلی تقدیر شاہی
کہی میں نے تاریخ: تغیر شاہی

۱۹۳۶ء

(۳)

دل مسز سمپسن میں اٹکا تھا — کچھ دنوں بیدلی سے راج کیا
ہوئی تاریخ دست برداری — نذر سودائے عشق تاج کیا

۱۹۳۶

(۴)

ز آغاز می نمود خرد مند شاہِ ما
این کار کرد لیک عجب نا دُرست او

تاریخ ترکِ شاہیِ اڈورڈ ہشتم است
از تاج در ہوائے زنے دست شست او

۱۹۳۶ء

(۵)

ایں فرود آمد آں تخت نشست
ہر کرا دادہ اند بخت جُدا

گفتہ ام حسبِ حال تاریخ
"شاہِ مجنوں" ز "تاج و تخت" جدا

۱۸۱۰ - ۴۵۵ = ۱۳۵۵ھ

(۶)

چھوڑ بیٹھے بے تکلف دو دو خاوندوں کو جو
اُس طلاقن کے لیے اڈورڈ تج دے اپنا راج

میں نے بھی تاریخ پوری کی ہے یہ دو چھوڑ کر
شاہ نے ہار ا قمار عشق کی بازی میں تاج

۱۹۳۶ء

(۷)

وہ دو خاوند چھوڑے اور یہ لاج اور راج اپنا
بتاؤ ہوتے ہیں سینگ اور کیا گمراہ کے سر میں

کہی تاریخ میں نے دو کو شامل کر کے اس ضد میں
خمارِ دانہ گندم[1] بھرا ہے شاہ کے سر میں

۱۹۳۶ء

(۸)

بعشقِ پیر زن کاں ترک گفتہ شوے ثانی را
شہِ اڈورڈ ہشتم کرد آخر ترکِ تاج وگاہ

بریں مردانہ ہمت آفریں گوے وبتار بخش
بگو حامد ۔ سلامت باد استقلالِ عشق شاہ

۱۹۳۶ء

[1] حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ عشق کے متعلق فرماتے ہیں: "ایں خمار دانہ گندم بود۔"

(۹)

گرفتی زاڈورڈ و وادی بجارج — بشد ماتشاء ، نشد مانشاء
شمر دی چو اے دل کہ "معزول شد" — بگو۔ تنزع الملک ممن تشاء

۴۵۷ — ۱۴۷۹ھ

۱۹۳۶ء

(۱۰)

شاہ لے شاہی کہ شادی ، ایک چیز — ہے یہ مسٹر بالڈون کی رائے سخت
میں نے بھی کہہ دی لکھے ایک — یعنی ، یا محبوبہ لے یا تاج و تخت"

۱۹۳۶ء

(۱۱)

ہوا سلطنت میں جو یہ انقلاب — بہت کچھ بڑے پادری کا ہے دخل
دل شاہ ٹوٹا، یہ تاریخ لکھ — بشپ آف کنٹربری کا ہے دخل

۱۹۳۶ء

(۱۲)

اڈورڈ کی اس نے دل سے ہمدردی کی — نکلا تو یہ ایک شخص مشکل کا شریک
تاریخ بھی میں نے حسب موقع لکھی — ہے مشورہ بے مثال چرچل کا شریک

۱۹۳۶ء

(۱۳)

حامد عجبے نیست ازیں گردش ایام — گر جارج بتخت آمد واڈورڈ اگر رفت
تاریخ نوشتہ عجبے کلک مورخ — مارا چہ از انجام کہ گاو آمد و خر رفت

۱۹۳۶ء

(۱۴)

بہت عجلت سے کی تھی ترک شاہی، اور یہ آساں تھا — مگر عدت نے راہ وصل ماری، یہ قیامت ہے
اگر لکھنا ہو حامد سال ہجری عیسوی یکجا — کہو، اپریل کی ساعت شماری، یہ قیامت ہے

۱۳۵۵ + ۵۸۱ = ۱۹۳۶

ـــه اس قطعہ میں یہ خوبی ہے کہ اگر آخری مصرعوں کی ردیف اور اس کے برابر پہلے مصرعوں سے آخری الفاظ چھوڑ کر پڑھی جائے تب بھی قطعہ و مضمون و تاریخ سب موزوں رہتے ہیں۔

(۱۵)

چھ مہینے ہیں ابھی وصلِ مسز سمپسن میں — شوق کے حق میں ہے، یہ قید، تباہی گویا
بر محل میں نے یہ تاریخ کہی اے حامد — آب و غربال ہے صبر دلِ شاہی گویا

۱۹۳۶ء

(۱۶)

ڈھل گیا اے شاہ جو خورشیدِ حسن — پایا تو کیا پایا دل آرام کو
وصل ہو زوجہ سے تو تاریخ ہو — "عید ہوئی ذوق و لے شام کو"[1]

۱۳۵۵ھ

(۱۷)

دیدۂ مجنوں و لیلیٰ ہو تو ہو — ہے جوانی کا تو اب وقتِ وداع
لکھ دے یہ تاریخ کوئی شاہ کو — ہے دُکانِ حسن و خوبی بے متاع

۱۳۵۵ھ

(۱۸)

عشق کے ہاتھوں ملی شاہنشہ اڈورڈ کو — ملک کی شورش سے بھی دولت کے شر سے بھی نجات
میں نے یہ تاریخ لکھی سُن کے شاہی فیصلہ — تاج کے ساتھ آج پائی دردِ سر سے بھی نجات

۱۹۳۶

(۱۹)

مزید ار ہوا لکھ، کیا خاک لذت — چبا یا ہوا اک نوالہ ملا ہے
ہوئی فکرِ تاریخ حامد تو دل نے — کہا، ٹوٹا پھوٹا پیالہ ملا ہے

۱۳۵۵ھ

تضمین بامزہ

۱۳۵۵

حالِ عاشقی شہ، بیانِ حافظ و حامد

۱۹۳۶ء

نہ چڑھتا کس لیے عشقِ شہِ اڈورڈ کا پارا — کہ تھا حُسنِ مسز سمپسن نے تیرِ بے خطا مارا

[1] استادِ ذوق دہلوی کا مشہور مصرع ہے۔

عجب کیا، کہہ گیا ہے پہلے اک اللہ کا پیارا　　اگر آں تُرکِ شیرازی بدست آرد دلِ مارا
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

بھلا مسحور تھی جب عقل ساری اور دل سارا　　سمجھتا کیا وہ، ناحق سب نے سمجھانے میں سر مارا
وزیر آئے جو مانع تو یکا یک شاہ للکارا　　اگر آں تُرکِ برطانی بدست آرد دلِ مارا
بزلفِ کوتہ اش از تخت شویم دستِ دعوا را

اُدھر تھا حُسن مردو عشق زن۔ برعکس ادھر عالم　　وہاں عصمت یہاں شاہی کے جانے کا تھا ڈر ہر دم
یہ اڈورڈو مسز سمپسن پہ بھی صادق نہیں کچھ کم　　من از آں حُسنِ روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را

ز عقدِ بے بہا ے گوہرِ روشن بدانستم　　زگل ہاے ترِ خوشبوے صد گلشن بدانستم
زندرِ کارہاے خوبِ ہر فیشن بدانستم　　زحُسنِ روز افزوں مسز سمپسن بدانستم
موٹرکار
کہ عشق از تختِ انگلستان فرود آرد شہ مارا

مسز سمپسن نے رنگِ عشق میں شہ کو دیا وہ ڈوب　　کہ چھینے اس نے سب رایل کراؤں اور رایل روب
غضب ہے یہ جنوں بن جائے صحنِ عقل کی جاروب　　فغاں[1] کیں فتنہ امریکی و شوخ فرنگ آشوب
چناں بُردہ است صبر از شہ کہ تُرکاں خوانِ یغمارا

کسی انجیلِ رُخ کا ہوشہ ہندوستاں حافظ　　رہے ہر حال میں اس کا خدائے انس و جاں حافظ
یہ تضمیں خوب لکھی، گو کہاں حامدؔ کہاں حافظ　　غزل گفتی و دُر سفتی بیاد خوش بخواں حافظ
کہ بر نظمِ تو افشاند فلک عقدِ ثریا را

بدرجِ لعل پاشد لعل و مرجاں بحر و کاں حامدؔ　　ببرجِ ماہ بخشد ماہ و خور را آسماں حامد
بلوحِ سیم بارد سیم و زر را کہکشاں حامدؔ　　بحُسنِ شوخِ ایں مصراعِ تاریخی بخواں حامد
بجامِ زر بیفشاند فلک عقدِ ثریا را

۱۹۳۶ء

سر تا وصلش با مسز سمپسن اگر باشد　　بگو۔ عقدِ ثریا را بہ جامِ زر فدا شد

۱۹۳۷ء

---

[1] امریکی نے Royal Crown شاہی تاج Royal Robe شاہی لباس [illegible]

فغاں کیں لولیانِ شوخ شیریں کار شہر آشوب　　چناں بردند صبر از دل [illegible]

تواریخِ تخت نشینی ملکِ معظم قیصرِ ہند جارج ششم شاہ برطانیہ

(۱)

چو دیدم جم حشم شاہِ معظم
بشد تاریخ ہم، "شاہِ معظم"
۱۳۵۶ھ

(۲)

سلطنت زیب وشان دیگر گیرد
چوں شہ جارج تخت را آراید
حامد ایں سالِ تاجپوشی گفتم
شاہدِ بختِ شاہ چہرہ نماید
۱۹۳۶ء

(۳)

اڈورڈ ہشتمیں کا تھا جشن ہونے والا
کیا ہو گیا ہے یارب، انساں کی عقل گم ہے
اے خامۂ مورخ تاریخ جشنِ نو کی
لکھ: جشنِ تاجپوشیِ جارجِ ششم ہے
۱۹۳۷ء

(۴)

جو ڈیوک سے بنا کنگ، اب ہے وہ ڈیوک کا ڈیوک
ہے کنگ، ڈیوک تھا جو، بیداد کہیے یا داد
قیصر کو اس کی شاہی، حامد کو اس کی تاریخ
تقدیر سے ملی ہے اب دولتِ خداداد
۱۹۳۶ء

(۵)

خرد سے فالِ تاریخی جو چاہی
تو بولی، جارج پائے تختِ شاہی
۱۹۳۶ء

بحر خفیف = فاعلاتن مفاعلن مفعولن

(۶)

واقف ہے گلزارِ جہاں کا پتّا پتّا ، بوٹا بوٹا
بن کے گدائے عشق ملا ہے ایک پیالہ ٹوٹا پھوٹا
بھیک کا لقمہ ، لاکھ مزے کا خاک برابر اور کا جھوٹا
عشق نے پیا ڈھول خوشی میں عقل نے غم میں سینہ کوٹا
ایک پھنسا ہے جال کے اندر ایک اگر جنجال سے چھوٹا
اُس نے لوٹی حُسن کی دولت اس نے مزہ شاہی کا لوٹا

۸۸۴

لکھ قلم تقدیر سے تاریخ
بلّی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا

۱۰۵۲
+۸۸۴
۱۹۳۶ء

تواریخ انتقال ناگہانی

۱۹۳۶ء

منشی دھنپت رائے "پریم چند" ادیب کامل و نقاد ہندی و اردو

۱۹۳۶ء

(۱)

اس دور میں ہوئی ہے ادیبوں کو کم نصیب رکھتے تھے جو قلم میں روانی پریم چند
بے مثل تھا فسانہ نگاری میں طرزِ خاص رکھتے نہ تھے زمانے میں ثانی پریم چند
نقاد بھی ، ادیب بھی ، ناول نگار بھی تھے شاہِ کشورِ ہمہ دانی پریم چند
تکمیل اور ہندی و اردو کی تھی ضرور تھی موت ابھی سے تم کو نہ آنی پریم چند
"ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق" گو زندگی سبھی کی ہے فانی پریم چند
رکھتے تھے تم بھی عشق ادب، عشق ملک و قوم کی نذرِ عشق تم نے جوانی پریم چند
زندہ ہو تم بھی، زندہ ہیں جب تک زبان و ملک یہ زیست وہ ہے جو نہیں آنی پریم چند

باقی رہے گی ہندی و اردو کے ساتھ ساتھ چھوڑی ہے تم نے ایسی نشانی پریم چند

....

حامد پریم چند کی تاریخِ انتقال ہے۔ فخر عصر و بحر معانی پریم چند

۱۹۳۶ء

(۲)

پیامِ مرگِ دھنپت راے آمد کہ برقِ خرمنِ ہندی و اردو
زگوہرہاے گفتارِ "پریم" آہ تہی شد دامنِ ہندی و اردو
بگو سالش زروے یاس و افسوس خزانِ گلشنِ ہندی و اردو

۱۳۵۵ھ

(۳)

مثلِ نثر پریم چندِ ادیب چرخ کم دیدہ ہندی و اردو
چوں ندارند در غم مرگش چشم نم دیدہ ہندی و اردو
گفت تاریخ رحلتش حامد ع آہ غم دیدہ ہندی و اردو

۱۳۵۵ھ

(۴)

رفت پریم چند ہم درپسِ راشد آہ آہ
اے اجل از سنانِ تو زخم بدل خوریم چند؟
ملک و زباں ز مرگ او بسکہ بخوں نشستہ اند
سالِ وفاتِ او بگو، آہ غم پریم چند

۱۳۵۵ھ

تاریخِ تاریخ گوئی

ایک رات کو تاریخیں کہتے کہتے گیارہ بج گئے۔ وقت کا اندازہ ہوا تو لاحول پڑھتا ہوا اٹھا، لمپ گل کر کے سونے کو لیٹ گیا، لیکن لیٹتے ہی اس رضاعت او قات کا خیال آگیا اور اس کی تاریخ نکالنے میں ذہن مصروف ہو گیا چند منٹ میں دو تاریخی مادے لحاف کے اندر آنکھیں بند کئے ہوئے نکل آئے سوچا کہ ممکن ہے صبح کو یاد نہ رہیں۔ اٹھا، لمپ روشن کیا

خود تاریخ

مسجد کے لکھے ہوئے مصرعوں سے تیرہ سو پچپن نکلتے

(۱)

ہے تاریخ کی تاریخ گوئی کہ "عمدہ ہے یہ تاریخ گوئی"

۱۹۳۶ء

(۲)

نہ تاریخ گوئی میں کچھ کوئی ہے جو کچھ تو رکھتے قیمت یہ وقت
یہ تاریخ گوئی کی تاریخ ہے کہ "ہے آخر تک یہ محنت یہ وقت"

۱۹۳۶ء

(۳)

عدد و شمار بھی جس وقت کھوتے ہیں کہ یہ دو کام کا شیدا نہیں قصور میرا
اگرچہ مصرعے میں تنگ قافیہ ہو جائے مگر ضرور بھٹکتی ہے نہ کہ پورا میرا
سوائے اس کے کہ بزم ادب میں ہو تعریف کچھ اور اس سے نہ دنیا نہ دین مسرور میرا
ہمیں غرض کوئی پیدا ہو یا کوئی مر جائے یہ بخشوائے نہ اس سے ہو کچھ وصول میرا
عمل بھی چاہیے، تاریخ تو درست ہے یہ "کہ یہ کام اس سے زیادہ نہیں قصور میرا"

۱۳۵۵ھ

تاریخ ہائے الم رحلت

۱۹۳۶ء

سنگِ مزار مولوی نور الحسن صاحب علوی کاکوروی

۱۳۵۵ھ

ابن محسن عالم جناب مولوی محسن کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۵۵ھ

پہلی تاریخ کا اضافہ بعد کو کیا گیا ہے۔ نوٹ میں جن کا ذکر ہے وہ دوسری اور تیسری کی تاریخیں ہیں

اُدخلی فی عبادی وادخلی جنتی

۱۹۳۶ء

(۱)

بجنت مولوی نورالحسن رفت — دُرِ یکتا ز گنجِ علم شد گم
دلِ اہلِ نظر راچوں سُویدا — بچشمِ اہل دل مانندِ مردُم
بر اخلاق نکویش فخر ما بود — چو ناز آسماں بر ماہ و انجم
رقم سالِ وفاتش کرد حامد — کہ، نیر داخل فردوس ہشتم

۱۰۹۵ + ۲۶۰

۱۳۵۵ھ

(۲)

ایسا صدمہ ہے وفاتِ مولوی نورالحسن — کب چھپائے سے ترے اے دیدۂ پرنم چھپا
لکھی تربت کے لیے حامد نے تاریخِ وفات — آج کیا اوجِ ادب کا نیرِ اعظم چھپا

۱۳۵۵ھ

تواریخ انتقال اندوہناک

۱۹۳۶ء

برائے

مزارِ افصح الکلام اصغر گونڈوی

۱۹۳۶ء

(۱)

صاحب دلِ خدا دوست اصغر حسین گونڈہ
دائم بظلِ لطف داور بخلد بادا
چوں راہی جناں شد بنوشت کلکِ حامد
سالش ز روے الہام، اصغر بخلد باد

۱۹۳۶ء

(۲)

حضرت اصغر حسین گونڈوی — شعر میں رکھتے تھے کیا دل کیا نگاہ
ان کی تصنیفاتِ نثر و نظم ہیں — آسمانِ علم و فن کے مہر و ماہ

ے مرحوم کا تخلص نیر تھا

حامد ان کی قبر پر سالِ وفات　　لکھ ۔ منور قبر اصغر یا الٰہ

۱۹۳۶ء

(۲)

گئے دارِ فنا سے جانب باغِ جناں اصغر
ادیبِ ملک اصغر ، ناظمِ شیوا بیاں اصغر
انھیں حاصل تھا حامد مرتبہ معجز کلامی کا
لکھو تاریخ رحلت ۔ شاعر جادو زباں اصغر

۱۹۳۶ء

(۳)

جو سوز و درد و اثر تھا کلامِ اصغر میں　　وہ فنِ شعر میں ہے نادر و لطیف و عجیب
جگر[1] کے دل سے وہ پوچھو مری زباں سے سنو　　نیاز[2] اور یگانہ[3] کو کب ہوا ہے نصیب
یہ سالِ رحلتِ اصغر لکھا ہے حامد نے
کہ ۔ آہ شاعر و نقاد و نکتہ سنج و ادیب

۱۳۵۵ھ

سرورقِ تاریخی روزنامچہ حامد حسن قادری بابت ۱۹۳۷ء

۱۳۵۵، ۱۳۵۶ھ

واللہ علم غیب السماء

۱۳۵۶ھ

"مرآت معاملات تقدیر"

۱۹۳۷ء

---

[1] جگر مرادآبادی اصغر مرحوم کے سب سے زیادہ مداح ہیں [2] نیاز فتح پوری نے نگار میں ۱۵ صفحہ پر انتخابات شائع کیے ہیں۔ [3] میرزا یگانہ چنگیزی کی رائے ہے کہ علی گڑھ کے لڑکوں نے اصغر کو ایک شاعر بنا دیا ہے

مرآتِ تقدیر

۱۳۵۵ھ

رہبر ما بہر رہِ عمل است
برسر ما وجملہ مخلوق است
رنگ وبوئے کہ در جہاں داریم
انچہ جوئیم ما وی یا بیم
می کنیم انچہ امر کرد بکن ،
می نویسیم انچہ بنوشت است
سالِ ایں ڈائری ست پس چہ غلط

خلاصۂ قضاوقدر

۱۹۳۷ء

نقشۂ قضا

۱۳۵۶ھ

بکمِ ضو ا فکنِ قضا و قدر
سایۂ دامنِ قضا و قدر
آمد از گلشنِ قضا و قدر
ہست از فخرِنِ قضا و قدر
قادرِ ذوالمنِ قضا و قدر
اوستادِ فنِ قضا و قدر
معنی روشن قضا و قدر

۱۹۳۷ء

دفتر تواریخ

سرورق تاریخی

بسم الله قسام الازل عالم الغیب والسنین والحساب

۱۹۳۷ء

گنجینۂ تواریخ

۱۳۵۵ھ

و

خزائن سنین و شہور

۱۳۵۵ھ

یعنی

فہرستِ مرتب سنین ہجری و عیسوی

۱۹۳۷ء

مطابق

ترکیب مطابقت سنین

۱۳۵۵ھ

بر

اصولِ صحیح مطابقت سنین ہجریہ و عیسویہ

۱۳۵۵ھ

نقل کردہ حامد حسن قادری و نور چشم زاہد حسن فریدی

۱۹۳۷ء

تاریخ وفات افضال حسین فرزندِ شیر خوار صاحبزادہ حافظ آل حسین شاہ صاحب قبلہ علی پوری

(۷ر جنوری ۱۹۳۷ء کو مرض نمونیہ میں رحلت کی)

افضال حسین ماہ پارہ — آغوش اجل میں سو گیا ہائے
وہ آل حسین کا دُلارا — بے مثل تھا لعل کھو گیا ہائے
کیا راحت و عیش کا سفینہ — منجدھار میں وہ ڈبو گیا ہائے

تاریخ یہ قادریؔ[1] نے لکھی
کیا چاند غروب ہو گیا ہائے

۱۳۵۵ھ

تاریخ شفایابی تجمل حسین صاحب سب انسپکٹر پولیس اٹاوہ بفرمائش افضال احمد صاحب علی گڑھ

تجمل صاحبِ والا گہر کو تو نے صحت دی — ادا کیونکر الٰہی ہم سے شکرِ مہربانی ہو
ہمیشہ رکھ سلامت اور با اقبال دنیا میں — ہمیشہ ان کو حاصل کامیابی کامرانی ہو
وہ دشمن ظالموں کے اور مظلوموں کی یاور ہیں — الٰہی وہ ہوں اور یہ جانستانی دلستانی ہو
سب اخلاق پسندیدہ میں اوصاف حمیدہ میں — نہ کوئی ان کا ہمسر ہو نہ کوئی ان کا ثانی ہو
مجھے افضالؔ تاریخ مبارکباد لکھنی تھی — کہا دل نے، مبارک غسلِ صحت جاودانی ہو

۱۹۳۷ء

تاریخ مبارکباد کپتانی

مسٹر ایل پی ماتھر ایم ایس سی پروفیسر زوالوجی (حیوانیات) سینٹ جانس کالج آگرہ نے اپنے اعزاز کپتانی کی خوشی میں ۲۸ر جنوری ۱۹۳۷ء کو اپنی کوٹھی میں تمام اسٹاف کو دعوت دی۔ اس جلسہ میں یہ تاریخ سنائی گئی۔

ہوئے لفٹنٹ سے کپتان مسٹر ایل پی ماتھر — الٰہی جاہ و عزت، کی فراوانی مبارک ہو
مبارک خُلق خوب و خدمتِ خلقِ خدا تم کو — مبارک قدرِ اعلیٰ عمر طولانی مبارک ہو

---

[1] خاکسار حامد حسن قادری علی پور شریف میں قادریؔ مشہور ہے نام کوئی نہیں جانتا، اس لیے تخلص بجائے حامدؔ کے قادری نظم کر دیا ہے۔

دفتر تواریخ

مبارک ہو تمھیں ہم دوستوں یاروں کی مہمانی — تو ہم کو میزبان خندہ پیشانی مبارک ہو
مبارک ہو یہ اظہارِ خوشی کپتان ہونے کا — تمھیں دعوت کھلانی اور ہمیں کھانی مبارک ہو

یہ حامدؔ نے بھی تاریخ مبارک باد لکھی ہے
کہ، تم کو ایل پی ماتھر یہ کپتانی مبارک ہو

۱۹۳۷ء

تاریخِ ولادتِ فرزندار جمندِ صاجزادہ حافظ سید اختر حسین شاہ صاحب قبلہ علی پوری

نبیرہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدار اعظم مرشدی و مولائی امیر الملۃ والدین حضرت شاہ صاحب محدث علی پوری مدظلہ

(۱)

ذاتِ صاجزادۂ اختر حسین — ہست مہر انورِ اوجِ شرف
از جمالِ چہرۂ فرزند او — گشت تاباں مظہر اوجِ شرف

قادری سالِ ولادت گفتہ است
جلوہ بنمود اختر اوجِ شرف

۱۹۳۷ء

(۲)

ہو مبارک ولادت فرزند — پُر رہے با دۂ طرب سے ایاغ
ہے یہ دلبندِ قبلہ عالم — کیوں نہو خانداں کا چشم و چراغ
نور سے جس کے خیرہ دیدۂ مہر — رشک سے جس کے دل میں ماہ کے داغ
حُسن سے جس کے چشم دل کو فروغ — دید سے جس کی سیر گل سے فراغ
عرض کرتا ہے قادری تاریخ — آج پھولا پھلا مُراد کا باغ

۱۳۵۵ھ

تاریخ وصالِ ابدی

۱۳۵۵ھ

صاحبِ الطاف جناب ڈاکٹر سید شمشیر علی

۱۹۳۷ء

شمشیر علی صاحب مرحوم

۱۳۵۵ھ

انتقالِ شمشیر علی صاحب مرحوم

۱۹۳۷ء

(۱)

تھے سیدِ شمشیر علی مغفور
تاریخِ وفات اُن کی حامدؔ نے کہی
دربارِ علی پور کے شاعر مشہور
شمشیر کا مرقد ہے بزمِ پُر نور

۱۹۳۷ء

(۲)

منزلِ خلدِ بریں میں پہنچے
کر کے طے زیست کی منزل شمشیر
صحبتِ شیخ میسر تھی یہاں
اب ہیں اللہ سے واصل شمشیر
صورتِ شیخ کے شیدا و نثار
سُنتِ شیخ کے عامل شمشیر
شاعرِ منقبت نعتِ شریف
سید و صوفیِ کامل شمشیر
تھے تو نگر دل و درویش مزاج
خُلقِ ابرار کے حامل شمشیر
دل میں تھا درد تو باتوں میں مزہ
تھے وہ صاحب دل و خوش دل شمشیر
ہر کہیں سب کے عزیز خاطر
ہر جگہ رونقِ محفل شمشیر
ڈاکٹر ایسے تھے فاضلکا میں
کہ نہ رکھتے تھے مماثل شمشیر
خدمتِ شیخ میں حاضر ہوتے
کر کے طے سارے مراحل شمشیر
جلسۂ عُرس میں ہوتے آکر
کس قدر شوق سے شامل شمشیر
شیخ کی مدح میں نظمیں لاتے
پڑھنے اور سُننے کے قابل شمشیر
عندلیب اور بھی اس باغ میں تھے
تھے مگر رشکِ عنادل شمشیر
نظم شیشے میں لگا کر لاتے
تھے سلیقے میں بھی کامل شمشیر
پڑھتے پھر اس کو خوش الحانی سے
کہ ہر اک فن میں تھے فاضل شمشیر
دل میں گھر کرتا تھا مضمون اُن کا
ایسے لکھتے تھے مسائل شمشیر
فرق کرتے تھے بڑی خوبی سے
درمیانِ حق و باطل شمشیر

دفترِ تواریخ

اہلِ باطل کو بیاں سے اپنے حق پہ کردیتے تھے مائل شمشیر
اہلِ دل زخمِ محبت کھاتے تھے خود اس تیغ کے گھائل شمشیر
اہلِ شر سنتے تو کٹ کٹ جاتے تھی زباں ان کی وہ قاتل شمشیر
بن گئی اُس کے لیے قبر غلاف اب کہاں آہ وہ اے دل شمشیر

سالِ رحلت نکل آیا جو ہوے
جنتِ خلد میں داخل شمشیر

۱۰۸۷ + ۸۵۰ = ۱۹۳۷ء

تواریخِ نکاحِ پیرانہ سری حاجی ہوسباز

۱۹۳۷

(۱)

کیا کہنے لگا دیکھو حاجی جو گیا بولا این خرقہ کہ من دارم در رہن شراب اولے
ویں دفترِ بے معنی غرقِ مے ناب اولے

توبہ کرو حاجی جی، کیا ڈھن ہے یہ اب ہر دم چو عمر تبہ کردم، چند انکہ نگہ کردم
در کنجِ خراباتی افتادہ خراب اولے

یہ کس کے تصور سے کہتے تھے وہ بیچارے از ہجو تو دلدارے دل بر نکنم آرے
گر تاب کشم بارے زاں زلفِ بتاب اولے

دل کہتا ہے پڑھ بھی دے تاریخ ہو سبازی ہاں: فہم کن اے حاجی ایں چند زشیر ازی

۸۸۰

رندی و ہوسناک در عہد شباب اولے

۱۰۵۷

۱۹۳۷

(۲)

چوں پیر شدی حاجی باز آز ہوس رانی در شیب نمی باشد ایں شوقِ شباب اولے
جب آہی گئی پیری، کیا لذتِ زن گیری پہلے یہ خطا کرتے، ہے اب تو صواب اولے
حاجی و نمازی کو پیری میں ہوس کیوں ہو اب خوفِ عذاب اچھا، اب سعی ثواب اولے

اب شوق گھٹانا تھا یا عیش بڑھانا تھا — تھی آہ و فغان اعلٰے یا چنگ و رباب اوّلے
اب دستِ ہوس شب میں بڑھنا تھا کہ گھٹنا تھا — بیداری تھی اب افضل یا مستیِ خواب اولے
دریائے ہوس میں تردامن نہ ہو، یہ بہتر — یا جامہ پیری تھا آلودہ بآب اولے
اب نام چلانا ہو یا کام چلانا ہو — تھی اُس میں رواعُجلت یا اس میں شتاب اوّلے
ہو عادت کم خوابی یا خلعتِ کمخوابی؟ — ہے قصر امل بہتر؟ یا طول طناب اوّلے
ہے صبر بھی گنج زر، گر ہو نہ مُخرج زر — تھا خونِ جگر اچھا یا لعلِ مُذاب اوّلے
اک شین پہ گر تم کو شین اور بڑھانا تھا — تھے شیر و شکر بہتر، تھے شہد و شراب اوّلے
اچھا جو جواں بننا ٹھہرا تو رنگو داڑھی — وہ ٹھیک ہے تو پھر یہ کیوں ہو نہ جناب اوّلے
رنگ لیجیے ہاں داڑھی، اچھا ہے چھنے گاڑھی — چہرے پہ بھلا پوڈر، داڑھی میں خضاب اوّلے
اب رات تمھاری ہے، کیا بات تمھاری ہے — پھر عید ہو یا ہولی، ہے رنگِ شہاب اوّلے
ہو بحر طرب جاری ہو ڈانڈ بھی کشتی بھی — سیر صدف و گوہر با موج و حباب اوّلے
تم حاجی "زوجی" ہو، ہم شاعر "موجی" ہیں — تم کو وہ لقب موزوں، ہم کو یہ خطاب اوّلے
جب آپ کی جانب سے رندانہ سوال اُٹھا — یاروں کی طرف سے تھا رندانہ جواب اوّلے

اے حاجیِ ما بشنو تاریخ کہ فی الواقع

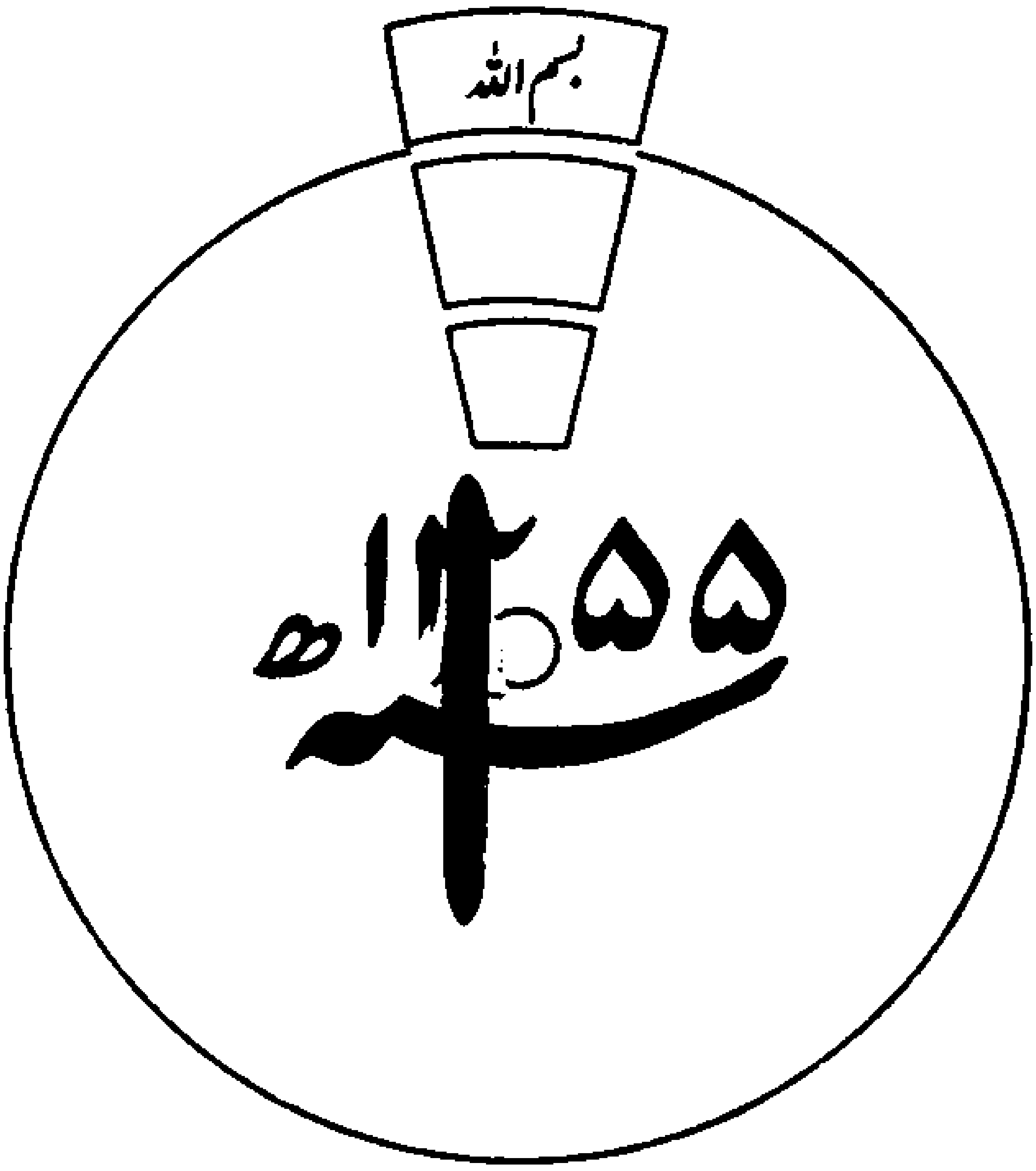
۲۹۸

رندی و ہوسناکی در عہدِ شباب اوّلے

. ۱۰۵۷ = ۱۳۵۵ھ

ابجد				ہوز			حطی			کلمن				سعفص			
ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰

قرشت				ثخذ			ضظغ		
ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰


بسم اللہ
سنہ ۱۱۵۵ھ

نام مصنف : حامد حسن قادری

تاریخ ولادت : ۲۵ / مارچ ۱۸۸۷ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۰۴ھ بروز جمعہ

وطن : بچھراؤں، ضلع مراد آباد، یوپی

تعلیم : ابتدائی تعلیم مدرسہ عالیہ، رام پور میں حاصل کی
میٹریکولیشن ۱۹۰۹ء میں پاس کیا۔
منشی کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۱۰ء میں دیا اور پنجاب یونیورسٹی میں اول آئے۔
منشی فاضل اور ہائی پروفیشنسی ان اردو کے امتحانات ۱۹۱۱ء میں لاہور سے پاس کیے۔

شادی : ۱۹۱۴ء میں شادی ہوئی۔ پانچ صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں پیدا ہوئیں، جن میں
تین صاحب زادے اور ایک صاحب زادی حیات ہیں۔

پیشہ :

استاد	پارسی اسکول، مہو چھاونی	۱۹۱۲ء
استاد	اسلامیہ ہائی اسکول، اٹاوہ	۱۹۱۲_۱۳ء
ہیڈ مولوی	حلیم مسلم ہائی اسکول، کانپور	۱۹۱۳_۱۹۲۷ء
لکچرر	سینٹ جانس کالج، آگرہ	۱۹۲۷_۴۵ء
صدر شعبہ فارسی و اردو	سینٹ جانس کالج، آگرہ	۱۹۴۵_۵۳ء

وفات : ۶ / جون ۱۹۶۴ء مطابق ۲۴ / محرم الحرام ۱۳۸۴ھ بروز سنیچر
۶ بجے شام بعمر ۸۰ سال، بمقام کراچی (پاکستان)